

جملہ حقوق محفوظ

کالچکر

یعنی

صوبہ بنگال کے مشہور رنادرٹ بشری سولینہ دھرم بھٹاچاریہ کے نہایت
ہی ہر دلعزیز مقبول عام امن مند گنگا نامی بنگالی ناول کا پُرکٹھن

ان
ملشی گوری شنکر لال صاحب اختر رئیس زادہ ایڈیٹر رسالہ جامان سرود
دناہستان لاہور حسب قرضمائش

جے ایس سنٹ سنگھ اینڈ سنز پبلشرز ناچران کتب
قیمت نمونہ چوک منی لاہور

مشہور عالم پریس لاہور بیرون دروازہ شیرالو الہا ہتمام پبلیشٹ رگھوناتھ واسی منیر چھپا

اعترافِ احسان

دلو تاروں کے منہ میں بیل - پتر چیل - پچل - ہانی - سسپاری - ہادی - اچھست
 چڑھانے کو رواج ہے - راجاؤں کے دربار میں منہ - دینا نہیں کر کے کچھ نہ
 ہے - برہمنوں کی سمجھا میں روپیہ پیرہ دان و کشتا بھینٹ کرنے کا عام
 قاعدہ ہے - میں چران ہوں - کرکڑی یا بو اہر بڑے رانا نڈھ آوتیہ ڈاٹی
 اکڑ امنر ملٹری انکونٹس لاہور کی خدمت میں کیا نڈھ کروں - جو میری خلوص
 محبت سچی تعظیم اور اصلی احسان مندی کا ثبوت ہو - انہوں نے بھٹ پر
 بڑی بڑی ہر بانیاں کی ہیں - مجھے بنگالی عیاشا کی لذت سمجھی ہے - جسکی حلاوت
 طاقت اور ذائقوں سے زبان دل تا آشفتنجی - آخر سوچتے سوچتے ایک بات
 سمجھ میں آئی وہ کاہنہ ہے - میں نے بھی کاہنہ کھل میں دیکھ لیا ہے کاہنہ کھنہ
 ایک ہیں بنگالیست اور ہندوستانیت کی وجہ سے انکی قومیت کے درمیان
 اختلافات کے شرک و شیعہ میں پڑنا کافی ہے - وہ بڑے میں چھوٹا وہ بزرگوں
 روکا - لوگوں پر بزرگوں کے یاس اور تعظیم کا لیا کا خرض ہے - اس خیال سے ملنے
 نامی بنگالی ناول کو ہندوستانی جامہ پہن کر تعظیما نہ - موڈ بانہ - اور عقیدہ نہ اند
 نظر سے صاحب مدوح کے نام نامی اور اسم گرامی سے معذرتوں کرنے کی حیران کرتا
 ہوں - آمید ہے وہ اسی طرح خلوص دل سے اسے اعزازِ قبیہ لیسٹ بخشینگے جس
 نقطہ نگاہ سے ہیں اسے پیش کر رہا ہوں

مکھوری شکر لال اختر

ریشہ بر رسالہ جاستہ ہائی سروس راناہستان وغیرہ لاہور

دیساج

ناول نویسی آسان نہیں۔ اس فن کا میدان بہت وسیع ہے۔ دائرہ کے محیط پر گھومتے ہوئے نقطہ کی طرح کوئی اشیاء خاصہ اس کا آغاز انجام نہیں پاسکتا بعض بعض طبیعتوں نے بولائے طبع کے جوہر دکھائے ہیں۔ لیکن جو وہ خاص ہیں۔ تمام تر تشبیہ و قرائسے کسی کو کا حفظ و اتقیت نہیں ہو سکی۔

ناول ٹوٹا ہوا قسم کے ہیں۔ (۱) موعلی (۲) تعلیمی یا معاشرتی۔ موعلی ناول وہ ہیں۔ جو کسی خاص اسرائیل کو پیش نظر رکھ کر لکھے جاتے ہیں۔ ان میں سوائے مذہبی بحث کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ طرزِ سخن پریشانی مرغوب ہوتا ہے لیکن پڑھنے والے اپنے و نصائح کی فکر اسے عاجز آتے ہیں۔ ان میں روحانی زندگی بسر کرنے کی تلقین ہوتی ہے جسے عالمِ انسانی کی عقلِ نارسا سمجھ بھی نہیں سکتی۔ اگر ناول نویسی سے نصیحت ہی مقصود ہوتی۔ تو فخرانِ پورکان کیا کم نفع۔ ان سے اس قسم کو بہت سارے مل سکتے ہیں۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ ناول بہ اخلاق ہوں۔ یا اس قسم کی باتیں ناووں میں آنی ہی نہ چاہئیں ناول نصیحت آموز غرور ہوں لیکن یہ تعلیم اس طرح مخفی ہو۔ جیسے ہندی کے پتوں میں لالی۔ یا درجِ حدیث میں گوہر آبدار ہو۔

اپنی تعلیم پر وہ میں ہی خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ سریش کو جو انا وہ بچے ہوئے پانی سے ہوتا ہے وہ گرم لوہے سے نہیں برکت۔ جو دوا پانی میں مل کر دیکھی جاتی ہے وہی زہر دانا بناتا ہوتا ہے۔

خصلتی یا معاشرتی ناول وہ ہیں۔ جو مذہبی اصولوں کی بجائے امور خانہ دہی اور انسانی زندگی پر بحث کرتے ہیں۔ ان میں اقوال و افعال۔ اور جذبات و محسوسات کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ جن سے کیرکٹروں کی جیتی جاگتی تصویر آنکھوں میں بھر جاتی ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو جذبات ہی ناول کی جان ہیں مختلف جذبات مختلف اقسام کے رنگ ہیں۔ جن سے خیالی تصویر کے خاکے میں رنگینی اور دلکشی پیدا ہوتی ہے۔ آواز کے ساتھ کسی اچھے سے گیت کو ہونا ضروری ہے۔

جذبات کے اظہار میں ہی مصنف کی قابلیت کھلتی ہے۔ جذبات کیرکٹر کے حسبِ جھٹ ہوں ان میں تضیع بالکل نہ ہونا چاہیئے۔ اگر کہیں ہلکے پائے کے جذبات آجائیں تو کوئی ہرج نہیں کیونکہ ناول لکھنے کا مطلب صرف انسان کے دل کی کیفیت بیان کرنا ہے۔ انسان کا دل نیک خیالات سے مملو نہیں ہوتا۔ یہ تو صرف شیوں کا ہی حصہ ہے۔ جسے جذبات بھی انسان کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اس قسم کے ناول سوسائٹی کو غرضیات سے ادھ مروت پر پہنچا دیتے ہیں بگاڑیوں نے اس میں بہت قابلیت اور جدت دکھائی ہے۔ ایسے ناولوں کی اردو زبان کو کچھ ضرورت ہے۔ مخدومی منشی گوری شکر لال صاحب اختر نے اس کمی کو پورا کر کے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ امیر سے کر تھوڑے ہی عرصہ میں اردو زبان میں بھی کافی ناول ہو جائیں گے۔ کیونکہ لوگ اب اس طرف متوجہ ہوتے جا رہے ہیں

ناول لکھنے والا زبان کی خدمت کرنے کا اچھا ذریعہ ہیں کیونکہ ان میں ہر قسم کی باتیں ملتی ہیں۔ اختر صاحب نے ناول سستا کے شاندار سلسلہ کا اقتراح کر کے زبان اردو پر بہت بھاری احسان کیا ہے۔ اس سلسلہ کے جتنے ناول

کال چکر

آج تک شایع ہو چکے ہیں سب پر لطف اور جنت سے معمور ہیں۔ کال چکر بھی اپنے رنگ کالائے ناول ہے۔ اصل زبان میں: عین مسند کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور اسقدر مقبول ہوا ہے کہ چند سال میں ہی اس کے پندرہ ایڈیشن ہو چکے ہیں جو خوبیاں ناول میں ہونی چاہئیں۔ ان میں سے زیادہ تر اس میں پائی جاتی ہیں۔ شریعت یا موصوفہ مومن بھٹا چارہ کے ہم کی موٹنگائی بنے وہ وہ رنگ آمیزیاں دکھائی ہیں کہ بغیر داد و دیے راہی نہیں جاتا۔ مگر محی خطاب اختر صاحب نے ترجمہ میں بھی کبھی قسم کی کڑاٹھائی نہیں رکھی۔ ان کے ترجمہ کی بابت نورایت کی طرح شہور ہے کہ اگر آپ یہ ترجمہ کاغذ نہ لکھا ہو تو کسی کو اس کا شان و گمان بھی نہ ہو سکے۔ میں نے اس سے کڑاٹھائی تو جھجھکی کھجی ہے لیکن اس میں یہ شک کہ ان کا فنی تئیں اصل میں تئیں۔ ان میں سے زیادہ تر نظریہ نہ ترک کر دی گئیں۔ اختر صاحب نے اس کو کبھی پورا کر دیا ہے۔ اصل کتاب سے کتنی شبہ کا توں نہیں کیا۔ بلکہ میں تو یہی کہو نکلا کہ بعض مقامات پر ان کا ترجمہ اصل سے بھی ترجمہ کیا ہے۔ کال چکر کے ترجمہ میں انہوں نے ناول کی طرح کے مرکز پر قائم ہو کر دیا دی اور وہ حالی سطح پر وہ نکلا رہا کر کے عین الفاظ کو دیکھا اور نقطہ حوالہ نکالیا سر یہ بنایا ہے۔ ان میں سے ایک بھی بے معنی اور بے نقطہ نہیں۔

میں نے ان سے بابو مسرید مومن بھٹا چارہ کے دیگر عمدہ ترین ناولوں کے ترجمہ کی بابت بھی درخواست کی ہے۔ خوش قسمتی سے انہوں نے منظور بھی کر لیا ہے اور مستر پیب ای ان کے ناول آپ کی نذر کرنے کی کوشش کرینگے ناظرین شوق سے منتظر رہیں

اختر صاحب نے کال چکر کا بیجا کہنے کی فرمائش کی تھی گو میں اس اعتراف

کے قابل نہیں ہوں تاہم الامور فوق الادب پر نظر رکھتے ہوئے اپنے مایہ
قیمت کو دایرہ مصطفیٰ کے گرد حواف کر کے ان کے قدموں میں رکھ دیتا ہوں۔ خدا
کے قبولیت کا شرف حاصل ہو۔

اس سلسلہ کا نواں ناول بہت جلد بین باستی کے دلغریب نام سے شائع
ہو گا۔ جو نیکی زبان کا ایک نہایت مقبول وقت انوار و نتیجہ جز ناول ہے خرید اللہ
ناول میگزین کو بدستور نصف قیمت پر ملے گا۔ دسویں قسط میں ملک اشعر اسماعیل
ما تھ میگو کے ماسٹرز ناول نوکا ڈوبی کا اردو ترجمہ نذر کیا جائے گا۔ یہ ٹیکو
کے نام ناولوں میں ممتاز خیال کیا جاتا ہے۔

شکر سر روپ مفتون

کال چکر

بہ صلاحیت

بہ صلاحیت

ایٹا۔ تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ اسی بیٹے کو بلا یا ہے۔ اتنا
کھنگھانے پاس کھڑے ہوئے تو جوان بیٹے جیتش چند کے سر پر
نمائت جنت سے ماتھ پھیرا۔

اس مکان میں کوئی اور نہیں تھا۔ رات ایک پہرے زیادہ جا چکی تھی پینل کے
قتیل سوز پرستی کا چھوٹا سا دبا ٹکڑا رکھا تھا۔ اور ایک چھوٹی سی گھڑی ملک ملک
کر رہی تھی

جیتش چند نے ماں کے پہرہ کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا: کیا؟
بیٹے جس لا پر وہی سے جواب دیا۔ ماں کو ایسی اہمیت کبھی نہ تھی۔ سچہ
کے لہجے سے انہوں نے سہہ لیا کہ جس غرض سے بیٹے کو بلا یا ہے اس نے پیسے ہی اس
کے خلاف کچھ سوچ رکھا ہے۔ ناہم ملنے کچھ خیال نہیں کیا اور نہ رنجیدہ ہوئی
بول۔

جب تم باطن کچھ ہی تھے۔ ناگہاں تمہارے باپ نے ہمیشہ کے لیے اس

دنیا سے خالی کو خیر باد کہا۔ اس وقت کتنا محکمہ اٹھا کر لوگوں کی خدمت میں کر کے کتنے دنوں تک بغیر کھائے پئے اور کتنی راتیں جاگ جاگ کر تمہیں پانی پس کر پڑا کیا۔ اسے سوائے اس ایثار سے اور کون جانتا ہے مگر مکان قیام ہونے سے پہلے ہی ناگہان دیوار گر پڑی۔

فوقین۔ ہمیں دھوکا دیکر اس دنیا سے چل بسا۔ اب تم تین چار آدمی ہوا ایثار کر کے تم جگ جگ جیو۔ تم سے میری ایک درخواست ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تم آپس میں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونا۔ میں خزانہ درخت کی مڑجھائی ہوئی تپتی ہوئی۔ ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا بھی برداشت نہ کر سکتی۔

جنتش چند رنے کہا۔ کون علیحدہ ہونا چاہتا ہے ہا تمہارے بیٹے بیٹے کھائیں گے اور اگر بھائی بھائی میں کسی نے کسی کو ایک بات کہی تو بہنیں تیل کے بیگن کی طرح آپس میں جل مریں گی۔ یہ تو کوئی اچھی بات نہیں۔

مائی۔ نے کانپتے ہوئے اچھ میں کہا۔ بیٹا۔ دیکھو اب سب میں تم سے تم ہی ہو۔ تم کب کے سردار ہو نہاے ٹھیک نہ ہونے سے کوئی ٹھیک نہ ہوگا! میں خیرین سمجھتی ہوں کہ فحش بہت سے ایک آدمی پر گھر بھر کا بوجھ ڈالنا اچھا نہیں ہوتا۔ اور اسی وجہ سے میں نے ستیش سے کھیتی باڑی کرنے کے بیٹے نو در دیا ہے۔ میں خوش ہوں کہ اس نے میری بات مان لی ہے اور کام شروع کر دیا ہے۔ اگر ایثار نے چاہا تو اس سے ضرور کچھ مدد ملے گی وائیش ابھی لکھتا پڑھتا ہے۔ رہا باغ کوٹری وہ سب سے چھوٹا ہے تمہیں نے لادپیار کی وجہ سے اب تک اسے کچھ کھایا پڑھا یا بھی نہیں۔ اور نہ کبھی کوئی کام کانجی کر کے دیا ہے۔ وہ بوہی ٹھوٹا پھرنا رہتا ہے جسے اب

ملک تم برداشت کرتے آئے ہو۔ اور تھوڑے دنوں تک صیف اٹھاؤ وہ لوگ
جلدی تمہارا ہاتھ بٹا بیٹھے۔

جیتیش چندر نے ذرا تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ انہیں ماں! میں روپے پیسے
کے بڑے فکر نہیں کرتا ہوں جتنی آمدن ہوگی اتنا خرچ ہوگا۔ مگر لڑائی جھگڑا کیوں
ہوتا ہے۔ کسی کا دل اس قدر دکھاتا سب انہیں؟

”کسی سے مراد جیتیش چندر کی اپنی بیوی شریستی شوبھا لکھنی دیوی سے تھی
ہاں کے یہ بات بآسانی ذہن نشین ہو گئی۔

ماں! بڑی بھوکا مزاج بھی چڑچڑا ہے۔ جو جی میں آتا ہے۔ بک ڈالتی ہے
پرانی بھوپٹیاں کیا اتنی بات برداشت کر سکتی ہیں

جیتیش نے برداشت نہ کر سہی تو کام کس طرح چلے گا جس کا مزاج چڑچڑا ہے
اس کی مرضی سے کام کرنے میں آمراج ہی کیا ہے۔

ماں! بیٹا! کتنی آدمی اور پانچ منہ۔ پھر بھلا ایک شخص انہیں کیسے بھر سکا
۔ جو ہوتے نامراد صفت نہ ہوں عورتیں نامعلوم کیا کیا کہتی ہیں۔ اگر تم غلام ہو گئے
تو گھر کا گھر رسالہ پہنچ جائے گا تنہا ہی آجائے گی۔

جیتیش۔ ماں میں تو گھر ہی نہیں رہتا۔ اور زخم لوگوں کے لڑائی جھگڑے
سے کچھ واسطہ رکھتا ہوں۔ مگر جب گھر اگر طرح طرح کی باتیں سننا ہو تو
طبیعت کو نہایت پیچینی ہوتی ہے؟

ماں۔ یہ میں جانتی ہوں۔ مگر جب تک ہیں جیتی جاگتی ہوں۔ کسی کے سانچے
انسانی نہیں ہوگی۔ گھر کا کام بھاری ہے اوپر ڈال کر تمام کماؤ کھاؤ۔

جیتیش۔ اگر تھکنے کے کچھ جھگڑا اٹھا یا
ماں۔ تو میں پنٹوں گی۔ تمہیں ان جھگڑوں سے کوئی سروکار نہیں

کال چکر

جیتش تو مگر سننے سے غصہ آتا ہے۔

ماں نے سورتوں کی باتوں پر سمجھ دار آدمی توجہ نہیں دینے۔ کیونکہ ان کی گفتگو سچائی سے خالی ہوتی ہے۔ اس لیے غصہ کرنا مناسب نہیں؟

جیتش۔ کیا میں یہ نہیں جانتا؟ میں بھی انسان ہوں۔ انسانی جذبات اور محسوسات کو خوب سمجھتا ہوں؟

ماں۔ بیٹا! ایسا کام کرو جس سے جی بنائی بات عزت و ہرگی پر حرف نہ آئے چار آدمی جڑ نہ کہیں اور کوئی اس گھر کی ہنسی نہ اڑھرائے۔ تو تو خود ہی بہت دانشمند ہو؟

جیتش۔ میں تو بڑی بغیر سمجھے ہو جیسے کسی کی بات نہیں مانتا۔ اب میں کس ہی سے الصباح جاؤنگا۔ دیکھو شیخ جیتش کو کسی طرح تکلیف نہ ہونے پائے۔ سنا ہے کہ لوگوں کے کام کا ج میں گئے رہتے ہے وہ مارا مارا گھومنا ہے

ماں۔ بھلا یہ جی کوئی بات ہے شیخ جیتش مارا مارا پھرے گا۔ میرے پیچھے اس کی ایسی پیفہ رسی ہو سکتی ہے کہ نہ بیٹا! ہم ایسی باتیں نہ کہو۔ ایک تو بڑی بھو ایسا کچھ کام کا ج ہی نہیں کرتیں دوسرے شیخ جیتش سب کا منظرہ نظر ہے۔ اور پانچ کوڑی کی تو وہ جان ہے۔ لوگ اُسے پیار کرنے کے لیے ترستے ہیں کیونکہ پانچ کوڑی کسی وقت اپنی گود سے اُسے علیحدہ نہیں کر سکتا
ماں بیٹا! کیا کل گئے ہوئے بغیر نہ بنے گا؟

جیتش۔ نہ ماں! پرانی نوکری میں آزادی کہاں؟ مالک کی مرضی سے ہی کام کرنے پڑتے ہیں؟ بالخصوص اس وقت قسط کی وصولی کے موقع پر! عین اسی وقت شوہنیا گمنی دلوے کمرے میں داخل ہو کر شکم کی نین سوئے بچے کو کھٹا پر سٹکا کر چراغ کی مدھم روشنی کو تیز کر کے چلی گئیں۔ مہنوں نے

ہیں پردہ چھپ کر ساس اور شوہر کا مکالمہ سنا ہے اور سن کر کچھ غصہ بھی
آیا ہے۔ اس کا اظہار اپنی جال سے ماں بیٹے دونوں پر کر دیا

دوسرا باب

نہند

نہند سے جاگ کر خمیش چند نے بچل کر کہا۔ چھوٹے لاکٹھاکے پاس جاؤ لگا
اس وقت رات بہت گزر چکی تھی۔ چاند کی صاف شفاف ساکن روشنی
کوڑک کوڑک کر چلنے والی ہوائے اور بھی پُر لطف بنا دیا تھا سب لوگ
اپنے اپنے کمروں میں بڑے ترٹے سے رہے تھے۔ چاروں طرف سناٹا چھایا
ہوا تھا صرف آم کی شاخ پر بیٹھا ہوا پیپیا کبھی کبھی اپنی حسرت بھری
ٹوک سے اس سناٹے کو دم بھر کے لیے توڑ دیتا تھا۔
خمیش چپ نہیں ہوا وہ برابر ٹلگے ہی رہا کہ میں جھونے لاکاکے پاس جاؤ لگا
شوہر دیوہی نے ہر چند بہلانے کی کوشش کی بیٹھائی کھانے کو دی کیلئے
یہ کھلونے سامنے رکھ دیئے۔ مگر اس نے ایک نہ مانی برابر اپنی ضد پر
فائز رہا تا آخر رونے چلانے لگا۔

جیتھ جیتھ ناراض ہو کر ایسا ٹٹ کھٹ لڑا کہ تو دیکھ ہی نہیں۔ کیا اکثر
یہ اسی قسم کی ضد کرتا ہے۔

شوہنیا گھنٹی۔ کبھی کبھی کیا۔ روز ہی ایسا کرتا ہے کبھی کبھی اُن کے پاس ہی رہتا

ہے۔
غمتش تو پھر اب کیا کیا جائے۔

شو تیا لگنی ۔ بھا کر دے دو۔

جیتش جو پانچ کوڑی کیا دیوی مند رہی سوتا ہے

شو تیا لگنی۔ ایں

جیتش چند روز وازہ کھول کر باہر گئے۔ اور پانچ کوڑی کو بٹایا۔ وہ اس وقت گہری نیند میں تھا۔ بھالی کی آواز سن کر گھبرا کر فوراً اٹھ بیٹھا اور آنکھیں ملتا ہوا جیتش کے ساتھ آیا۔ گھر میں چراغ جل رہا تھا۔ اسی کی روشنی میں شمعیں نے لاکا کو دیکھ لیا اور کھٹکھٹا کر ہنسنے لگا۔ دوڑ کر ٹھک کر فوراً بات کی بات میں وہ ہنستا ہوا اپنے پانچ کوڑی کی ٹود سے لپٹ گیا پانچ کوڑی اسے شوق سے گود میں سے باہر چلا آیا۔

جیتش چند ریٹنگ پر بیٹھ کر مسکراتے ہوئے بولے۔ کیا ایسی شمعیں یہاں

نہیں آئیں گی۔

شو تیا لگنی ۔ نہیں

جیتش تو چلو اچھا ہوا۔ پانچ کوڑی بھی شمعیں کو خوب چاہتا ہے۔

شو تیا لگنی ۔ ہاں چاہتا ہے۔

جیتش ۔ اب پانچ کوڑی کی شادی کر دیجی چاہیئے ۔ اٹھارہ انیس برس

کا ہو گیا۔

شو تیا لگنی ۔ نے طعن آمیز لہجے میں کہا کرو۔

جیتش چند رے شو تیا لگنی کی یہ سنجیدگی غصی نہ رہی ۔ بولے۔ کیوں ہاں روکھے

پن سے منہ بنا کر کیوں کہتی ہو۔

شو تیا لگنی ۔ پھر اور کیوں نہ کہوں ہاں تمہارے پاس روپیہ پیسہ ہے۔ بھالی

کی شادی کر دے میں اس میں کیا کہوں سنو گی۔

جینتیش - روپیہ کہاں ہے۔

شونیا انگنی - نو پھر قرض لو!

جینتیش - یہی کرنا پڑے گا۔ کم از کم چار سو روپے تو زیور کے لئے چاہئیں۔ اور

کچھ جہیز میں لے گا۔ اسی نے کئی طرح کام نکال لیا جائے گا!

شونیا انگنی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ جیسے اس طرح کے جینے میں کالے کالے بالوں

سے آسمان پر ٹھکانا پڑے اور تاریکی چھا جاتی ہے۔ اسی طرح ان کے منہ پر فکر کے

نتیجہ چکر کا مادہ دکھائی پڑا گاں کپے کی طرح پھیل گئے۔

جینتیش - جو کام طبیعت اور مزاج کے برخلاف ہے۔ وہ بھی وقت پر کرنا پڑے

گا۔

شونیا انگنی نے نہایت ہی متین اور سنجیدہ شکل بنا کر اسی لمحے میں کہا: نہ کرے

سے تو کچھ بھی نہیں بنتا۔ مگر یہ جو لڑکا ہوا ہے۔ اس کے لئے بھی کچھ سوچا ہے

جینتیش - اس کے لئے کیا سوچنا ہے؟ آٹھ پیسے کا دودھ اور دو پیسے کی مٹائی

کافی ہے۔

شونیا انگنی وہ سب تو میں بھی جانتی ہوں۔ اس جھوٹے جینے میں وہ

تیسرے برس میں پڑا ہے۔ اس کے لئے آج کے کچھ جوڑ جوڑ کر رکھنا ہو گا

اس کے لئے تم چاہے بڑا کہو۔ چاہے بھلا۔ موت و زندگی انسان کے ہاتھ

میں نہیں۔ نہ معلوم کیسا وقت پڑے۔ تو کیا میرا شجیش بھیک مانگ کر کھائے گا

جینتیش - بھیک کیوں مانگے گا۔ اگر ہم زندہ رہے تو اس کے چچا اس

کی پرورش و پرداخت کریں گے۔

شونیا انگنی نے نتیجہ چکر گھما کر منہ بنا کر کہا۔ ہونچہ! کریں گے۔ چچا جیسا کرتے

ہیں وہ سب کو معلوم ہے۔ تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ میں نے آج تک

تم سے کسی ریلوے کی درخواست نہیں کی اچھے پٹروں کی فرمائش جموں ٹوں نہ کی
نمرا ب اپنے لیے نہیں۔ نہار سے پیار سے شیش کے لیے کہتی ہوں کہ اب سے
اتھیں اس کی خاطر کچھ نہ کچھ بچا کر رکھنا ہوگا۔ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر
قسم کھاؤ۔ کہ میری یہ درخواست نہ تو نہ کر دے گی۔

جیش چند رکھ دیر تک سوچتے رہے۔ اس کے بعد یہ پکا عہد کیا کہ جو کچھ
میںے میں ملتا ہے۔ اس کا ادھار جتہ شیش کے لیے رکھ لی گئے۔
شوتیا لکھی:- ایک درخواست اور ہے۔

جیش:- کیا؟

شوتیا لکھی:- قرض کبھی نہ لینا۔ قرض لینے والے کا باپ دشمن ہوتا ہے میرے
شیش کے دشمن نہ بننا۔
جیش:- نہیں کبھی نہ لیں گے۔

آسمان بادلوں کے نیچے سے آزاد ہوا۔ شوتیا لکھی دیوی کے منہ پر خوشی کی جھلک
نمایاں ہوئی۔ مسکراتے ہوئے محبت امیز لگا ہوں سے شوہر سے چہرے پر نظر
ڈالی۔

تیسرا باب

کے قریب ہی ریلوے سٹیشن تھا۔ آٹھ بجے صبح جیش
کچھ نہ کھانا وغیرہ کھلی کر جانے کے لیے نینا ہوئے ان
کے ساتھ ایک گھڑا گڑا دو کھل اور ایک بیگ۔ یہ اسباب
تھا یا پکڑی کے دستہ بار تھا کہ وہ ضرور لکھائی کو سٹیشن پہنچا دے اور یہی لکھائی کو شام کو ہی انور

سے کھلے بیٹھا کہ گاڑی جانے سے ایک گھنٹہ بیشتر ہی تم آ جانا۔ مگر گاڑی کا وقت قریب آ گیا۔ اور مزدور نہیں آیا جیٹیش چند نے پانچ کوڑی سے کہا اب زیادہ وقت نہیں ملے گا کہاں ہے۔

پانچ کوڑی۔ معلوم نہیں اب تک کیوں نہیں آیا۔ میں تو بار بار تاکید کر آیا تھا فیصلہ آنا ہو گا۔

جیٹیش۔ (دگر کر) اب کب آئے گا؟ معلوم ہوتا ہے۔ گاڑی سٹیشن پر آگئی پانچ کوڑی۔ نہیں وہ مال گاڑی ہے۔ جیٹیش۔ اس وقت مال گاڑی کہاں

شوبھا گئی یعنی منجلی ہونا ک بھوں چڑھا کر بولیں۔ جب پرانی نوکری کھنے جانا ہے تو خود ہی جا کر تھی بلالائے۔ دوسروں کے بھروسوں پر کہیں کام ہوتا ہے جیٹیش چند ریہ سوچ کر کہیں گاڑی نہ ملی تو بڑی مشکل ہوگی۔ بہت گھبراہٹ منجلی ہوگی یہ بات اسی کے ذہن نشین ہو گئی۔ اور اُنہیں یقین ہو گیا کہ واقعی اس معاملہ میں میری سلسلہ تعلیمی اور پانچ کوڑی کا قصور ہے۔ جیلا کر بولے تو میں کیا جانتا تھا کہ اتنے بڑے پشوڑے سے ایک تعلق بھی نہ بکھلایا جائے گا۔ کیا کروں۔ بڑی مشکل ہوئی۔ اور نہ کچھ نہیں مگر یہ چیزیں سانحہ نہ جاسکتیں گی نوکری کر کے نہ معلوم کس قدر خوشامد کرنی پڑتی ہے مینجر صاحب نے گڑھا خدا۔ اگر سانحہ چلا جاتا تو اچھا ہی تھا۔

میں اسی وقت اُن کا تیلر جیٹیش چند بھی آ گیا۔ اُنہوں نے سب

جائیں سنکر کہا۔ پانچ کوڑی کیا قلی بلائے گا۔ جہد سے کیوں نہ کہا۔ پانچ کوڑی دلا ہی دل میں بہت رنجیدہ ہوا۔ قلی نہیں آیا۔ فلاں میں اس کا کیا قصور یہ قلی کچھ اس کا نوکر تو تھا ہی نہیں۔ پریشان ہو کر سمجھنے

جھپکتے بولا یہ چلے۔ میں گڑ پھنسا دو لگا۔

بیش نے غضب ناک ہو کر کہا۔ کیا صرف گڑ ہی ہے جو تم پہنچا دو گے
پانچ کوڑی نے بیش سے مخاطب ہو کر کہا دادا جی! آپ بھی چلے ہیں
گڑ کا گڑ اور کھل لیتا ہوں۔ ایک کھل آپ سے بیٹے بھیلے دادا بیگ سے لیٹے
جنیش۔ مجبوراً اب ہی کرنا پڑیگا۔ کھڑی آگئی۔ پانچ کوڑی نے گڑ کی کس
بائیں کندھے پر رکھی اور دائیں ہاتھ میں ایک کھل لے کر چلنے کو تیار ہوا
میں اسی وقت بیش دوڑتا ہوا آیا۔ اور کا کا کے گے سے پلٹ کر بولا
میں بھی جاؤنگا اس کی ماں نے آکر اسے گود میں لینا چاہا مگر وہ چلا کر زمین
پر لوٹ گیا۔

پانچ کوڑی سے بیش کا رونا نہ دیکھا گیا۔ اس نے کھل زمین پر رکھ دیا
اور سچ کو گود میں اٹھالیا۔
پانچ کوڑی (بیش سے) بھیلے دادا کھل رہے دیکھے آپ کے کھڑی
پر سوار ہوتے ہوئے میں اسے دوڑ کر لے جاؤنگا۔
بیش چند رنے ہنکر اس کھل کو بھی اٹھالیا۔ اس کے بعد تینوں بھائی
سیٹیں بیل طرف چلے۔

پانچ کوڑی نے جو کہا تھا وہی ٹھیک نکلا۔ پیسٹ فارم پر ایک مال گاڑی
کھڑی تھی جس کا گڑی پر بیش جانے والے تھے اس کے آنے میں بھی پورے تیس
منٹ تھے۔

اسباب رکھ کر وہ لوگ بھٹے ہی تھے اتنے میں ایک تلی آیا اور پانچ کوڑی
کو شکار کر کے بولا۔ بابو کیا اسباب آگیا؟ میں ٹھاٹ گیا تھا مگر آپ کے
گھر پر جانے کو تھا گاڑی آنے میں نو دیر ہے؟

پانچ کوڑی نے کوئی یہ اب نہیں دیا۔ جواب دینے کی ہمت ہی نہ تھی میں
سیر کرکے کسی ملکی اور شیشی کو گد میں لے کر ملے سے اس کا برا حال ہو گیا تھا تاہم ..
بدن سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ چہرہ سرخ اور آنکھیں لال ہو گئی تھیں اب بھی
شیشی چند راس کی گود میں تھا۔

پانچ کوڑی کی حالت دیکھ کر شیشی چند رکے دل میں برادرانہ محبت بوش
زن ہوئی رنجیدہ ہو کر بولے: وقت نہ معلوم ہوئے کی وجہ سے ہم نے اس قدر گولال
بچایا۔ پانچ کوڑی بچارہ نہ کہنا تھا۔ کوڑی آنے میں ابھی دیر ہے۔

شیشی چند رجائی کی طرف ہو کر بولے۔ ریل گاڑی کا کام ہی ایسا ہے کہ
جتیش چندر پانچ کوڑی سے مخاطب ہو کر بولے۔ دیکھو۔ اب تم بڑے ہوئے۔ دینا
کا کام دیکھ کر شیشی کو کرنا چاہیے۔ مگر تم ایسا کیوں نہیں کرتے؟
پانچ کوڑی نے سر کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ پچھلے دادا (یعنی شیشی چندر) جو
کہتے ہیں۔ وہ تو بڑے کرتا ہوں۔

جتیش چندر نے شیشی کی طرف دیکھا۔ شیشی کو ہنسی آگئی۔ جتیش نے کہا
کچھ عرصہ اور ٹھہر کر اسے کام لاج میں لگا دینا۔ دبی اس سے کسی خاص کام کے
انجام دینے کے لیے اصرار نہ کرنا۔

شیشی۔ کون کہتا ہے؟ یہ گاؤں میں جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو یہ اس کے
یہ دیکھو۔ سادھو بہت ڈھونڈتا پھر تاہے۔ پرانا ہم سیکھتا ہے۔ لیکن بے سائن
روکنے سے کوئی چھلک مرض دانگیر ہو جائے۔ کیونکہ لیگ کا یہ طریقہ خطرہ سے
خالی نہیں۔ انہیں باتوں کے بیٹے میں روکتا ہوں۔

انتے میں کوڑی آگئی۔ وہ دونوں بھائیوں نے اسباب کوڑی میں رکھ دیا۔
اور جتیش آرام سے سوار ہو گئے۔

سوار ہو گئے یہ

پانچ کوڑی نے بڑے بھائی سے کہا: ”کچھ پیسے ہیں“
جیتیش چندہ نہیں کیوں؟
پانچ کوڑی۔ ”تو وہ پیسے وہیں کجھے؟“
جیتیش چندہ ”نہ کہا کرو گے؟“
پانچ کوڑی۔ ”دیکھئے لو!“

جیتیش چندہ نے جب سے دو پیسے نکال کر دئے۔ عین اسی وقت گھنٹی
بجی گاڑی نے سیٹی دی۔ اس کے بعد بھک بھک دھواں اڑانی چل دی۔
پانچ کوڑی نے دو پیسے کی مٹھائی لے کر جیتیش کو دی اور اس کے ساتھ
باتیں کرتا ہوا گھر کی طرف چل دیا۔

چوتھا باب

ضلع میں سون پور نامی ایک چھوٹا قصبہ تھا۔ اس قصبہ میں
راے لوگوں کا ایک نہایت قدیم اور نامی گرامی خاندان تھا
جن دجوات سے بنگال کے بہت سے قدیم دولت مند خاندان ملہسی اور عسرت
کے شکار ہوئے۔ انہیں اثرات کے زیر اثر راے لوگوں کا یہ خاندان بھی غرمت
و نکبت سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اور وہ سبب مقدمہ بازی ہے۔ تھوڑی
سی زمین کے لیے زمینداروں کے ساتھ ہائی کورٹ تک لڑتے لڑتے جد و
ناقدہ راے بہت مفروض ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ زمین تھی وہ تمام کی تمام

نیلام ہو گئی یا لاخر قحوطی سی زمین نگان پر لے کر کاشتکاروں کی کر کے کسی طرح اپنی زندگی بسر کرنے لگے شکوہ و کچھ کی طرح بدلتے رہتے ہیں۔ مگر کتنے افسوس اور ذلت کی بات ہوتی ہے جب ایک اہل دول اور با حکومت شخص کو ملک و دولت کی زندگی بسر کرنے اپنی آنکھوں دیکھنا پڑتا ہے۔ ایک غار رخ الیال شخص کا وقت کے اثر سے فقیروں کی طرح دریدہ و مجیک لگنا کتنا رقت اثر مضمون ہے۔ پانی میں کھلنے والے پھول پانی سے باہر آنے پر سورتج کی ہلکی سی شناعوں سے بھی مکلا جاتے ہیں۔

پہلے جد و ناتھ رائے کا جوا عزا و احترام تھا۔ اس سے گھر میں بارہ مہینوں میں نیر و تیو مار ہوتے تھے۔ اور نہایت معقول طور پر بہانہ لڑائی کی جاتی تھی۔ نیر توہ تیرا کی جاتی تھی۔ آمد و رفت کے لیے مختلف آرام وہ سواریاں تھیں نوکر چاکروں کی بھی کمی نہ تھی مگر مقدمہ بازی پیشی کے کا فور کی طرح یا انھی کے رنگے ہوئے کیتے کی طرح وہ تمام دولت و عزت کہاں جاتی رہی؟ اب معمولی آدمیوں کی طرح ان کی گند رہا ہوتی تھی اور وہ بھی خشکی و تنگی کے ساتھ! انہیں رنج و الم میں جد و ناتھ بابو نے ایک دن بستر علالت پر ڈیرا جما دیا۔ تقریباً سال بھر تک وہ بیمار رہے طرح طرح کی تکالیف اٹھائیں۔ جب علاج معالجہ کی وجہ سے اخراجات بھی زیادہ ہو گئے۔ تو مجبوراً ایچا رو کو قرض لینا پڑا۔ رفتہ رفتہ رقم تنہا ہو گئی۔ اتنا سب کچھ ہونے پر بھی جد و ناتھ بابو کو صحت نہ ہوئی موت کے پنجے سے کون بچا ہے جب یہاں جانت لبریز ہو جاتا ہے تو پھر کچھ پیش نہیں جاتی یہی ہوا۔ پانچ بچوں کو حالت کس میر سی میں چھوڑ کر انہوں نے اس کو بچا خالی کو غیر یاد کہا۔

جدونا تھ کی بیوی کی آنکھوں میں دُنيا ماتم کہہ ہو گئی۔ انہیں ہر چہاڑ طرف
سوائے گھٹا لوپ نارنجی کے روشنی کا کہیں نام و نشان بھی نہ نظر آیا تھے
پر بھی سود خوار ہمار جنوں کو اس کی حالت زار پر رحم نہ آیا۔ اُف! دُنيا کتنی
بے رحم ہے۔ غریب نے انا تھنی کی طرح زندگی بسر کرنی شروع کی کمخت اور ظلم
ہمار جنوں نے چھوٹے چھوٹے بچوں کی طرف بھی نظر زخم سے نہ دیکھا۔ ناش کر کے رہا انا تھنی کا گویا
دُنيا میں مکار صلاح کاروں کی نسبت سچے اہل درد۔ مددگار اور مہمی خواہ
بہت کم ہیں۔ جدونا تھ کی بیوی مدد کے لیے در بدر مانگ پھیل کر روتی ہیں
مگر اس بیچارہ کی بد نصیب کے آنسو پونچھنے کے لیے کوئی بھی بنا نہ ہو
اور نہ کسی نے جھوٹوں بات پر بھی۔ خاندان کے تمام لوگ آنسوؤں کی
دھارا بہانے لگے۔

لوہن بڑا لڑکا تھا۔ رائے گرام کے مادھو گھوش کی لڑکی جیننی کے ساتھ
اس کی شادی بہت کم سنی میں ہو گئی تھی۔
لوہن کے سرموت کی خبر پا کر آئے۔ لڑکی کی حالت دیکھ کر انہیں بہت متہ
پہنچا کر کیا کرتے موت سے کوئی بچا ہے؟ بہت گریہ و ازاری کی بد نصیبی سے
کچھ ان کی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ تاہم جہاں ملک ہو سکا مدد سے گریہ نہیں
کیا۔ کچھ زمین نماجن سے لگان پر دلوا دی۔ جو تنے بونے کے لیے تھوڑے سے
ردپے بھی دیدیے اس کے علاوہ کچھ ماہوار بھی دیتے رہے۔

لوہن کی عمر اس وقت پندرہ برس سے زیادہ نہ تھی جینش سیش
دانش اور بھی چھوٹے تھے۔ پانچ کوڑی صرف تین مہینہ کا شیر خوار بچہ
تھا جیننی کا نام کام لوہن ہی انجام دینا تھا۔ جینش بھی رفتہ رفتہ اس کی
مدد کرنے لگی۔ سیش اور دانیس بہت چھوٹے ہونے کی وجہ سے کھینٹتے

پھرتے تھے۔ اگر کسی کبھی بھائی کے لیے کھیت میں کچھ کھانے پینے کے لیے جاتا۔ اس وقت باپ کے سایہ سے محروم پانچ کوڑی بھائی کے محبت کے سایہ میں اپنی طفلانہ چالوں سے کیلنتا پھرتا تھا۔

اس طرح چند سال گزر گئے۔ مگر وقت نے پھر کوٹ بدل دی۔ لکڑیوں میں میرا بخار نے زور پکڑا۔ بہت سی ہستیوں کا بیگانہ جیات لبریز ہوا۔ اسی ناخوش موت کے سانچہ ہی نوین نے بھی سب کو ہمیشہ کے لیے رونا چموڑ کر اپنے باپ سے لینے کے لیے اس خرابہ کو بھر یاد کہا نوین۔ کی ناگہانی موت سے مظلوم و بے کس خانہ ان میں بڑا داؤد بنا چکا۔ ان کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ نوین کے سر پر کچھ ماہوار دینے تھے وہ بھی بند کر دیا۔ اور اپنی رک کی کو گھر لے گئے

پانچواں باب

گھر کا تمام بار جیتیش چندر پر پڑا۔ مگر روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے صرف جسمانی محنت اور کوششوں سے کام نہ چلا۔ نوین کے سر پر جو کچھ دینے تھے اُس سے کبھی باڑی کا کام چلا یا جاتا تھا۔ اب اُن کو لے لینا دینا بند کر دیا تھا۔ اس وجہ سے جیتیش کا کام نہیں چل سکتا تھا۔ مایوس اور سر آساں ہو کر جیتیش چندر نے اپنی ماں سے مشورہ کیا۔ باگھا غریب دن اچھی ساعت دیکھ کر کہنے لگے بیٹے پر دیس چلے جے۔

دائیش۔ اس وقت بارہ برس کا ہو چکا تھا۔ وہ گھوڑے کی چٹائی میں بیٹھ کے بچھڑی دت جو کھلتے ہیں ایک سوداگر کے یہاں ملازم تھے گھر آئے جیتیش کی ماں اُن کے پاس گئیں اور لجاجت آمیز لہجہ میں کہا کہ آپ کا اُن

نہ معلوم کتنے گئے تھے کھانے ہونگے۔ دانیس کو بھی آپ ہی سے جا بیسے اور دوا لاس اس کے لیکن پڑھنے کا کوئی بندوبست کر دیکھے۔ سمجھ ہی اس دن دانیس کو اپنے ساتھ لکھنے گئے اور ایک سکول میں داخل کرادیا۔ فیس معاف کرا دی۔ سسٹینش گھر کا کام کاج دیکھنے لگا۔ پانچ کوڑی کبھی نوکڑوں کے سکول میں پڑھنے جایا کرتا اور کبھی پرندوں کے پڑنے کی کوشش میں سرگرمی دکھاتا بڑے پڑھتا۔ اور اسے دماغ میں باندھ کر لوگوں کو ڈراتا۔

جسٹیش چندر ایک زمیندار کے یہاں کچھ دنوں تک تعلیم پاتے رہے اس کے بعد انہی کے یہاں چھ روپے ماہوار پر ملازم ہو گئے۔ اب جسٹیش چندر پانچ روپیہ ماہوار گھر بھیجے گئے۔ انہی پانچ میں کبھی باڑی کا کام چلانے لگے اس طرح چند سال اور گزر گئے۔

جسٹیش چندر رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے پچاس روپیہ ماہوار تک ترقی پا گئے اس کے بعد کچھ عرصہ گزرنے پر انہوں نے اپنی شادی کی۔ پھر جسٹیش کی شادی سے فراغت حاصل کی دانیس کی شادی کے لیے انہیں زیادہ تکلیف نہیں اٹھانی پڑی۔ دانیس اس وقت ایف اے پاس کر کے میڈیکل کالج میں داخل ہو چکا تھا اسوجہ سے ایک دو ہوانے اپنی لڑکی شانتی کی شادی دانیس کے ساتھ بچو بٹی کر دی۔

جسٹیش چندر کی دنیا اب بالکل مفلس دنیا تھیں کبھی باڑی میں معقول نتائج پیدا ہوتا تھا باغ میں پھل پھول اور مختلف ترکاریاں باغ میں پیدا ہوتی تھیں مالا مال کی پھلی اور پچاس روپیہ۔ اس طرح سب ملا جلا کر ان کی آمدنی گزرتے کے لیے کافی تھی۔ اسی درمیان میں نوین کی بیوی۔ جسنتی بھی سسرال جانے پر تیار ہوئیں۔ لیکن جسنتی کے باپ اسے سسرال بھیجے پر راضی نہ ہوئے

گرجنتی نے باپ کی باتوں پر توجہ نہ دی۔ اس نے کہا۔ انسانی زندگی یوں ہی جا رہی ہے۔ اس جب تک جیتی ہے اس وقت تک مجھے ان کی خدمت سے محروم نہ رکھو۔ میں ان کی خدمت کر کے اپنی عاقبت سدھاروں گی جنتی نے اگر تمام بار اپنے سر لے لیا۔

مغلی کے دیوانا ایک طرح پر جیش چند رکے گھر سے رخصت ہی ہو چکے تھے مگر افسوس ان کی جگہ زیادہ عرصہ تک خالی نہ رہ سکی۔ بہت جلد ہی وہ جگہ افلاس کی دہلی کے قبضہ افتدار میں آگئی کھیت کی پیداوار کم ہو گئی۔ اور وہ گھراٹھے ۶

کیڑا جب ایک جگہ سے پھٹ جاتا ہے تو وہاں پیوند لگانے سے وہ دوسری طرف سے پھٹ کر تار تار ہو جاتا ہے۔ کھانسی پینے کی تکلیف رفع نہ ہوئی۔ لڑکے بچے دنیاوی ذلت و کمیت کی آگ میں چر کر چلائے گئے۔

بیچاس روپے ماہوار کمانے والے شوہر کی بیوی شری مٹی شونیا لگنی دہلی سمجھتی تھیں۔ کمان سے زیادہ خوش نصیب عورت دینا بیس چراغ لے کر دھوٹے سے بمشکل ملے گی۔ اسی لیے وہ زعم میں آکر اپنی ناک کی نتھ کو جو ولایتی ہوتی اور سرخ آدینہ سے مڑتین تھی جس میں ولایتی پونڈ کا نصف سونا تھا وفتا وفتا گھر کے تمام لوگوں کے ارد گرد ہمت جوش و خروش سے گھاتی تھیں۔

منجھلی پہو جیش چند رکے بیوی تھیں۔ ابھی تک گمن کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ وہ سوچتی تھیں کہ وہ صرف دو آدمی۔ ان کے کھانے پینے میں خرچ ہی کتنا ہوتا ہے اس وجہ سے دوسرے کے ماتحت کیوں ہوں۔ مگر ان کے شوہر ناخیرہ کا رکھن ہیں۔ اتنا کام کرنے میں جب وہ اس قدر محنت شاقہ سے کام لیتے ہیں تو ان کی بیوی کی عزت کیوں نہیں بچاتی۔ کیوں گھر کے لوگ ان کی بیوی

کا حکم نہیں مانتے۔ اگر علیحدہ ہو کر ان کے شوہر اپنی کوششوں سے کام لیتے تو ان کے جسم پر زیور ہی زیور دکھائی پڑتا۔

دائیش کی بیوی کو ابھی دنیاوی جھگڑوں کی ہوا نہیں لگی تھی۔ وہ جو بن اور جوانی کے سحر پیکر میں ہلکورے لے رہی تھی۔ سولہ کھانوں سے سپورن تھی۔ پانچ کوڑی کی ابھی شادی ہی نہیں ہوئی تھی۔ مگر کے جھگڑوں سے وہ بھی آزاد تھا۔ جہاں روگ سوگ و رد و صلہ اور درد مند دل کی صدا ابیں اور موت کا ہنکا مہ یا شور و شر بپا ہوتا ہے وہاں لوگ دھرم کا خیال نہ کرتے ہوئے بغیر کھائے پیئے اپنی تمام طاقت صرف کر دیتا ہے۔ گاؤں میں جب سادھو منہ آتے ہیں تو وہ ان کے پاس جا کر بیٹھا رہتا ہے علی الصباح پرمان لگا کر وہ پرانا پیام سیکھتا ہے۔ جب ان تمام کاموں سے فرصت ملتی ہے تو شیشیش کو گود میں لے کر طرح طرح کے کھیل کڑیاں جہاں میں پھول شینے تھے شیشیش کی محبت میں پاگل بنا ہوا وہ وہاں ہی جاتا تھا۔ اور دل کھو کر پاک محبت کی ہماریں ٹوٹتا تھا۔ اس کا یہ سب کام اگرچہ فائیل اطمینان تھا۔ تاہم گھر کے لوگ زیادہ تر اس سے ناراض رہتے تھے۔

جو گھر بار والی ہیں جن کے بیٹے اور بہنیں گھر میں ہمیشہ اشانہتی میں بے اطمینان کی آگ جلاتی ہیں وہ سب جان بوجھ کر بھی اس آگ کو نہ بجھ سکتیں۔ اس کے دو سبب ہیں اول تو وہ کچھ مغرور ہیں۔ دوسرے دنیا کا اونٹ بیچ تہیں سمجھتی کون کیا کہتا ہے کون کسے بڑی تعلیم دیتا ہے کون کس طرف جا رہا ہے ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸

اور جس سے ناراض ہوتی ہیں اُسے رساتل پہنچائے بغیر نہیں رہتیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ گھر کے لوگوں کو انتقام کے رنجیدہ دل سے نہیں جھڑکتیں۔ جس گھر کی عورت منتظم نہیں ہے اس گھر کی حالت اس شوخ دیدہ نازنین سے مشابہ ہے۔ جو جوشِ جوانی میں اندھی ہو کر اپنا اور دوسروں کا ستیا ناس کرتی ہے۔

چھٹا باب

کاہنہ بختا۔ درگا پوجا کے دن تھے۔ موسمِ سیرما کے شگفتہ پھول کی کنوارے خوشبو ہوائی جہاز پر سوار ہو کر درگا پوجا کی آمد کے رقبے تقسیم کر رہی تھی۔ مادرِ ندرت شغالی کے بھولے لٹکا ہار زیب گوئے ہوئے خوشبو کے یار سے چٹٹی پڑتی تھی۔ پانی سے خالی بادل بے قابو و گرج گرج کر جوشِ سرسبز سے چکر کاٹ رہے تھے شبنم سے تریشتر شبنم موجِ شبنم اٹھلاتی ہوئی پتوں سے گئے مل کر نذرِ بیلے موسم کے راگِ الاپ رہی تھی جسک اور باغیچہ میں پھول۔ کھیتوں میں دکان اور دالاب میں مکمل و کوکا بلی کی لطیف خوشبو سے تمام گانوں متطہر و دھبہ ہورہا تھا۔

بنگال کے گانوں جھگوتی کے اتسو کے جوش میں سرمست ہو کر سال بھر میں ایک بار فرحت اثرِ زیبائش سے آراستہ ہو جاتے ہیں۔ اس مرتبہ بھی وہی ہوا چھٹ کے دن پر دسی مسافرینے گھر آ رہے تھے۔ ان کے نئے نئے لباس تھے۔ ہستی کے ایک نئے باب کا آغاز کر رہی تھی۔ گانوں کے درد و دیوارِ مشرت کی بلائیں لے رہے تھے +

چھٹ کے دن داییش شام کو گھر آئے چیش چندر دیہا ہی کو آئے تھے

دانش میڈیکل کالج کی آخری جماعت پاس کر چکے تھے اور مظفر پور کے گزری شفا خانہ میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر مامور ہو چکے تھے۔ پو جا کی چھٹیوں کے بعد وہ مظفر پور جانے والے تھے۔

کلتھ سے آتے وقت پردیس میں جو جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں وہ بھی ساتھ ہی لے آئے تھے۔ طبیعت خوش کرنے اور دل بہلانے کی خاطر ایک دوست سے ہارمونیم باج بھی عاریتاً لے آئے تھے۔

شام ہونے والی تھی گاؤں کے پو جا گر میں باجے بکھنے لگے تھے۔ دانش کا اسیاب ابھی تک گھر نہیں گیا تھا وہ بیٹھے ہوئے ہاتھ منہ دھو رہے تھے ہاں خرطہ محنت سے بیتاب ہو کر یار بار بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے بعد جتیش چندر ستیش چندر اور شچیش کو گود میں لے ہوئے پانچ کوڑی بھی آگیا۔ دانش نے بڑے بھائی کے قدموں کو بوسہ دیا پانچ کوڑی نے چھوٹے دادا کو پر نام کیا۔

دانش نے شچیش کو گود میں لے لیا اور پیار کرنے کے بعد ایک گٹھری کھول کر اس میں سے شچیش کے کپڑے بگڑتے اور مکھوٹے وغیرہ نکالے۔ لڑکا سب چیزیں ہاتھ میں لے کر چھوٹے کا کا کے پاس جانے کی کوشش کرنے لگا۔ دانش نے ہر چند اسے اپنی گود میں بٹھانا چاہا۔ مگر شچیش نے چھوٹے کا کا کے پاس ہی اکر دم لیا۔ تب پانچ کوڑی شچیش کو دہری کپڑے پہنانے لگا۔ جتیش چندر نے دانش سے کہا: تم اچھے تو ہو؟

دانش: ہاں اچھا ہوں مجھے ملازمت مل گئی ہے۔

جتیش: کہاں؟

دانش: مظفر پور میں۔

جیتیش چندر نے اتنی دُور

دائیش - میں اپنی مرضی سے ہی اتنی دُور جاتا ہوں؟

جیتیش - کیوں؟

دائیش - وہاں کی آب و ہوا نہایت صحت بخش ہے

نیش - حکیم میں ہمارے یہاں کی طرح طبر یا وغیرہ کا خوف نہیں؟

پانچ کوڑی نیش کو جو تاپہتا رہتا تھا تھے باندھتے باندھتے بولا - آپ کب اس

جائیں گے؟

دائیش - تو جا کے بعد ہی آکیوں؟

پانچ کوڑی - میں بھی چلوں گا؟

نیش - (منہ کر) ابھی بات ہے - وہاں سادھو سنیاسی بکثرت ملیں گے

پانچ کوڑی نے شرمندہ ہو کر گردن نیچے جھکا لی۔

جیتیش - تو اس میں ہرج ہی کیا ہے - نوکری کا سب ٹھیک ٹھکانہ ہو جائے

تو پانچ کوڑی کو لے جانا؟

نیش - وہاں جا کر یہ کیا کرے گا؟

جیتیش - دائیش کے پاس کچھ عرصہ رہنے سے اگر کسی قدر ڈاکٹری سیکھ جائے

تو چار پیسے کھانے کمانے کے لائق ہو جائے گا؟

نیش - جتنے کام ہیں - اُن میں سے ڈاکٹری بہت مشکل ہے؟

جیتیش - یہ تو صحیح ہے - مگر بہت سے حکیم - ڈاکٹر جنہوں نے نہ تو کچھ مطالعہ کیا

ہے نہ قاعدہ طور پر ڈاکٹروں کے پاس ہی کچھ سیکھا ہے خوب پیسہ کرتے ہیں اور

مریضوں کو بھی ان کی دوا سے صحت ہوتی ہے

اس مضمون پر پھر کسی نے اور کوئی بات نہیں کہتے میں پانچ کوڑی

کی نگاہ کپڑے سے ڈھکے ہوئے مارمونیم پر پڑی۔ دانیس سے پوچھتے لگا۔
چھوٹے دادا کیا وہ مارمونیم ہے؟
سنتیش۔ (فہمہ مارکر) ہاں مارمونیم ہے۔ ڈاکٹری کرتے جاتے ہیں نایاب
بجاکر مریضوں کو سنائیں گے۔

دانیس (ہنس کر) مارمونیم ہی ہے۔
پانچکوڑی نے اُسی وقت وہاں سے یاجہ اٹھایا۔ اور چرائی کی روشنی
میں اچھی طرح دیکھ کر کہا واہ! یہ تو نہایت عمدہ مارمونیم ہے
شچیش بول اٹھا چھوٹے کا کا مارمونی یاجہ!
پانچ کوڑی نے بائیں گود میں شچیش کو لے کر دائیں ہانچہ سے یاجہ کو دیا
اور وہاں سے باہر کی طرف چلا

دانیس لارکھ دے۔ پرائی چیز ہے۔ کہیں ٹوٹ نہ جائے
"ابھی بیٹے آنا ہوں گے" یہ کہتے ہوئے پانچکوڑی باہر نکل گیا۔ اس بھی اسی جگہ باہر بھی
ہوئی تھی۔ بولی یہ اتنا بڑا ہو گیا۔ مگر ابھی تک اسے بھلے بڑے کی تمیز نہ آئی تھی اب یہی
سوجھ رہا ہے۔

جنتیش چندر پانچکوڑی کو فی الحقیقت بہت پیار کرتے تھے۔ بولے وہ سب سے
چھوٹا ہے اسی وجہ سے سب کا ڈر لارہے۔ بڑا ہو گا۔ تو سب جان جائیگا تمیز و فضل
آجائے گی۔ دانیس ڈرنا نظر پور میں ہم جاؤں تو اسی کے ساتھ بھجودینگے
ماں۔ نظفر پور کیا پنکال میں نہیں ہے؟

جنتیش (مسکرا کر) نہیں
ماں۔ پھر کہاں ہے؟ ولایت میں ہے کیا؟ بھلا وہاں جانے سے ذات پانت
اور دھرم میں تو کوئی فرق نہیں آتا۔

جنتیش انہیں ہاں! منظر پورنگال میں ہی ہے یکم کی طرف بہت دور بھی انہیں ہے
پانچ روپیہ گریہ پڑتا ہے۔ دو دن کا راستہ ہے۔

ماں۔ کیا تنخواہ ملے گی؟

دائیش چندرنے جواب دیا۔ ابھی تو ڈیڑھ سو دیس گئے۔ مگر جلد ہی ترقی ہو جائیگی
ماں۔ ڈیڑھ سو تو کوا بھی لڑکا ہے تجھے ڈیڑھ سو کون دیگا۔

دائیش کو ماں کی اس بات پر بے ساختہ ہنسی آگئی۔ مگر کچھ بولے انہیں

جنتیش نے کہا۔ بڑا کھٹا ہے ہوسٹیا رہے۔ دیگا کیوں نہیں؟

ماں۔ (دخوش ہو کر) بھگوان تم لوگوں کی عمر دراز کرے۔ کلاؤ کھاؤ۔ مل جل کر رہو
ہی دیکھ کر میرے کچھ ٹھنڈا ہو گا۔ کل ست نارائن کا پرستار تقسیم کرنا ہو گا ٹھاکر جی
ہم سب کی رکھشا کریں۔

ساتواں باب

رات کا وقت تھا مشکل پیش کی چھٹے کا چاند عروب ہو گیا غما پوجا کی چل
پہل اور دھوم دھام سب کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ لوگوں کے شور و شہ سے
بھر پور کانٹوں میں خموشی کا تخت غما۔ سب سکھ کی نیند سو رہے تھے۔ مسافر اور
راستہ دونوں رات کے افس پر سکون ستاٹے ہیں خموشی کی گود میں آرام کر
رہے تھے۔ صرف بینوے درخت پر بیٹھے ہوئے چند پرندہ رہ کر بول رہے تھے
تیسے کبھی کبھی ام کی شاخ پر بیٹھا ہوا پیپہا بیویات کہو کہہ کہہ کر اپنی مشتاق
آواز سے اسی چڑانے افسانہ کی یاد کر رہا تھا۔ اور کوئل کا مان تولنے کی کوشش
میں سرگرمی دکھا رہا تھا۔ جو کہ روز اول سے جمع شدہ اثرات میں بھری

ہوئی تھی۔ ادھر دانیلش کی بے ترتیب خواب گاہ میں مارمونیہم کے سروں میں
بھاگ کا نغمہ نکل رہا تھا۔

کمرے کے اندر شیشہ کا پیپ جل رہا تھا۔ اور ہوا کے جمونے اپنے ساتھ
شفالکا کی ہڈے خوش اڑاتے ہوئے شام جان کو معطر کر رہے تھے۔
دانیلش بستر پر پڑے ہوئے مارمونیہم کے سروں میں چھوٹے چھوٹے ناہیں بدل گئیں
انکھیاں لگے سجھارے تھے ان کے پاس ہی شانخی ایک خوبصورت و باریک جلد
میں گلاب کی نوخیز کلی کی طرح منہ پیٹے ہوئے پڑی تھی۔

دانیلش چند رنے بجاتے بجاتے جب بیوی کے منہ سے اپنے بچانے کی تعریف
دُسنی اور داد پائی۔ تو بچانا بند کر دیا اور شانخی کے منہ سے وہ چادر کھینچ لی
شانخی مسکرا کر اٹھ بیٹھی باوجود مخالفت کے ایک جھونکے سے نیلگوں بادل ہٹ گئے
بست کی پورنماشی کا چاند بادلوں کی قید سے آزاد ہو گیا۔ زونجی دانیلش کی گستاخی
کم نہ ہوئی۔ شانخی ذرا مسکرا کر اٹھ بیٹھی۔ اس مسکراہٹ میں بے خصل نزاکت
اور ملاحظہ تھی۔ وہ معجون حُسن جو دل کے لیے نہایت طراوت بخش تھا۔ دم بھر
کے لیے شباب کی آغوش پاکر جوش زن ہو گیا شانخی کے سادہ لباس میں زونجی شباب
کی ملاحظہ اس کے ارد گرد بڑی نمکنت کے ساتھ جسم کے تمام اعضا میں خوبصورتی کے
رہس سے بھر پور ہو کر طرح طرح کے جوش دکھا رہی تھی۔

دانیلش چند رو مسکراہٹ کی اس دلفریب جھلک نے منوالا بنا دیا۔ مگر
وہ حُسن دلاورینہ ان کے دل کے اندرونی حصوں کو تیر کی طرح نہ چھید سکا۔ اس
حُسن کو دیکھ کر وہ ذرا دیر کے لیے بخود ہو جاتے تھے۔ مگر دل کے اندر جو غیر
آسودہ روح پوشیدہ ہے وہ خشک کلی کی طرح مڑ جھا جاتی تھی وہ دل
ہی دل میں کہتے۔ اتنا حُسن۔ اتنی آب و تاب۔ ایسی دلفریب ملاحظہ !!

مرکزِ افسانہ۔ اس میں ہنر اور ناز و انداز کا نام نہیں ہے۔
 دانیلش نے ہنر کا معیار صرف ہمت ہی تھا۔ ناول پڑھنا۔ شعر کہنا کو پریٹ
 مینا اور مار موہیم سمجھتا تھا۔ محبت کے دس میں ڈوبا ہوا خط لکھنا۔ غرضیکہ سب سے جانتے
 ہر وقت محبت کے خواب دکھنا گاؤں کی ہندو خیالات میں پرورش پائی ہوئی
 لڑکی نے یہ سب سیکھا نہیں اور نہ شرم و جیا سے کبھی یکسو کی ہمت ہی کی ہے۔
 شائنی۔ اٹھ کر بیٹھ گئی دانیلش نے اس کا مجھڑا پکڑ کر کھینچا۔ وہ کھل گیا اور
 چوٹی کالی ناگن کی طرح پیٹھ پر لہرا لہرا کر بل کھانے لگی۔ کھم کے پھول ذرا
 سی حرکت سے بکھر گئے۔

شائنی نے پھر اسی دلفریب مسکراہٹ کی جھلک دکھا کر کہا: یہ کھینچا کھا پنچ
 کیوں؟
 دانیلش چند رہی ہنسے۔ اور کہا: تم ہمارا بایہ کیوں نہیں سنتی نئی نوکیلا کان بند
 کئے تھی؟

دانیلش چند رہنے سچیدگی سے کہا: تم تو گانا سہتی ہی نہیں؟
 شائنی ہنسی ہنسی کی شعاع اس مرزئہ کسی قدر زیادہ مٹتی ہنستے ہنستے بولی: اسی
 وجہ سے تو سنتی نہیں؟

دانیلش: یہی تو مجھے دکھ ہے انسان کو تھوڑی سی دسترس ہر فن میں
 ہونی چاہیئے۔

شائنی: کیوں؟ اس سے کیا ہوتا ہے۔
 دانیلش طبیعت خوش رہتی ہے۔

شائنی: کیوں
 دانیلش اب یہ تمہیں کہہ کر سمجھاؤں۔ موسیقی۔ شاعری اور سائنس یہ سب

کشفہ رُسترت بخش چیزیں ہیں۔ یہ تم کیسے سمجھ سکتی ہو یا کیونکہ تم بالکل جاہل ہو
مکان دھونا۔ اسے آراستہ کرنا۔ کھانا پکانا۔ ٹھکانہ گرجی کی پوجا کرنا
آپ کے بیٹے پان بنانا۔ اور پھر آپ کی خدمت کرنا۔ یہ سب عورتوں کے بیٹے
کشفہ رُسترت بخش ہیں اسے آپ کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ اں اگر آپ نے بھی عورت
کا جنم پایا ہوتا۔ تو سمجھتے !

”تم قطعی جاہل ہو۔ اسی وجہ سے ایسی باتیں کہتی ہو
شریمان بڑے پنڈت ہیں۔ اس وجہ سے ایسا فرماتے ہیں +
عورتیں کب انسان نہیں ہیں۔ مرد و عورت کی عقل یکساں ہوتی ہے
اگر عورت میں تعلیم پائیں۔ تو وہ بھی مردوں کے ہمسرہ ہو سکتی ہیں
شانتی کھلکھلا کر منہس پڑی۔ اس کی ہنسی روکے نہ روکی۔ تعلیم کی روشنی
سے منور و انیش کو یہ بے عمل ہنسی نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔ شانتی نے منہ ہونے
کہا۔ نہیں نہیں۔ جس عقل سے عیش و عشرت کا لطف بڑھتا ہے وہ خاصیت
عورتوں میں نہیں ہوتی

دائیش چیں برجیں ہو کر بولے تمہاری سمجھ میں وہ خواص کیا ہے؟ شانتی کی
اب بیک نہیں مڑی تھی۔ ہنسنے ہوئے بولی ”موچھہ“
دائیش کو خوب غصہ آگیا۔ غضب ناک لہجہ میں بولے ”یہ تعلیم نہ پانے کا نہیں
موچھہ گونپ“ بھی کیا کوئی خاصہ ہے؟

شانتی نے اسی خندہ پیشانی سے ہنسنے ہنسنے جواب دیا۔ ”تم لوگوں کے
شاستر کے مطابق جب یہ ایک خاصہ نہ ہونے ہوئے بھی عورتوں کے بیٹے نہیں
ان لوگوں کے دلوں میں تمہاری طرح عیش و عشرت کی خواہش بھی نہیں ہے؟
دائیش تمہاری باتیں بے سر یہیر کی ہوتی ہیں۔ سب مرد بھی تو تعلیم یافتہ نہیں۔

دیکھو نا ہمارے دیس کے برہمن اور پنڈت وغیرہ بلاس یا سنا کو دوڑا کر
کی خواہش کرتے ہیں +

دانیل بہت چڑھے۔ بات بدلنے کے لیے بولے۔ میں پوچھا ختم ہونے کے بعد کچھ چلا
جاؤنگا تم کیا کرو گی؟

• ہتھے ہوئے پانی کی روانی جس طرح یکا یک باندھ باندھ دینے سے رک جاتی
ہے۔ اسی طرح شانتی کی آہنی کاسہ نا بھی یکا یک ٹک گیا۔ شوہر کے منہ کی طرف ساکن
لنگا ہوں سے دیکھتے ہوئے بولی کہ پوچھا کے بعد ہی جاؤ گے؟
دانیل۔ ہاں۔

شانتی۔ اور مرتبہ نو پوچھا کے بعد بھی بہت دنوں تک رہتے تھے؟
دانیل۔ پہلے جب تک کالج بند رہتا تھا۔ مگر اب نو نو کو مری ہے۔ اب کیسے رہ سکتا
ہوں تم میرے ساتھ چلو گی؟

• شانتی۔ ہرج کیا ہے؟ اگرے چلو گے تو کیوں نہ جاؤں گی؟
دانیل۔ اس جواب کے مطمئن نہیں ہوئے۔ انہیں اُمید تھی کہ اس سفر کے موقع
پر درود ہجر کا رقت اثر اور چیر سو نہا ملک ہو گا کتنی ہی سرد آہیں بھری جائیں گی

سور و گداز کی کتنی ہی باتیں سننے میں آئیگی۔ پر دیس میں ساتھ لے چلنے کے لیے کتنی
ہی خوشامدانہ تقاریر ہوئیگی ساتھ لے چلنے کے لیے خود کشی کا خوف دکھایا جائے گا
مگر اس جواب سے ان کی تمام آرزوؤں پر جیسے اوسس پڑ گئی شانتی تے ذرا سی بات

کہہ سکتے تھے افسانہ کا خاکہ کر دیا۔ دانیل کے لیے یہ جواب کسی طرح تسلی بخش
نہا سبب نہ ہوا۔ بھلا یہ بھی کوئی جواب ہے؟ لے چلو گے تو چلوں گی۔ چھوڑ جاؤ گے
نہیں رہوں گی۔ جو تھماری مرضی اسی میں خوش ہوں۔ تمہیں جس میں سہولت ہے

ہو۔ میں بھی وہی چاہتی ہوں۔

انٹرنیشنل ایسوسی ایشن نے اس سیدھے سادھے دل اور اس لائقانی و لامحدود محبت کی قدر و قیمت نہیں جانتی وہ چھوٹی سی ندی کا بہتا ہوا پانی ایسے غصا بلکہ پے پاموں سمندر کا تسکین بخش اور حیات بخش آبِ رواں تھا جو معمولی سورج کی گرمی سے خشک نہیں ہوتا۔ جسکو معمولی ہوا کا ہونیکا ہلا نہیں سکتا۔

شائستگی۔ جانتی تھی کہ شوہر دیوتا ہیں وہ اپنے فرائض کی تکمیل میں جو کچھ مناسب سمجھتے ہیں اسکو اچھا سمجھتے اور ت کا دھرم ہے۔ شوہر کی محبت کوئی بازار کی سودا نہیں۔ جو ہر شخص کو دکھائی جاسکے شوہر کی محبت محض جسمانی میل ملاپ کا نام نہیں۔ برہمنی مٹی بانیوں کرنے کے لئے نہیں رہے۔ گردانیش یہ نہیں سمجھ سکے۔ انہوں نے سمجھا کہ یہی گناہ۔ غیر تعلیم یافتہ عمر سنت ان سکے جیسے تعلیم یافتہ کے خیال ہرگز نہیں اس غلطی میں پڑھ کر کہتے ہیں۔ اپنے پانوں آپ کا راری ماری۔ دنیا ناس ہو گیا۔ دانیش کا بھی ہو گا یا نہیں یہ یہ ایشور جاتے!

دانیش اگر سمجھ سکتے ہیں پان سکتے۔ تو انہیں معلوم ہوتا کہ جیسے شروع موسم بہت کے دنوں میں شام کے چھٹے میں ہوا سایہ کی طرح جینہ میں متوالی ہو کر چلتی ہے۔ اسی طرح شائستگی کا دل محبت کے بوجھ سے آہستہ آہستہ کانپ رہا ہے۔ اس کی کی نیم باز آنکھوں میں ایک لطف آمیز شہری سواد ہے۔

آنکھوں کا آب

سچائی کے دن علی الصبح باجوں کی شہیلی اور دلکش جھنگروں سے تمام گاؤں گونج اٹھائے تھے۔ دلفریب پیر کے پہنے لڑکی لڑکوں کی جماعت کی جماعت ٹھاکر جی کے دانش کے بے پڑھا مند کے طرف بڑھ رہی تھی۔ چارہ ہی تھی۔ شجیش

کو اچھی طرح کپڑوں لٹوں سے سما کر پانسے کو ٹری اپنی گود میں لے کر منہ رکھ کر ف
چلا۔ جیتیش چندرنے بیوی سے کہا: اگر زردہ را۔ تو لڑکا نہایت صاحب اقبال ہوگا
بڑی بہوش کر کے بولیں۔ لڑکے ہی صاحب اقبال اور انسان ہوتے ہیں۔ کبھی گھوڑے
گدھے کو ہونے نہیں +

۔ جیتیش چندر کو بھی سنسی آگئی ہنسنے ہنسنے بولے وہ بات نہیں۔ انسانوں کی طرح انسان
ہوگا۔ رکھنا چڑھنا سیکھ کر چار پیسے کما سکے گا +

شوینا گمنی دیوی منہ چڑھا کر بولیں۔ اپنے لڑکے کو دیکھ کر سب ایسی ہی اُمیدوں
کے فیلے بناتے ہیں۔ مگر بہت کم لوگوں کی اُمیدیں اور جوہنے پورے ہونے ہیں بخر ہو
اس مرتبہ جیسے جیتیش کے بیٹے روپیہ رکھا ہے اسی طرح ہر چہنے رکھنا۔ کہیں بچوں نہ جانا
میرے سچیش کا خیال رکھنا۔ آج کل جیسے بڑے دن آٹے ہیں اور زمانہ کی حالت
جیسی نظر آ رہی ہے اس سے کسی سے کوئی اُمید رکھنا سر نہ ادا رہی ہے۔

مرچہ کا کر جیتیش چندرنے کہا۔ میں جو کچھ لایا تھا۔ وہ سب اٹھارہ سے سولہ
کر چکا۔ اب میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔

شوینا گمنی انہیں ضرورت ہی کیا ہے۔

دائیش کیوں ضرورت کیوں نہیں؟ ابھی کپڑے وغیرہ خرید رہے ہیں۔

شوینا گمنی کپڑا تو ایک جوڑا ہے +

جیتیش۔ ایک سے کیا ہوتا ہے؟ اس کے علاوہ ابھی کسی کو کچھ دیا یا نہیں۔ راما
کی ماں کو مرسال ایک کپڑا دیا جاتا ہے اس سال بھی دینا ہوگا۔ وہ بھی اب تک نہیں
انہیں خرید لیا +

شوینا گمنی سوئیں کیا کروں؟ مجھے جو کچھ دیا ہے اس میں سے ایک پیسہ بھی پاتاؤں
وہ میرے چھیش کے کھانے میں جمع ہو گیا +

جتیش - اس کہنے سے کام نہیں چلے گا نین سو روپے ہیں من میں سے دو سو تم رکھو نیا کھنچو دیدو۔

شو نیا کھنچی - ایک پیسہ بھی نہیں

جتیش - تو یہ کام کیسے کر چلیں گے ؟ دوکان دار کو دینا ہے ۔ کٹو کے تیل کی قیمت دینی ہے ۔ زمینداری کا لگان ابھی تک باقی ہے ۔ یہ سب کہاں سے دیا جائیگا اسکے علاوہ کچھ جا کے دن ہیں ۔ خزی کے پٹے بھی کچھ چاہیئے ۔ اگر سو روپے دیدو

تو اسی میں یہ تمام کام نیٹ جائیں گے گا

شو نیا کھنچی - اب تو سب روپے مجھے کیوں دیدیئے ؟

جتیش - یہ تو کوئی بڑا قصور نہیں کیا ؟

شو نیا کھنچی - زوجے اب زیادہ نہ جلاؤ ۔ میں ایک پیسہ بھی نہیں دوں گی ۔ نہیں دوں گی

جتیش - اور یہ تمام خوج ؟

شو نیا کھنچی - کیا خوج ؟ کھیت میں دھیان ہو اے اسے مع ڈالو

جتیش - کھانے پینے کا خوج کیونکر چلے گا

شو نیا کھنچی - یاد دجیان ہو گا یا

جتیش - نئے دھان سے سال بھر کا کام کیونکر چلے گا ؟

شو نیا کھنچی - تمہاری سبھ پر پتھر پڑے ہیں سب کا خوج تمہیں اکیلے برداشت کرنا

دھان بیچ کر کام چلاؤ ۔ تمہارے چھوٹے بھائی ڈیڑھ سو کے نوکر ہوئے ہیں نہ ہو

تو انہیں کے روپے سے چاول خرید لیتا۔

جتیش چند رکچہ اور کہنے والے ٹھکے ۔ مگر بیوی کے غصے کا پارہ حد اعتدالی

سے زیادہ دیکھ کر کہنے کا حوصلہ نہ ہوا ۔ چپ چاپ باہر چلے گئے ۔ وہ سمجھ گئے کہ بیوی

سے لڑنے سے ایک کوٹری بھی منی مشکل ہے ؟

نواں باب

باہر

جا کر دیکھا۔ تو کھوٹی سی بیٹھی ہوئی تھی۔ ادھر مالکن نے کہا بیگیا۔ کہ
کھو کا حساب بے باق کر دیا جائے جیش چند رنے کھو کا حساب
کیا نوگیا رہ روپے نو آئے نکلے اچھا کل لے جانا۔ کہ کر جیش چند رنے اُسے
ٹال دیا اُسکے جائے کے کچھ دیر بعد ہی گوالن دودھ کا حساب لیکر آئی۔ اُس کے
پائیس روپے آٹھ آئے نکلے نئے۔ اُس کو بھی کل لے جانا، کہ کر ٹالنا تھوڑی دیر
بعد بنیا آیا۔ اُس کا روپیہ سو کے لگ بھگ تھا پھلی والی آئی۔ دھو بی کیا۔ کھار
آیا۔ مگر جیش چند رنے سب کو اسی طرح ٹال دیا۔ ٹال تو دیا۔ مگر چو جا کا موقع تھا
اسوقت سب کو دے بغیر کام نہیں چلتا۔ جو کچھ دائے تھے وہ شونیا گئی دیوی ہرپ
کر گئیں۔ اب کیا نہ پیر کیجائے اسی غور و فکر میں جیش چند ر اپنے کمرے میں
بیٹھے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی بیوی پر بہت غصہ آتا تھا۔ مگر جب شونیا گئی دیوی
کی مایا موہ کا خیال آتا۔ تو تمام غصہ کا فور ہو جاتا تھا۔

عین اسی وقت بیٹش نے کسی کام سے اُس کمرے میں قدم رکھنا شروع
کے بھائی کو اس طرح معنوم و منتفک دیکھ کر بوسے۔ کیا آپ کی کچھ طبیعت خراب ہے
ایک روکھی چھکی ہنسی ہنس کر جیش چند ر نے کہا: "نہیں لڑا"

سنبتش۔ تو پھر آپ استفادہ متفکر کیوں نظر آ رہے ہیں
جیش چند ر۔ کیا کہوں بڑی فکر میں ہوں۔ اس مرتبہ ایک پیسہ بھی نہیں لاسکا
اور لوگوں کو یہ کہہ کر ٹال دیا ہے۔ کہ کل دو لگا۔ اب یہ فکر ہے کہ کل وہ آئیں گے
تو کہاں سے دیا لینگا

ستیش - ہاں فکر کی بات تو ضرور ہے۔ مگر تدبیر
 جتیش - پوچھا کے دن ہیں۔ کہیں سے قرض بھی نہ ملے گا۔
 ستیش - ہاں قرض نہیں مل سکتا ہے
 جتیش - دھان کس قدر ہے؟
 ستیش - پیچھے لگا گیا ہے
 جتیش - مجبوری اور بے بسی کی حالت میں ہی کرنا پڑے گا دوسری کوئی تدبیر
 ہی نہیں ہے +
 ستیش - تقریباً سو روپے کے ہونگے +
 جتیش - بیا دھان ہو گا۔
 ستیش - اگر کالک میں بارش ہو گئی تو چار پانچ ہینوں کا خرچ چل جائیگا
 جتیش - جو نصیب میں ہے وہی ہو گا۔ اب کل صبح ہی دھان بیج ڈالنا چاہیے
 ستیش - اگر آج شام تک ہی کوئی لینے والا مل گیا تو آج ہی بیچ دوں گا +
 جتیش - ٹھیک ہے کل ان لوگوں کا روپیہ دے ہی دینا چاہیئے +

دسواں باب

کے دن پوچھا منہ رے نیوتے میں عورتیں میلائی گئیں۔ بڑی ہنسی چھٹی
 اسی ہنسی سے کہیں کوئی نہ ہو گئیں۔ منجھلی ہنسی نہیں جانی گئی +
 نہ جانے کا سبب کسی کو معلوم نہیں ساس نے جا کر بہت سچا یا۔ سماگن عورتوں کو
 ہنسی کا صاف شاد نہ کھانے سے پریشانت ہوئے کا فربہ بھی دکھایا مگر ہر کسی
 طرح جانے پر رضی نہیں ہوئیں۔ تب جیتی نے کوشش کی مگر وہ بھی نہ سود

نہایت ہوئی۔ اسے میں گھر کی خادہ نہ نشانہ آئی۔ اس نے بھی منجھلی پٹو کو سمجھایا
بجھایا۔ مگر کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ وہ بھی ماراں کر الگ ہوئی۔ مگر نہ جانے کی اصلی وجہ
جان گئی۔ اس نے کہا: کہ اچھے زیور اچھے کپڑے نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے
بہو رانی نہیں جانیگی۔

جینتی۔ ہائے بھگوان! یہ کیسی بات، باجوں کے پاس اچھا کپڑا اور اچھا زیور
نہیں ہونا وہ کیا بیونے نہیں جانتی۔ چاند بہن! سدا یہ دن نہ رہیں گے۔ زیور
بھی ہو گا کپڑے بھی ہونگے اور کپڑے زیور کیا بھی کے پاس ہوتے ہیں بہ سال بھر
کا نیمہ رہے۔ ایسا نہیں کر کے چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح، چھٹ کر سمجھ لی ہو نہ
سے بولیں کہیں ری سمجھ سے یہ بات کس نے کہی دن دن کو سر پر پڑی جاتی ہے
نشانہ خاموش رہتے ہی میں مصحت نکلی۔ اس بے سسنا نکلیا

بڑی ہو نے کہا۔ تو پھر کیوں نہیں جلتی ہا

منجھلی بہو کے منہ بنا کر جواب دیا۔ میری مرضی!
بڑی ہو۔ تیری مرضی بھلے گھر کی ہو اگر اپنی مرضی پر چلے گی تو کبھی نہ ہو
منجھلی بہو۔ نہ بنے گا تو نہ بنے۔

بڑی ہو۔ وہ سنیں گے تو کیا کہیں گے؟

منجھلی۔ بہو۔ کہیں گے کیا ہا کہیں گے تو سنیں گے بھی!

جینتی۔ بولی منجھلی بہو۔ یہ کیا ہا وہ تمہارے چھٹے ہیں۔ انہیں کوئی ایسی بات
کہتا ہے۔

منجھلی بہو۔ میں کسی کے آپدیش کی ضرورت نہیں!

جینتی۔ نہیں ایسا نہ کہو۔ تم کیا کوئی دوسری ہو۔ تم جو بات نہ سمجھو گی۔ ہم سب اسے
سمجھا بیٹے۔ اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو تمہیں دیا میں گے بھی تم ہمارا چہرہ دلی بہن کے

برابر ہو۔

مبغضی ہو۔ میں سب جانتی ہوں۔

جینتی! پھر جان کو جو کر ایسا کیوں کرتی ہے۔

مبغضی ہو! کیا کرتی ہو

جینتی۔ پاگل پن!

مبغضی ہو! پاگل ہوں۔ اس لیے پاگل پن کرتی ہوں

جینتی۔ خیر! پاگل ہی اسی! جا اب کڑے پہن لے۔ جلد جا۔ وہ سب کھڑی ہیں۔

مبغضی۔ میں نے تو کسی سے کھڑے رہنے کی درخواست نہیں کی

جینتی۔ تو نے تو نہیں کہا۔ مگر وہ سب تجھے چھوڑ کر کیونکر چلی جائیں۔

مبغضی ہو۔ اپنے پیروں سے!

چھوٹی ہو کو ہنسی آگئی۔ ہنستے ہنستے بولیں اور بڑی ہو بھنہا رے کندھے پر

پڑھ کر جانے کے لیے کھڑی ہیں۔

چھوٹی ہو (شانہتی) باتوں پر سب کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔ صرف بڑی ہو منصفہ

میں بھری ہوئی بشریت کی طرح گرج کر بولیں۔ چھوٹے گھر کی طرح اور اس قدر

گھٹن! ابھی تو ختم کی تو کیری بھی نہیں لگی۔ پھر پڑ جائیں گے پتھر!۔

جینتی (چونک کر) رام رام! کوئی ایسی بات بھی کہنا ہے۔ ایک جیسی روشنی

کی طرف ہم لوگ منہ پھیلائے دیکھ رہے ہیں۔ اگر مانتا دُرگاکا کی کرپا ہوئی تو ہم سب شرمی

ہوئے۔

بڑی ہو۔ جو ہوگا سو ہوگا۔ مگر میں کسی کا غور نہیں دیکھ سکتی!

جینتی۔ گالی دیا ہو۔ تو اسی کو دو۔ جڑا پکڑ کر کھینچا۔ تانی کیوں کر نہی ہے۔

انہی دیر میں چیش کو بیٹے ہوئے چاروں بھائی بنو نہ کھا کر لوٹ آئے جینتی سن

نے نشا ر سے کہا۔ سب ابھی کھڑی کیوں ہیں جاتی کیوں نہیں!
 نشا ر۔ بھٹی بھٹیں جاتیں۔ اسی سے کوئی نہیں جاتا
 جیتیش۔ وہ کیوں نہیں جاتیں؟
 نشا ر۔ کیا جانے باؤم گریب آدمی یہ سب کیا جانتا ہے
 جیتی نے کہا۔ آج کل کی بھو بیٹیوں کی مایا جانا بہت مشکل ہے۔
 ستیش۔ چند رگھر کے اندر گئے۔ بھٹی بھٹیں ان کے پاس پہنچیں جیتیش چند باہر
 چلے گئے۔

شچیش۔ چند ر پانچ کوڑی کی گود میں تھا۔ جیتی نے شچیش کو پیار کر کے کہا بیٹا
 بیوہ کھا آیا تھا۔ گرجی دیکھتے تھے ہ کیسے تھے بیٹا
 شچیش نے اپنے چھوٹے چھوٹے دانت باہر نکال کر آنکھیں چڑھا لیں سب
 ہنس پڑے۔

جیتی نے پکار کر کہا۔ ستیش! بھو کو پیچھو بڑی دیر ہو گئی
 تیش نے جواب دیا وہ نہیں جائے گی۔

جیتیش۔ مائے بھگون! اٹھٹی کے دن سہاگن بھو پر شاد نہیں کھائے گی
 ستیش۔ (غصہ ہو کر) سہاگن بدھوا ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ ہمارے بھی جان
 چھوٹے اور اسے بھی چھٹی مل جائے
 جیتی۔ رام رام کوئی ایسی بات کہنا ہے۔

بالا نر۔ مجبور ہو کر بڑی بھو اور بھوٹی بھوٹا ر کے ساتھ چلی گئیں جیتی گھر کے کمر
 میں مصروف ہوئی پانچ کوڑی شچیش کو نیکر باہر کے کمرے میں چلا گیا۔

گیارھواں باب

کے چلے جانے پر سببیش چند نے اپنی بیوی سے کہا۔ جو ہو مگر تم بھی

سبب بھلی نہیں ہو۔

منجھلی بہو کا منہ مار سے غصہ کے لال ہو رہا تھا۔ شوہر کی یہ بات سن کر کچھ کبیدہ خاطر ہو کر پولیس پر مان صلی نہیں ہوں۔ مگر مجھ میں ہیں ہی بڑی ہوں نہ بیٹے بھید و تم اچھوں کو بیکار ہو

سببیش۔ میں کہاں مسجدوں۔ تمہاری جو مرضی ہو۔ کر ویا

منجھلی بہو۔ میری قسمت ہی چھوٹی ہے۔ جو سب بچے دیکھ دیکھ کر چلتے ہیں۔ رام کس میں مر جاؤں۔ ہے بھگوان باتم بچے اٹھا لو۔

منجھلی بہو کی بڑی بڑی آنکھوں سے آنسو نکلے گئے۔ بیوی کے آنسو دیکھ کر سببیش کا دل بہت ہی دکھی ہوا۔ کچھ نرم ہو کر دروازہ کھینچا۔ میں بوسے کلم بڑی نا جھم ہوئے
منجھلی بہو۔ جسکی قسمت چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔
سببیش۔ سب بیوتے میں گئے۔ تم کیوں نہیں گئیں؟
منجھلی بہو۔ کیا میں نشانہ رہے بھی گئی گئے ہی ہوں!

سببیش۔ یہ کیا۔ اس کا کیا مطلب؟

منجھلی بہو۔ نشانہ اچھے کپڑے پہن کر آئی اور میرے پاس ایک بھی اچھا کپڑا نہیں
سببیش۔ تو اس سے کیا بات اس کا دلایا ہے۔ تمہارا بیسی!

منجھلی بہو۔ اور منجھلی بہو چھوٹی ہوئے پاس بھی تو اچھے کپڑے ہیں۔
سببیش۔ دادا نے اس میں تھوڑی سی غلطی کی۔ تمہارا سہ اور چھپوئے بہو کے لیے

ایک طرح کا کپڑا لاتے۔ اور منجھلی بٹوے کیلئے کسی اور طرح کا خبر کپڑے کا کیا باکپٹے
تو سب بل رہیں۔

منجھلی بٹوے میرے ہاتھوں میں تین چوڑیاں رہ گئیں اور وہ بھی ٹوٹی ہوئیں
کسی نے انکے اٹھا کر بھی انہیں دیکھا۔ مگر چھوٹی بہو کو پاس نئی چوڑیاں تھیں پھر
بھی ایک سٹ اور آگیا۔

ستیش - وہ تو منجھلے دادا نہیں لکے۔ بڑی بٹوے دی ہیں
منجھلی بٹوے۔ کسی نے دی ہوں۔ مگر جانتے ہو کیوں دی ہیں

ستیش - ناہ
منجھلی بٹوے۔ اس کا شوہر پڑھا لکھا ہے۔ اور ڈیڑھ سو ڈالروں کا نوکر ہو گیا ہے
اسی سے۔

ستیش - اس میں تو ہمارا ہی بھلا ہے !

منجھلی بٹوے۔ ہوں ! تمہاری سمجھ لکھی ہی ہے بھلا ہے۔ کیسے بھلا ہے یا
ستیش - جیسے جیسے بہت سے روپے بچے گا۔ اس سے ہمارا سارا بھی طرح چلے
گا دھکے دوڑ ہو جائے گا۔

منجھلی بٹوے۔ میں سمجھے گا اور تمہاری کمائی کیا ہو نہی چلی جایا کرے گی۔ رات دن محنت
کر کے کم کر کے دیتے تھے اسے بغیر منہ بنا سے نہیں لیتے۔

ستیش - یونہی کیوں چلی جایا کرے گی کیا اس جرنیل دھان کم ہوا اس دن
حساب لگایا تھا۔ تمام خرچ نکال کر سو روپے بچے ہیں۔

منجھلی بٹوے۔ پھر اس سے تمہیں کیا بہ رات دن ہڈیاں ٹوڑ کر جو کھیتی کرتے ہو۔ اس
میں کون سا بڑا کام پایا۔ اور اس دھان میں سے تمہیں بھی ایک پیسہ ملا جس سے
یہ تم نے اپنا خون پانی ایک کر دیا۔ پر دیس سے کتنا روپیہ آیا کتنا خرچ ہوا اس

کس قدر حسد و قہر میں گیا یہ کسی نے نہ پوچھا اور تم سے کوڑی کوڑی کا حساب پوچھا جاتا ہے۔ اتنے پر بھی ایک پیسہ خرچہ کو نہیں ملتا۔ سب کی باتیں منٹے منٹے کیلئے پک گیا۔ اس گھر میں بھیکو اور تم ہیں۔ نشانہ اور مجھ میں کوئی فرق نہیں

بست رات کے بادلوں سے خالی صاف شفاف آسمان میں یکا یک چاروں طرف سے سیاہ یا دل ٹھہر گزرتے ہوئے دکھائی دیتے گئے تیش کے سرخ گالوں پر کسی قدر سیاہی کا سایہ پڑا۔ مگر بھلی بھوکو اس سایہ کی جھلک بھی نہ دکھائی دی تیش چند ذنانت آمیز لہجہ میں بولے سب معلوم ہے مگر دن ہمیشہ ایک سے نہیں ہتے ایسہ رک کر پاپا کو تو موقع ملے پر کچھ روپیہ جمع کرونگا۔ ابھی کیا ہو سکتا ہے۔ جب ایسہ رہا ہے گا بھی ہو گا۔

بھلی بھونٹہ بچلا کر بولیں۔ مزدور کو بھی موقع نہیں ملتا۔

بارہواں باب

نوج نہیں ہوئی۔ تم کیوں اٹھ بیٹھے؟

ابھی بڑی بڑی اُودا اس اور در بھری نگاہوں سے شوہر کے چہرہ پر ملکٹی لگائے ہوئے چھوٹی بیٹوں نے یہ بات کہی۔

دائیں چند رنے کہا تو تم کیوں اٹھ بیٹھیں؟

صبح قریب ہونے کی وجہ سے چراغ کی نورانی روشنی ذرا مدہم پڑ گئی تھی نیم سحر کی آواز اثر جھونکے نہ ادا ہے رہے تھے شفا کی کنیریں ہلکے گونگ کی گونگ پیسیا کی ہونک اور شیا مکی چپک سے پتہ لگتا تھا کہ شفق پھوٹنے میں آتھوڑی

ہی دیر سے +
 چھوٹی ہو اسوقت بڑے کام میں لگی ہوئی تھیں۔ کیا کام کرتی تھیں؟ یہ کچھ کہا
 نہیں جاتا۔ صبح کی گاڑی سے دانیشر کچھم جائینگے۔ اُن کا اسباب وغیرہ غلام
 کو ہی بندھ چکا تھا مگر پھر بھی چھوٹی بہو کے بیٹے بہت سے کام پڑے تھے کتنی
 رات رہے وہ اٹھی تھیں۔ اس کی خبر دانیشر کو نہیں تھی۔ وہ بیگ اٹھا کر
 ادھر سے ادھر کو رکتی تھیں۔ کبھی شوہر کا جو ٹاکٹر سے صاف کرتی تھیں کبھی
 پھولک سے جوئے کی گرد اڑاتی تھیں۔ شوہر کے لیے جو کھانے کی چیزیں رکھی
 تھیں اُسے پیوٹیلوں سے بچانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ مگر بھر میں چپ
 چاپ کھوم پھر کر دکانام کام کرتی تھیں۔ کیونکہ اُنہیں خوف تھا کہ کہیں شوہر کی
 نیند نہ اچٹ جائے۔ مگر یہ سب کرنے پر بھی شوہر صبح کے پہلے ہی بیدار ہو گئے
 شانتی کے دل کو دکھ ہوا۔ اُس نے سوچا کہ اُسی چلنے پھرنے کی آواز سے شوہر کی
 نیند اچٹ گئی ہے۔ دانیشر کی بات کے جواب میں شانتی نے کہا میرے اُٹھنے
 سے کہا کچھ میں پر ڈیں تھوڑا ہی جاتی ہوں کہ راہ میں نیند سے تکلیف ہوگی۔
 دانیشر شکر کر بولے گاڑی میں سوکے سونے کے اور کام ہی کیا ہے سوتے
 چلے جائینگے +

شانتی کا دل دھڑکنے لگا آنکھیں ڈبڈبایا آئیں وہ جلدی سے دلوں سے چلی
 گئی اور آندھ پونچھ کر پھر لوٹ آئی۔ دانیشر چند رکے شاعرانہ دل میں برہ کی آگ
 مشتعل ہو گئی۔ اُسے مہری بیوی اور تعلیم کی دولت سے استفادہ محروم! +
 دانیشر چند دھڑکی دیکھ کر بولے۔ صبح ہو گئی۔ گاڑی آنے میں بس گھنٹہ بھر کی
 دیر ہے۔

ایں! حرف گھنٹہ بھر! شانتی کا دل تھر تھر کانپنے لگا۔

دانش باہر گئے اور حاجات ضروری سے فارغ ہو کر ناشتہ کر کے بیٹھے
 اُس وقت رات کی تاریکی نے شفقت کی گود میں اپنا منہ چھپا لیا تھا۔ مگر سو رن نکلنے
 میں ابھی دیر تھی۔ اور نیچے اپنی شگفتگی کا سماں دکھا کر نسیم سحری کے اثر سے پھولے نہیں
 ساتے تھے۔ جو اپنے ساتھ خوشبو اڑائے پھرتی تھی۔

ستیش چندر یہ سمجھ کر کہ گاڑی آتے ہیں اب دیر نہیں ہے دو قلی بلالائے وہ
 دانش کو آواز دی۔ گاڑی میں دیر نہیں ہے۔ وہ تیار ہو گئے۔
 اپنے کمرے کے اندر سے دانش نے کہا: ماں ناشتہ سے فارغ ہو چکا تیار۔
 بیٹھا ہوں کیا کچل آگئے؟

ستیش۔ ماں بدو قلی آئے ہیں۔
 دانش۔ تو ابھی آتا ہوں۔

شانی کچھ لینے کے لیے چھپٹ کر چلی تھی کہ اسباب کی ٹوکری لگنے سے گرتے گرتے
 نیچے۔ دانش نے کہا۔ تم بہت جلد باز نہ ہو۔ شانی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے
 دل ہی دل میں بولی۔ میں جلد باز نہیں تھا میں جلد باز نہ ہو۔ تم سے مانگی جلدی جاتے
 تو کس نے کہا تھا پہلے تم کھنڈہ اُمید دلائے تھے کہ ڈاکٹری سکھ لینے پر دیں گی یہ
 ڈاکٹری کرینگے۔ اب ان اُمیدوں پر پانی پھیر کر دیں کیوں جانتے ہو۔
 شانی یہ سب دل ہی دل میں کہہ گئی۔ مگر منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہہ سکی۔ شائد
 شرمائی۔

کھالی کر دانش نے اپنا اسباب باہر نکالا۔ ستیش چندر نے اسے قلیوں کے
 سر پر لہا دیا۔ دانش نے کپڑے بدلے۔ اس کے بعد شانی کے گلہ نہ دھندلار
 پر پیار سے کانٹھ پھیر کر کہا۔ ”اچھا! اب جاسا ہوں؟“
 موسم برشگاہ کے گلاب کی طرح پانی بھری آنکھوں سے دو بوبو شوہر کے

پہرے پر پیکر کر اور منہ سرخ کر کے بھڑائی ہوئی آواز سے شانتی نے کہا: کپ! او گئے
چھی چھو! اس بات کا کیا ہے؟ اب؟ وہ یہ کہ وہ دیکھنا نہ اور دل کے ناکر
ترہن موصوں میں ہل پھل بچا دینے والی شاعری کہاں گئی؟ آہ! اُمیدوں سے خالی
جیالی قہقہہ کا خاتمہ ہو گیا

دائیش نے روکے پن سے کہا: ”جب چھٹی ملے گی تو
مکڑا ملے۔ اب بھی شانتی کے منہ سے یہ نہ نکلا کہ پرانے ناکھ! میں تمہاری راہ دیکھتی
ہوں گی۔ بلند آواز سے
بالا خرچہ دلی سے دائیش کمرے سے باہر ہوئے۔ باہر ماں بھائی اور کئی
آدمی کمرے سے نکلے۔

دائیش نے جوتوں کے قدموں کو بوسہ دیا۔ سب نے اُپدہ نہنگا ہوں سے دائیش
کو اُشیر بادو یا ستیش انہیں دائیش نے کہہ پہنچانے گیا۔ دائیش کے جانے کے بعد
شانتی بیٹا سب پر کمر پڑی۔ اسے دس معلوم ہونا تھا۔ جیسے کوئی اندہ سی اندر
بیٹھا ہو اور دل موسوں سے سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے۔ جنتی شانتی کے پاس
پہنچی۔ اُس نے دیکھا۔ پورے ناشی کا آب و تاب سے چمکتا ہوا چاند کہن میں آ گیا
اس کا وہ خوشگفتہ گل باد خزاں کے جھونکے سے پڑ مر رہا ہو گیا ہے۔ ان غنائی
مگر جادو افزہ لگا ہوں ہیں آنسوؤں کا بحر ذخار نہ ہر سہ سے رہا ہے۔ نشہ محبت سے
مستوالی آنکھیں سرخ ہو کر آنسوؤں کا دریا بہا رہی ہیں۔
جنتی نے شانتی کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کا منہ اپنی طرف پھیر کر تسلی آمیز انداز
سے کہا۔

”ہیں! یہ کیا بہن؟ آدمی کیا پر جیس نہیں جاتا؟ اور کبھی کیا دائیش تمہارا بچل
پکڑے ہوئے گھر جی بیٹھے رہا کرتے تھے۔ وہ تو ہمیشہ باہر باہر رہتے ہیں گے

ہوا کے چھونکے سے گلاب کے جھمبے سے قطراتِ شبنم جھلک پڑے۔ اپنی تک
 تو شانی بڑی مشکل سے آنسوؤں کا سیلاب روکے رہی۔ بندھا ہوا پانی جب کہ
 یکایک روانی کا راستہ پاتا ہے تو اپنی روانی کے سیلاب میں خس و خاشاک
 بھی بہا لے جاتا ہے شانی کی آنکھوں سے بھی وہی نمنا دکھایا۔ رونے رونے
 بولی "منظر پر بہت دور ہے"
 جینتی؟ ریل میں دوڑ کیا نزدیک سب ہی برابر ہیں۔ اب چلو۔ کچھ مبر کام
 کرو۔

مگر شانی نے اس دن بڑا گول مال سچایا تین لمبڈیاں پھوڑ ڈالیں چاولوں
 میں نمک ملا دیا پانی کے گھڑے میں تیل ڈال دیا۔ اگر مچھلی بہو جان پائیں تو
 مہا بھارت مچا دیں۔
 مگر جینتی نے سب چھپا ڈالا۔

پہلا حصہ ختم ہوا

کال چکر

دوسرا حصہ

پہلا باب

منطقہ نور پنچکر دانیس نے اپنا کام شروع کیا۔ دانیس نے نو عمر ہونے پر بھی اپنی سادہ مزاجی اور تندہی سے اپنے فرائض انجام دینے کے باعث تھوڑے ہی دنوں میں سب کے دلوں میں جگ پید کر لی تھی۔

چھ مہینے کے اندر ہی دانیس بہت مشہور ہو گئے۔ اور حلقہٴ احباب بہت وسیع ہو گیا مگر ان کی محنت سے غیر اسودہ دل میں رات دن ایک شعلہ زن آگ مشتعل رہتی تھی۔ جیسے ایک نہایت ہی ہوشیار ایکٹرائیڈ تھا بلکہ ایکٹرس کا ایک ایک لفظ نہایت صفائی کے ساتھ صفحہٴ دل پر نقش کرتا ہے۔ اور اس کے ایک ایک لفظ کو سنکر اس کا دل جوش سے بھر جاتا ہے۔ اسی طرح دانیس کا دل بھی ایک تعلیم یافتہ بیوی کے بیٹے بیقرار ہو رہا تھا۔

حسن اور اعصاب کی یکجائی موجودگی کی خواہش ان کے دل کو دن بدن پھین کرتے لگی۔

سادن کا ہمیشہ تھا۔ اس دن صبح سے ہی فھوڑی بارش شروع ہو گئی تھی اس دن آفتاب عالمناپ کا روئے روشن نہک می کسی کو نہیں دکھائی دیا وہ بادلوں کی اوٹ میں ہی اپنا سفر طے کر گیا۔ ہر جہاں طرف پائی ہی پائی دکھائی دیتا تھا۔ اور مادہ قدرت یا نکل خاموش نمی، ایسے بادلوں سے مکر ہوئی دیکھ رہیں تھیں انسان بیٹھا ہوا فواہ نچو، رنج و غم کا شکار ہو جاتا ہے دانش پس نے مکرے میں تن تنہا ادا اس بیٹھے ہوئے تھے۔ کتنے ہی خیالات ان کے دل میں آرہے تھے گاؤں میں بنا ہوا گھر اور گھر کے اندر کا خاموشی مکر اور مکرے میں وہی خاموش محبت کی خاموش داستان یاد آتی تھی وقت رخصت وہی آبدیدہ بگا ہیں وہ چھل کی پتیوں کی طرح کانپتے ہوئے دل لال لالیم لگائی ہوئی یاد آکر دل میں ایک نہجی کا سماں پیدا کر رہے تھے۔ وہ دل ہی دل میں سوچتے تھے کہ جتنے دنوں تک وہاں رہے۔ اس قدر ادا اس طبیعت کبھی نہ ہوئی تھی۔ کاش اس وقت بھی وہ وہاں ہوتے تو طبیعت اس قدر نمکین و مایوس نہ ہوتی۔ پھر سوچتے کہ وہاں رہنے سے فائدہ ہی کیا بہ شانتی تو کچھ جانتی ہی نہیں اور ترقی تعلیم یافتہ ہے۔ داسیوں کی طرح صرف خدمت کرنا جانتی ہے فن شاعری اور موسیقی سے قطعیت ہے بہرہ ہے اور فن شاعری علم ادب و موسیقی سے بے بہرہ انسان جیوان سے بھی بدتر ہے یہ ظاہر انسان ہے اسوجہ سے وہاں کار رہنا بھی بے سود تھا۔

اس کے بعد انہیں ہندو سماج پر غصہ آیا۔ انہوں نے سوچا کہ اب ماہواری رسالوں میں ایسے مضامین دینے چاہیں کہ جس سے ہندو سماج میں

استری کے سکشا، جوانی کی شادی مشقہ زری (کورٹ شپ) کا روانہ شروع ہو۔ مگر اُسے دانیس نے یہ نہ سوچا کہ اُس جیسے لوگوں کی ایسی کوششوں کا ہند و قوم پر ذرا بھی اثر نہیں پڑ سکتا۔ حرف کاغذ، قلم سیاہی اور وقت کی بربادی ہوگی۔ ہند و سماج جیسا عظیم الشان درخت جس زبردست طاقت سے قائم ہے اُسے دانیس جیسے خود غرض انسان کچھ بھی خرچ نہ بچا نہیں سکتے ہیں۔ کچھ بعد انہوں نے سوچا کہ اس قوم کی مصروفیت و مشغولیت سے بھی کیا دل کی جلن نہ جائے گی؟ اور یہ دل یوں ہی جلتا رہے گا۔ کیا نخل امید میں کبھی پھل ہی نہ آئے گا؟

ہیب دانیس چند رک کی طبیعت بہت گھبرائی اور انہیں کسی طرح قرار نہ آیا تو رامونیم لے کر بجائے گئے۔ بین اسی وقت نوکرنے، اگر اطلاع دی کہ باہر ایک آدمی بیٹھ گیا ہے۔

دانیس :- کوئی امیر شخص ہے؟

نوکری :- نہیں کسی کا نوکر معلوم ہوتا ہے۔

اچھا خط لے آؤ کہہ کر دانیس نے نوکر کو رخصت کیا۔ اور یہ سمجھ کر کہ ابھی کسی شخص کو دیکھنے کے لیے جانا پڑے گا۔ رامونیم اٹھا کر رکھ دیا۔

نوکرنے کوٹ کر دانیس کے کمانچہ میں خط دیا۔ لفظ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ بائیں طرف ایک انگریزی برہمن پری کی تصویر تھی پتہ انگریزی میں لکھا ہوا تھا۔

دانیس :- ”خط کھولا۔ ولایتی عطر کی عنبرینہ شبوئے نام خط لیا ہوا تھا۔ چچے مونہوں جیسے حروف میں یہ لکھا ہوا تھا۔“

”مائی ڈیر ڈاکٹر صاحب!“

مجھے جناب سے کبھی نیاز حاصل نہیں ہوا۔ اگر مصیبت میں غم و حیا کو بلائے
 طاق رکھنا پڑتا ہے۔ میں اسوقت سخت مصیبت میں گرفتار ہوں۔ ایک ہفتہ
 ہو اگلنے سے میری ماں میرے پاس آئی ہیں۔ انہیں بہت بخار ہے۔ یہ ہوش بڑی
 ہوئی ہیں۔ اسوقت اگر آپ کی مدد شامل جال نہ ہوئی۔ تو اس مصیبت سے
 چھٹکارا پائے کی امید نہیں۔ کہا اور پالکی بھرتی ہوں براہ کرم بہت جلد تشریف
 لاکر مجھے ممنون فرما کر خواب غلط سے بچے گا (آپ کی ٹیٹھکا داسل)
 بیٹی سپرنٹنڈنٹ شہری گرنز اسکول ایڈیٹر ہسٹری سگنڈا (ماہوری اسلام)
 وائش چندرنے اس خط کو بار بار پڑھا اور دل ہی میں کہنے لگے۔ کہ جو
 عورت ایسا محبت آمیز خط لکھتی ہے۔ اس کا دل نہ معلوم محبت سے کھرا
 بھرا ہوا ہے

دوسرا باب

شہر
 مے باہر ایک چھوٹی سی کوٹھی میں یوٹھکا رہتی تھی کوٹھی کے سامنے ایک چھوٹا
 سا باغ تھا۔ باغ کے وسط حصے میں ایک چھوٹا سا پہاڑ اور ایک چھوٹا سا
 فوارہ تھا۔ باغ کے اندر سے ہی کوٹھی کا راستہ تھا۔ راستہ پر سرخ سجی ہوئی تھی
 کہا روں نے باغ کے پچھلے کمرے کے سامنے پالکی اڑا رکھی۔ پالکی اندر نہیں جا
 سکتی۔ اس لئے وائش ان کو کمرے میں راست سے کوٹھی کی طرف چلے آئے مگر
 ایک ڈر کر راستہ دکھاتا ہوا چلا۔
 کوٹھی کے ہر دو جانب وسیع میدان تھے۔ اور دروازوں پر خوبصورت

زنگین پر دے پڑے ہوئے تھے نوکر نے ایک دروازے پر پہنچ کر کہا ڈاکٹر صاحب
آگئے یہ مختصری دیر بعد پردہ اٹھا کر دُغی کی مشانہ چلا جیتی ہوئی ایک نہایت
ہی حسین عورت باہر آگئی ۛ

سانپ کے بچن کی طرح کُسم کے رنگ کے لہرتے ہوئے بال پیٹھ پر میل
کھا رہے تھے۔ غیتہ دار قیسی زبیدی ساڑھی علیحدہ اپنی بہار دکھا رہی تھی
قمیض اور قمیض کے اوپر ایک نہایت ہی دلفریب جاگٹ شوخی کا نمونہ پیش
کر رہی تھی۔ پیر میں موزے اور قیسی لیڈی بُوٹ تھا عورت نہایت خوبصورت تھی۔
خط و خال نہایت دلفریب و شگفتہ تھے معلوم ہونا تھا کہ اس سے بہتر حُسن لارنڈ
اور کسی میں ہے ہی نہیں۔ بلکہ حق تو یوں ہے کہ شاعر کے خیال میں بھی اس سے
زیادہ دلکش تصویر نہیں آسکتی جو اس پیکر حُسن کو دیکھنا تھا۔ مفتون و بیخود
ہو جاتا تھا اس حُسن کو دیکھ کر دانیسن بھی از خود رفتہ ہو گئے۔

اب حُسن کے باب میں کچھ خامہ فرسائی کرنی ہے۔ یہ بہت مشکل مسئلہ ہے
اس حُسن کا سراپا کھینچنا جیسے تیغِ قلم کا کام نہیں۔ اُسے اس نوخیز نشہ شباب سے
سرست سیلائی کے حُسن نوخیز جوینِ ریاضت توڑنے والی مایا و فی کا جس نے
ذکر سنا ہے۔ وہی اسے پیکر خیال میں لا سکتے ہیں۔ جس میں یہ طاقت نہیں ہے
وہ دوسرا سنہ اختیار کرے۔ نازوں کی مسکراہٹ بھلی کی شوخی بے بھولوں کی خوشبو
بہت کا دنگ چھڑکی موڑتی کی ساخت اس کی شان اور شاعرانہ لغات ان
سب کا نہایت ہی قابیلیت سے تصور کر کے دیکھ لے تھے ہیں اس کی خیالی تصویر
کو مسکن مگرین کر کے اس حُسن پر مودہ کا پردہ ڈال دیا جائے۔ تب اس حُسن کی اہمیت
ذہن نشین ہو سکیگی۔ خاص کلام یہ کہ ایسا ہوش رُبا اور جان سوز حُسن دیکھ کر
کون فرد بشر ایسا ہے جو از خود رفتہ نہ ہو جائے۔ دانیسن چدر کی آنکھوں پر اس

حسن پر مودہ کا پردہ ڈال دیا جائے۔ تب اُس حسن کی نامیت ذہن نشین ہو سکی
حاصل کام یہ کہ ایسا ہوش رُبا اور جان سوز حسن دیکھ کر کون فردا بشر ایسا
ہے جو از خود رفتہ نہ ہو جائے۔ دانتش چند رکی آنکھیں اس حسن کی آب
و تاب دیکھ کر چونہ جیا گئیں ۛ

ایسی قید و بند کی بندشوں سے آزاد عورتوں کے حسن پر کتنے ہی انسان
بر وادہ گنجن کس سوخت ہو گئے ہیں کتنے ہی تپستومی اپنی تپتیا کی آہوتی دے
چکے ہیں۔ روپ کے مودہ میں کبھی شکھ نہیں حاصل ہوتا۔ بلکہ روپ تو دکھ کی
بڑے ہے۔ جس میں حسن ہے۔ وہ خود بھی دکھی ہوتا ہے جو اُس حسن کی طرف
کھینچتا ہے۔ وہ بھی دکھ کا شکار ہوتا ہے۔ جو حسن پرست ہیں۔ وہ جینوں
کی ایک تہ جچی جنوں کے شکار ہو کر ٹھکے جاتے ہیں۔ کتنے ہی بھولے بھالے
اہل عزت جینوں کے قدموں میں اپنے کو نثار کر کے غرور میں بھرے ہوئے
بھوکریں کھیا کرتے ہیں ۛ

پہلے پوچھا کہ بولی: اُس کی آواز مائیک کے لطیف سروں کی طرح شیریں مٹی
ہنایت ہی دلکش انداز سے بولی۔ آپکا احسان بے پایاں ہے ایسے برسات کے موسم
میں آپ نے جو مہربانی فرمائی ہے اُس سے میں ہمیشہ کے لئے دامن احسان بیچھن
چکی ماں اندر میں۔ چلے۔ دانتش اُسکی بات کا کوئی جواب نہ دے سکے
مرچند کو کشش کی۔ مگر رفت حسن نے اُن کی زبان پر ہر لگا دی جھپکتے جھپکتے
چند الفاظ کہے۔ اس کے بعد مریضہ کو دیکھنے کی خواہش بظاہر کی
تو ٹھکاکا کے علم سے نوکر نے سامنے کا دروازہ کھولا۔ اُس کمرے میں ایک ضعیف
پتنگ پر پڑی مڑپ رہی تھی۔ پاس کوئی نہیں تھا ۛ
ڈاکٹر نے مریضہ کو لپکا۔ ضعیف نے آنکھیں کھول کر کہا۔ آہ! بڑی

پیاس۔ پانی۔ بڑی دیر سے پیاس لگی پاس کوئی نہیں تھا۔ پانی دانیس نے تنکا سے کہا۔ مریض کے پاس ایک شخص ہمیشہ رہنا چاہیے۔

گو تنکا ب۔ ڈاکٹر صاحب ایک کروں یہاں آدمی نہیں ملتے۔ میرے پاس ایک بہرائے اور ایک کٹ ہے۔ بہرا ہی کبھی کبھی دیکھ لیتا ہے۔ مجھے تو چھوٹے ڈر معلوم ہوتا ہے میری ماں کھلتے سے آئی۔ وہاں ہمیشہ پلیگ رہتا ہے۔ طبر یا بھی بہت ہے۔ اس وجہ سے میں یہاں آتی بھی نہیں اور نہ چھوٹی ہوں۔ لاپرواہی سے عموماً خود ہی انسان مرض کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ خوف کی بات ہے

دانیس ب۔ آپ بجا فرماتی ہیں۔ اس کے لئے ایک خادمہ کی ضرورت ہے گا شعیبہ پھر بول اٹھی۔ پانی! پانی! ابا!

برہ نے تنکوٹرا سا پانی اس کے منہ میں ڈال دیا۔ دانیس نے مریض کو دیکھا

یو تنکا کہئے! کیا دیکھا ہے؟

دانیس ب۔ کوئی خوف و ترس کی بات نہیں ہے

یو تنکا ب۔ کتنے دنوں میں ابھی ہو جائیگی گا

دانیس ب۔ اگر اچھی طرح تیار۔ داری و خدمت گزاری کی کئی کئی آٹھ دن میں مرض جا سارا ہیگا۔

یو تنکا ب۔ خدمت کے لئے یہاں آدمی کہاں پاؤ گی؟

دانیس ب۔ کچھ فکر نہیں۔ آدمی ہیں دو تنکا

یو تنکا ب۔ ڈاکٹر صاحب! آپ کا نہایت شکریہ۔ آپ کا پریم و محبت ہے۔ مگر آپ

آدمی کہاں پائیں گے؟

دانیس ب۔ سرکاری ہسپتال میں کئی فرس ہیں۔ ان کو کچھ دینے سے کام ہو

جائے گا۔ ہمارے کہنے سے وہ بغیر فیس ہی کام کر جائیا کریں گی

یو تھکا :- آپ اخلاقِ مجسم ہیں۔ آپ کی تقلید ہر شخص کو کرنی چاہیئے۔ میرے دل میں آپ نے اپنا گھر بنا لیا ہے آج سے میں نے آپ کی پاک صورت کا نقش اپنے دل میں منقش کر لیا

دائیش کا دل دھڑکنے لگا۔ بولے نیو لکھ دیتا ہوں۔ دوا خانہ سے دوا لگا

لیجئے

یو تھکا :- دوا کی قیمت کیا ہو گی؟

دائیش :- کچھ نہیں۔ سرکاری دوا خانہ کو میں لکھ دوں گا

یو تھکا یہ ڈاکٹر صاحب! آپ کی اس محبت ہمدردی اور دلسوزیوں کا معاوضہ میں کیونکر ادا کر سکیں گی۔ آئیے میرے کمرے میں لکھنے پڑھنے کا سامان ہے چلکر نیو لکھ دیجئے

یو تھکا کے ساتھ ساتھ دائیش اس کے کمرے میں یکے کے نوکرانے دروازہ بند کر دیا۔

تیسرا باب

یو تھکا

اکمرہ نہایت شاندار طریقہ پر آراستہ تھا نیچے فرش پر ایک زری کا قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک کونے میں ایک نہایت ہی خوبصورت اور بیک میز فریڈ سے رکھی ہوئی تھی۔ اس کا کام کتہہ رنغیس اور شاندار الماری میں مختلف مضامین کی کتابیں چنی ہوئی تھیں۔ جابجا تصاویر، مصنوعی پھولوں کے گلوں پر جو کام کیا

تھے اور تمام کمرہ انگریزی غلطی کی بڑے خوش سے معطر ہو رہا تھا۔
یو تھکا نے دانیس کی طرف ایک کرسی بٹھ کر کہا: آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام
لیجئے۔ آپ کو بہت تکلیف دی۔ معاف فرمائے گا۔
دانیس نے ملاحظہ آمیز مسکراہٹ جلوہ دکھا کر بجا حجت آمیز لہجہ میں کہا
ایسے ہی بیٹھے۔

یو تھکا بھی پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔
میز پر قلمدان رکھا ہوا تھا۔ یو تھکا نے دانیس کی طرف کاغذ کا ایک ٹکڑا بڑا
کر کہا: بیٹھے! کیا ابھی لکھ چکا؟
ماں لالائیت بھی لکھ دوں؟ کچھ کردانیس نے نسخہ لکھا اور نوکر کو بلا کر اچھی طرح
سمجھا کر وہ نسخہ دیدیا۔ نوکر نے کچھ لکھا۔

دانیس بولے: آپ کے رسالہ کے کتنے خریدار ہیں؟
یو تھکا نے عجیبہ گی سے کہا: بہت تھوڑے ہیں۔ سو سے زیادہ نہیں۔ اس
سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم لوگوں کی ترقی کی اُمید بھی کوسوں دور ہے۔ جس
ملک میں تعلیمات و عورت کی ایڈیٹری میں نکلے ہوئے رسالہ کی کاپی ہر ایک میز کو
مردین نہیں کرتی۔ اس ملک کی ترقی ہونا کس قدر مشکل کام ہے وہی ہم احمباب اسے
بাসا قی سمجھ سکتے ہیں۔

دانیس نے ایک سر دواہ بھر کر: یہ بالکل ٹھیک ہے۔
یو تھکا نے: آپ نے کیا کبھی میرا رسالہ دیکھا ہے؟
دانیس نے: نہیں قیمتی سے مجھے اس کے دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔
یو تھکا افسوس ہے کہ اس وقت میرے پاس اس کی کوئی کاپی نہیں ورزہ بخشی
نذر کرتی اس زمین سے آپ کے پاس باقاعدہ طور پر ہر جہت ایک کاپی صحیح

دیا کروں گی۔ یہ دیکھئے اس ہینہ کے پروف اٹھے ہیں۔ ملاحظہ فرمایا۔ کیسے اچھے اچھے مضامین ہیں کچھ مضمون کم پڑ گیا تھا۔ اسوجہ سے نہایت ہی بجلت میں ایک نظم لکھی ہے۔ آپ کے آنے سے پیشتر ہی اسے ختم کیا ہے ورنہ آپ کے آنے پر بھی نہ اچھا سکتی۔ اس کے لیے آپ مجھے فرمائیے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ شاعر جب فکر سخن میں مصروف ہوتا ہے۔ تو ضروری سے ضروری کام ہونے پر بھی نہیں اٹھتا شاعر کو ایسے موقع پر چھوڑنا بھی ایک جرم ہے اسے آپ بھی قبول کرینگے۔ دیکھئے اس نظم کو نظر غور سے دیکھئے اور داد دیجئے میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے میں آپ کو نہیں دکھا سکتی چ

دانیش پھولے نہ سماے۔ ان کا دل دریائے سرت میں غوطے کھانے لگا خود قراموشانہ انداز سے بولے۔ میں آج اپنے کو مبارک سمجھتا ہوں یونہی کاغذ پر ایک کاغذ اٹھا کر دانیش کو دیا دانیش نے اسے عزت کے ساتھ لیا اور پڑھتے لگے

- وہ نظم خود یونہی تھکا کی لکھی ہوئی تھی۔ انگریزی زبان کے علامہ شاعر شبلی کی ایک نظم کا ترجمہ تھا دانیش یہ نہیں سمجھ سکے۔ کہ یونہی کاغذ کی یہ اپنی اولاد نہیں ہے۔ بلکہ گودلی ہوئی ہے وہ اسے پڑھ کر گردید ہوا ہو گئے۔

یونہی کاغذ کے پوچھا ہے۔ کہئے نظم کیسی ہے۔ آپ سخن فہم ہیں اور معاملہ فہمی کے قد شناس اسوجہ سے آپ سے پوچھنے کا حوصلہ ہوا

دانیش کیا عرض کر دی۔ اس زبان میں ایسی نظم لکھی جاسکتی ہے۔ اس کا ہنچہ یقین نہ تھا۔ واہ وا کیسے بند خیال ہیں۔ حیران ہوں کہ کیونکر داد دوں حقیقت تو یہ ہے کہ نظم کے ایک ایک لفظ نے میرے دل میں ایک لطف آمیز کسک پیدا کر دی ہے۔

یو تھکانے مسکرا کر کہا: بھیر میری محنت ٹھکانے لگی۔ آج آپ کو بڑی تکلیف دی ہے مجھ جی بے بس، ویکس عورت آپ کے لیے کیا کر سکتی ہے اگر ارشاد ہو تو آپ کا دل بہلانے کے لیے ایک گانا سناؤں گا۔
دانش بے آج کا دن مبارک ہے۔ کہ آپ جیسی قابل اور سو رنگ کی دیوی سے میرا تعارف ہوا۔ اچھا اب ہر باتی فرما کر اپنا وعدہ وفا کیجئے۔
یو تھکا نے مارنومیم نکالا۔ اور اس کی آواز میں اپنی شہرسن نوا آواز مار گانا شروع کیا نام مکرہ گونج اٹھا؟

وہ مہر صحت کمرہ پھولوں کی مست خوشبو، اور دلہر بانوں کے گونج اٹھا گانے والی کے سرخ سرخ ہونٹ نوشگفتہ پھولوں کی طرح نہایت ہی خوش اور دلانیز معلوم ہوتے تھے۔ جیسے ہلکے ہلکے جھونکوں سے پھولوں کی پھل پھل جھومتی ہیں۔ اسی طرح اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ کانپ رہے تھے۔
چہرے پر پسینہ کی بوندیں ایسی جھلک دکھاتی ہوئیں مٹیوں کو مات کر رہی تھیں۔ گھونگھروالے سیاہ بال دونوں رخساروں پر جھمبول رہے تھے معلوم ہوتا تھا جھونر سے اس چوس رہے ہیں چھپا کی کببوں کی طرح نازک لکڑیا مارنومیم پر دوڑ رہی تھیں۔ گھوم رہی تھیں۔ بھرا ہوا سینہ کبھی زور زور جھٹ سے پھول اٹھاتا تھا۔ اور کبھی سرکھاتا تھا از خود رفتہ نکالوں سے دانش بے یہ تمام نظارہ دیکھ رہے تھے۔ اس گیت کا ایک ایک لفظ اس کے دل میں مڑ مڑ کر کا عالم پیدا اسکے دینا تھا۔

ذرا دیر بعد یو تھکا نے گانا بند کر دیا۔ اور رونماں سے منہ پوچھتے ہوئے بولی۔ آپ کا وقت تو ضائع نہیں ہوتا۔
دانش بے ایک سر دھڑک بھر کر کہا۔ ہرگز نہیں۔ زندگی میں یہ پہلی خوشی

ہے۔ اچھا ہے۔ کہ آج ہی سے اس کا ہاتھ نہیں ہوگا۔
یو تھکا۔ نے چونک کر کہا۔ نہیں نہیں! ایسی فضول بات نہ کہئے۔ آپ
کے مہن درشن سے میری زندگی سوار بخ ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب! کیا آپ کبھی
کبھی درشن دیا کر شیکے؟ اگر آپ نہ آئینگے تو مجھے بہت دکھ ہوگا
دائیش۔ اگر کوئی رکاوٹ نہ ہو تو ایک بار ہر روز حاضر ہوا کروں۔
یو تھکا۔ ہر رکاوٹ کیسی ہٹنے میں روکاوٹ کیسی ہٹاں! اصل بات تو
بھل گئی آپ کی فیس کیا دی جی ہوگی؟

دائیش۔ ہر (شکر اس) فیس؟ آپ سے فیس لو لگا۔ میں اپنے آپ کو خوش
نصیب سمجھتا ہوں کہ آپ کے دل میں میرے لئے جگہ تو ہے
یو تھکا۔ نے ہنسنے پر اس مرتبہ پیا نو بھانا شروع کیا اور اس کے سر میں سر ملتا
کر دو سر ایک گانا گایا گانا اتم ہونے پر دائیش شکر یہ ادا کرتے ہوئے اٹھے
اور اجازت چاہی۔

یو تھکا۔ بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور بولی اب آپ کب تشریف لائے گا۔ جب
آئیں پا لگی بیچہ وں۔

دائیش۔۔۔ نہیں! پا لگی بھیننے کی ضرورت نہیں میں اپنی گاڑی پر آ جاؤنگا
یو تھکا۔ آپ کی بہت ہر بانی ہے ہاں! اس کے لئے کیا ہوگا؟
دائیش۔۔۔ اس مجمع دی جائے گی۔

دائیش یو تھکا سے رخصت سے ہوئے۔ تھوڑی دیر چلتے پڑھتے پھر کر جو
دیکھا تو یو تھکا کو اپنی طرف ایک ٹک دیکھتے پایا

دائیش کے پاؤں کے آگے نہیں پڑتے تھے وہ سوچ رہے تھے۔ کہ یہ امرت
جوگ۔ جس کے نصیب میں ہو۔ وہ انسان نہیں دیوتا ہے سامنے دیو دار

کے مدخت پر ایک کوا عجیب آواز سے چلا اٹھا۔ دانیس ڈاکٹری جانتے تھے۔ کوا چڑھ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اگر سمجھتے ہوتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ کوا کہہ رہا ہے کہ یہ امرت و حار انہیں ہے۔ شراب کالا حاصل اور لقمہ و دق میدان سے۔ جو جوانوں کے لیے نہایت تکلیف دہ و دردناک

چوتھا باب

یوتھکا

کی ماں کو صحت ہوئے بہت دن ہو گئے۔ یوتھکا کے پاس دانیس کی آمد رفت اس قدر بڑھی کہ وہ اپنا تن من دھن سب کچھ یوتھکا کے قدموں پر نثار کر دیتے اب دانیس کا دل محبت کی آگ کا جوا لنگاہ بن گیا۔ جب تک وہ یوتھکا کے پاس نہیں جاتے تھے۔ انہیں شانتی نہیں ملتی تھی مگر شانتی دینے والی دینے والی دانیس کے دل کی آگ یوتھکا کے پاس جا کر اور بھی بھلے زن آگ کی طرح بھڑک اٹھتی تھی وہ سوچنے لگے کہ کیا اس جان لینے والی آگ کے دوسرے ہونے کی دنیا میں کوئی تدبیر نہیں تدبیر تھی۔ شانتی جس ترنگوں سے خالی یہ کم مند اکئی ہو (سورگ کی ندی) کا صاف شفاف پانی لے کر انہیں پاک کرنے کے لیے دوڑی تھی۔ اس کی بات ان کے ذہن نشین نہ ہوئی ان کا مغربی تعلیم کی آگ میں جلا ہوا دل گنگا کے پاک صاف پانی غوطہ پکا کر طراوت نہ حاصل کر سکا تعلیم کی لالچ میں پڑ کر گنگا جل کو حقیر سمجھ کر دیباے تھمس سے سیراب ہونے کا ارادہ کیا۔ قدیم محبت کو پاؤں سے ٹھکرا کر

جو نئی محبت کے لئے دوڑتے ہیں۔ انہیں وہ لطف کماں جہاں یکسوئی نہیں
وہاں شانتی کہاں ہے

ایک دن صبح چائے پینے کے بعد دانیل بیٹھے ہوئے ایک اخبار پڑھ رہے
تھے اسی وقت دُکرنے میں خط لاکر دیئے۔ ان میں سے ایک دوسرے کا ری الفاظ
تھا۔ دوسرا خط یو تھکا کا تھا یو تھکا نے لکھا تھا کہ پڑھنے ہی مجھ سے ملو شام کو
میں انہیں ملوں گی۔ کیونکہ آج میں سکھتے چلی جاؤنگی باقی حالات سے سننے پر غصہ
ہوگی۔ تیسرا خط ان کی بیوی شانتی کا تھا خط موٹے موٹے حروف میں لکھا ہوا
تھا۔ اور جگہ جگہ سے حروف کٹے ہوئے تھے۔ کئی الفاظ غلط بھی تھے اس میں
لکھا تھا۔

یو تھکا ان خط کیوں نہیں لکھتے؟ میں نے چار خطوں تک پڑھے۔ مگر ایک کا جواب
نہیں ملا کیا مجھے بالکل ہی بھول گئے۔ مجھے بھول سکتے ہو مگر اپنی ماں اور بھالیوں
کو کیوں بھول گئے؟ شانتی کو دیکھتے بغیر کیسے رہتے ہو؟ تم بیٹھے بیٹھے بہت روپے
کماتے ہو مگر ہم لوگوں کو کھانا بھی نہیں ملتا۔ تم سب روپے کیوں خرچ کر دیتے
ہو؟ جو نوکری کرتے ہیں کیا وہ لوگ گھر نہیں آتے گاؤں کے بہت لوگ باہر
نوکری کرتے ہیں مگر سب گھر آتے ہیں۔ میں روز خط کا راستہ دیکھتی ہوں جب تک
آتا ہے۔ سوچتی ہوں۔ خط آیا ہوگا لیکن وہ دوسروں کے خط دیکر چلا جاتا ہے
اس کے اوپر کبھی کبھی مجھے بہت غصہ آتا ہے۔ تمہیں میری ہی قسم ہے خط کا جواب
دینا اگر جواب نہ دو۔ تو میرا مردہ دیکھو۔

اس مرتبہ پانی نہ برسنے سے غلہ نہیں اُگوا۔ کھانے پینے کی تکلیف ہے۔
شانتی اچھا ہے۔ پانچ کوٹری کی شادی ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ مگر روپیہ
کہاں جتنیں پیٹ بھر کھانے کو ہی نہیں ملتا۔ وہ شادی کیونکر کریں؟ بھلی ہو

جنت عیگڑا کرتی ہیں گھر کب آؤ گے ؟

تمہاری شانتی !

خط پڑھتے ہی دانیس کے دل میں چاروں طرف سے تاریکی ہی تاریکی پھیل گئی۔ اُن کو شانتی کی خوبصورت شانتی مورتی اُس کی سادہ مزاجی اور شگفتہ چہرہ یاد آگیا اُس کے ساتھ ساتھ اپنی جنم بھومی اور ماں کی محبت بھائیوں کا پریم بھانوجوں کو پیار اور شغیتش کی پیاری پیاری باتیں یاد آنے لگیں۔ وہ سوچنے لگے۔ دیکھو وہ سب لوگ کتنی نکلیت اُٹھارہے ہیں۔ اور میں یہاں سب کچھ عیش و عشرت میں اڑا رہا ہوں۔ اُن کو ایک پیسہ بھی نہیں دیتا۔ دانیس کے پاس اس وقت دو سو روپے موجود تھے۔ انہوں نے سوچا آج ہی یہ تمام روپیہ گھر بھیج دینا چاہیے۔

اُس کے بعد یو تھکا سے ملنے کی عرض سے جانے کا خیال آیا تو کرنے سائیکل نکالی۔ دانیس یو تھکا کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ یو تھکا اس وقت نہایت خوبصورت لباس زیب تن کئے کمرے میں بیٹھی بین بجا رہی تھی دانیس کو دیکھتے ہی اُس نے بین الگ رکھ دی اور مسکرا کر بولی کہئے ؟ دانیس ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہنس کر بولے بھلا تم بلاؤ۔ اور میں نہ آؤں ؟

یو تھکا :- کیوں بلاؤ ؟ میں تمہاری کون ہوں ؟ میں ایک کیس دیس۔ عورت ہوں۔ میرے بلانے سے تم کیوں چلے آئے ہو مجھ میں ایسا کون مہرے جسکی وجہ سے تم بلاتے ہی چلے آتے ہو ؟

دانیس :- یو تھکا ! میں کیوں آتا ہوں۔ یہ میں خود ہی نہیں جانتا۔ مگر جس کشش سے ایک تار۔ دو مہرے تار سے کی طرف جاتا ہے۔ ہوا مضافیس

کی طرف خود بخود کھینچتا ہے۔ اسی سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہاری پاس آتا ہوں +

یو تھکا:۔ میں سمجھی آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہم دونوں یکسانیت اور ہم جنسیت کا پیار ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی طرف کھینچتے ہیں۔ مگر ایسا نہیں چاند کی چمک اور جگنو کی دمک میں بڑا فرق ہے۔ نہ معلوم کس گن کی وجہ سے آپ مجھ پر اس قدر احسان کرتے ہیں۔ مجھ سے محبت کرتے ہیں مگر اگر صاحب! مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ مجھے بھول نہ جائیں۔ میں آپ سے دست بستہ درخواست کرتی ہوں۔ کہ مجھے کبھی نہ بھولیے گا اپنے سے بھی بلیو +

یو تھکا نے آنکھیں رومال سے ڈھانپ لیں۔ دانتیش اُسے روتے دیکھ کر گھبرا اُٹھے۔ کہنے لگے یو تھکا! تم تو رونے لگیں۔ بھلا میں تمہیں کیسی بھول سکتا ہوں یو تھکا! رومال میز پر رکھ کر بولی۔ مالک ایسا ہی کرے۔ مگر میں اس کے لئے نہیں روتی۔

دانتیش:۔ تو پھر کس لئے روتی ہو۔ کیا وہ مجھے نہ بتاؤ گی
یو تھکا:۔ بتاؤ گی۔ کیوں نہیں ہا تم سے میری کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی
میں آتے ہی رات کو کھلتے جاؤ گی۔ وہاں قریباً دس دن تک رہیں گی۔ ان دس دن میں تمہیں نہیں دیکھ سکو گی۔

دانتیش:۔ تمہیں بغیر دیکھے میں بھی یہ دس دن کیسے لکڑ کاٹوں گا یا
یو تھکا:۔ مگر کیا کروں؟ بغیر گئے ہوئے نہیں بنتا!

دانتیش: کیا آج ہی جاؤ گی؟

یو تھکا:۔ ہاں! آج ہی! مگر میرے جانے سے ایک گھنٹہ پیشتر نرم کر مجھے

سے ملنا۔

دائیش۔ ضرور آؤنگا۔

یو تھکا۔ اور ایک بات ہے۔ یکا یک جانے کی ضرورت پڑنے سے یہ بات تم سے کہنی پڑی اگر تمہارے پاس پانچ سو روپے ہوں تو مجھے بی الحال بطور زکوٰۃ دیدو۔ واپس آکر دیدونگا۔

دائیش۔ پانچ سو آج ہی چاہیے۔

یو تھکا۔ کیونکہ شام تک پاتے جانے کا مجھے تمام ضروری انتظام کر لینا ہے رات کو دس بجے کی گاڑی سے جاؤں گی۔ دیکھو رات کو مجھ سے ضرور ملے۔ اگر نہیں ملے تو میری طبیعت ٹھکانے نہیں آئیگی۔

دائیش کے پاس دو سو روپے سے زیادہ نہیں تھے۔ اور اصرار یو تھکا کی پہلی درخواست کو کرنے کی بھی ہمت نہ تھی۔ دائیش نے روپے دینے منظور کیے اور پانچ بجے تک نہ سوجھ بیدار کا وعدہ کر کے یو تھکا سے رخصت ہوئے۔

ہسپتال میں پہنچ کر دائیش نے اپنے ضعیف کمپوزڈ پتلا لال کو بٹھوایا۔ اور علیحدہ "بیجا" کرکھا آج ہمیں اتفاقیہ پانچ سو روپے کی ضرورت درپیش ہے دو سو روپے ہمارے پاس موجود ہیں۔ تین سو اور چاہیں۔ تم بتا سکتے ہو۔ کہ یہ تین سو کہاں مل سکتے ہیں؟

پتلا لال۔ بٹے بازار کے جہاں بہاری لال سے آپ کا تعارف ہے یا نہیں۔

دائیش۔ ہاں ہے۔ ہم دو تین مرتبہ ان کے یہاں مریضوں کو دیکھنے کے کے لئے جا چکے ہیں؟

پتلا لال۔ وہ لوگوں کو روپیہ دیتے ہیں۔ آپ کو بھی دینے چاہئے۔

دائیش :- تم ان کے برائے جا کر پوچھ آؤ دیکھو کیا کہتے ہیں ؟
 پینا لال :- نے دائیش کے حکم کی تعمیل کی ۔
 دائیش مریضوں کو دیکھ کر تسخے کھینے لگے ۔ تسخے کھتے تھاتے تھے اور دل ہی
 دل میں سوچتے جاتے تھے ۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو ۔ کہ بڈھا آکر ٹھکسا سا جواب دیدے
 بہت دیر بعد بڈھا لوٹا اسے دیکھتے ہی دائیش نے بتا باز انداز سے پوچھا ۔ کیوں
 کیا ٹھیکر کے آئے ؟

بڈھا :- ہاں وہ روپیہ دینے کے لیے تیار ہیں ۔ مگر دو بانٹیں ہیں ۔
 دائیش :- وہ کون کون سی ؟

بڈھا :- پہلی بات تو یہ کہ سو کچھ زیادہ ہے ۔
 دائیش :- کتنا ؟

بڈھا :- دو روپیہ ابھاری لال نے کہا کہ اوروں سے تو تین روپے لیتے ہیں
 مگر ڈاکٹر صاحب کو دو روپے پر ہی دیدیتے ۔

دائیش :- اور دوسری بات ؟

بڈھا صاحب کو ان کی دوکان پر جا کر منڈی لکھنی پڑے گی ۔

دائیش :- جب اور کہیں روپے کا انتظام نہیں ۔ تو اس طرح ہی روپیہ لینا
 پڑیگا کب بٹایا ہے ۔

بڈھا :- جب آپ کو سہولت ہو ۔ اسوقت بارہ بجے تک دوکان کھلی رہے گی
 شام کو پھر تین بجے سے کھلے گی

دائیش :- دس بجے تک یہیں چلی جائے گی ۔ اسی وقت چلے چلیں گے ۔

جو حکم کہ بڈھا نے نصحت کیا اور دائیش بھی اپنے کام میں لگے
 ٹھیک دس بجے دائیش اور پینا لال ایک کمرے کی گاڑی میں سوار ہو کر پہاڑی

کی دکان پر پہنچے پہاڑی لال نے ڈاکٹر صاحب کو نہایت عزت و تعظیم سے ٹھہرایا
 منٹا سی لکھی گئی تین سو روپے لیکر ڈاکٹر صاحب روانہ ہوئے۔
 کھانا وغیرہ کھا کر دانیلش نے کپڑے پہنے اور پانچ سو کے نوٹ جیب میں رکھے
 آف! ان کا بلی کا تب اٹھا۔ اتنا روپیہ وہ کسے دینے کے لیٹے جا رہے ہیں
 دیس میں گھر پر بھی ملے۔ ان کے بھائی بھابھ اور دیگر کینٹ و ڈکٹ کی زندگی بسر
 رہے ہیں۔ انہیں روپیہ کیوں نہیں پہنچتے وہ یہ کیا انداز کر رہے ہیں۔ جو تھکا کو
 کیوں اس قدر روپیہ دیتے ہیں۔ وہ کون ہے ہا ان کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے
 اس خالی گھر میں دانیلش کھڑے کھڑے اسی قسم کے خیالات میں غوطے
 کھانے لگے۔ مگر ان کا یہ غور و خوض ہوائی قلعہ سے زیادہ وقت نہ کھینچتا تھا
 کی وہ دلفریب شکل اور اس کی شیریں نوائیاں یاد آنے ہی وہ تمام خیالات کاٹھک
 ہو گئے۔ دانیلش کا ڈی پرسوار ہو کر جو تھکا کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو رہا تھا
 چرچوش دریا کی روانی میں جھڑجھڑ سے پنجر کا ٹکڑا پانی کے نیچے پڑے کھاتا
 ہوا ہوتا چلا جاتا ہے اسی طرح جو تھکا کے محبت کے پر شور تلامطم میں بہت
 دوڑ پر لگاؤں میں رہنے والی شانتی اور محبت و رحم کی مجسم مور کی کہاں کہاں
 گئی؟

پانچواں باب

آئیے۔ میں اس وقت تمہارے خیال میں ہی مستغرق تھی ایک نرس سہارا
 وزیدہ تنگہ سے دانیلش کو بے چین کر کے حسین جو تھکا نے اوپر کا مقرر کیا

باریک چھپتی ہوئی نکلا ہوں کے زہریلے تیردوں کی مار برداشت کر کے بولے
 چھارے بٹکانے پر بغیر آئے کیونکر رہ سکتا ہوں ؟
 یو تھکا۔ ڈاکٹر صاحب ! کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو ؟
 دانیلش محبت کا اظہار کیونکر کیا جاتا ہے ؟ یو تھکا ! یہ میں نہیں جانتا
 مگر جانتا تو بنا دیتا۔ کہ میں تم سے کغذر محبت کرتا ہوں
 یو تھکا۔ اسے ! میں بد نصیب تھا رسی محبت کا معاوضہ بھی نہیں دے
 سکتی۔ دانیلش کیا تم مجھے یہ یقین اور بہ اعتبار سمجھتے ہو۔

دانیلش :- کیوں

یو تھکا :- یہ کیوں

یو تھکا :- معاملات محبت میں سزاوارتہ دیم شکست کا مفقود ہے کہ جہاں
 محبت کا معاوضہ نہیں ادا کیا جاتا۔ وہاں بہ اعتباری رہتی ہے۔
 دانیلش۔ نہیں نہیں۔ یو تھکا ! میں اپنی محبت کا معاوضہ تمہاری ان محبت
 آفرنگ ہوں سے ہی پا جاتا ہوں

یو تھکا دانیلش میں سمجھ گئی۔ تم سچے ہو۔ تمہارے جیسا محبت کی قدر کرنے والا
 گراں بہا رتن اس دنیا میں ملنا مشکل ہے۔

دانیلش :- اچھا یہ روپے سنبھال لو۔

یو تھکا :- روپے کیوں دانیلش ! ایسے موقع پر روپے کی بات ؟ نہیں
 محبت کے آئین کو فراموش کر کے ایسی باتیں نہ کرو۔ دیکھو محبت روح
 کی غذا ہے۔ یہ وہ امرت کی بوند ہے جو مرے ہوئے جذبہ جانت کو زندہ
 کر دیتی ہے۔ یہ زندگی کی سب سے پاک۔ سب سے اعلیٰ اور سب سے
 مبارک۔ برکت ہے محبت کے دروہیں بھی ایک پُر کیف زندگی بخش مہر و ہمتا

میں تو اس وقت تمہاری محبت کا خواب دیکھ رہی تھی۔ تم نے روپے کے فضول ذکر سے میرے اس خواب کا مزہ کر کر کر دیا۔ اچھا اگر تم روپے لے ہی آئے ہو۔ تو اس میز پر رکھ دو

دانیئل نے نوٹ گن کر میز پر رکھ دیئے
لوٹوں کی طرف لاہر وہاں سے دیکھ کر تو تھکانے کہا کیا پانچ سو لائے ہو؟
دانیئل :- پانچ سو ہی تم نے لکھے تھے ؟

پونٹھکا خیر اب اس ذکر کو چھوڑ دو ایک چمٹھٹھ لانا سناؤں
یو تھکانے اور نیم بچانا شروع کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی سیلی جذبہ درقّت میں ڈوبی ہوئی۔ آواز ملا کہ حسرت بھری تان بیٹے لگی۔

دانیئل جو شجاعت اور سرور سے بخود دھوئے دل مبالغہ میں وہی رنگ گرجنے لگا اس درد انگیز کیفیت سے وہ بہت متاثر ہوئے ذرا دیر کے لئے وہ اپنے آپ سے جاتے رہتے گئے بھانے۔ شاعری اور محبت کے خواب کا رس لوٹ کر رات کو آٹھ بجے وہ گھر بوٹے۔

ارباب نشاط اور محفل طرب میں بیٹھا ہوا شخص جس طرح صبح کا تارا دیکھ کر منعم اور متفکر ہو جاتا ہے۔ اور تمام جسم میں اعضائے حکمت کی ہلکائی محسوس کرتا ہے دانیئل کی بھی یہی حالت ہوئی ان کی طبیعت آجیاٹ ہو رہی تھی اور دل میں ایک ولولہ انگیز وحشت مچائی ہوئی تھی محبت کی خاطر داریلن نے دل میں ایک پیچیدگی پیدا کر دی تھی۔ مگر اگر ایک اخبار کے مطالعہ سے انہوں نے اپنا دل بہلا لیا۔ مگر اس میں طبیعت نہ لگی اخبار پیمیک کر ایک ناقل اٹھایا۔ مگر وہ بھی اچھا نہ لگا عاشقانہ احساسات کی آگ تنہائی کا موقع پاکر بھڑک اٹھتی ہے۔ جب کسی طرح طبیعت د لگی تو شاعری کے خیال آج

لکھنے لگے۔

تمہارا خط ملا۔ مگر کام سے غرضت نہیں ملتی خط لکھنے کا موقع کہاں ہا تم نے روپے کے لئے لکھا۔ مگر اس قدر قلیل تنخواہ میں میری ہی گذر بھل جاتی ہے تمہیں کہاں سے بچھو؟ ہا تم نہیں جانتیں میرے اوپر کتنے لوگوں کی موت و زندگی کا بار ہے ایسی حالت میں کچھ کہہ کر آسکتا ہوں موقع ملے پڑنے کی کوشش کرونگا۔

خط ختم ہونے پر غافہ میں بند کر کے اسی دن لیٹر بکس میں ڈال دیا۔

چھٹا باب

وقت پر دیش کا خط شائع ہو گیا۔ مگر شائع ہونے پر خط پڑھ کر شکھی نہ ہو سکی وہ اسی وقت خط کا جواب لکھنے بیٹھی۔ خط لکھنے سے پہلے دل میں بہت سی باتیں آتی تھیں۔ مگر لکھتے وقت یاد نہیں رہتیں۔ جو کچھ لکھتی تھی اس میں غلطی ہو جاتی تھی بالآخر بہت تکلیف دہ جہد اور سعی سے خط ختم کیا خط کا مضمون یہ تھا۔

پران ناتھ :

تمہارا خط ملا۔ یہ میرے لئے نہایت خوش نصیبی ہے۔ خط نہ ملنے سے دل میں جو خیالات آتے ہیں۔ انہیں کیونکر لکھوں۔ ہر عینہ یاد کر کے خط ضرور لکھا کرو۔ تم نے لکھا ہے۔ کہ تمہیں روپیہ کہاں سے بچھو؟ تو کیا طریقہ یہ سوروپیہ میں بھی نہ رہا فروغ انہیں چلتا۔ اس نوکری سے کیا فائدہ ؟

چار سو پچھو پچا ایک معمولی ڈاکٹر ہیں۔ مگر مہینہ پچاس روپے گھر بھجوتے ہیں اور تم نے تو کالج پاس کیا ہے۔ مگر کیا تم نہیں روپے بھی نہیں بھج سکتے جس کے گھر والوں کو دانہ نہیں ملتا۔ اس کا نوکری کرنا فضول ہے۔

پر ان ناتقہ اناراض نہ ہوتا۔ ہم لوگوں کو سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ اسوجہ سے اتنی بات کہی جہاں تک جلد ممکن ہے۔ گھر آؤ۔ ماں نہیں یاد کر کے رو یا کرتی ہیں۔

خط لکھ کر شانتی نفاذ میں بند کر رہی۔ کہ اسی وقت بھجلی ہو آگئیں اور خط دیکھ کر شکر لاتے ہوئے بولیں۔ ایں۔ خط آیا۔ اور جواب بھی لکھ دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ دیو جی نے کسی زیور کا ناپ مانگا ہے۔ اسی وجہ سے فوراً جواب لکھا ہے۔

شانتی ہنسی۔ مگر اسکی ہنسی پہلی سی نہیں تھی۔ پیسے وہ پور ناشی کی تھکتی ہوئی چاندنی کی طرح صاف شفاف تھی۔ مگر اب کرشن پکش کی چاندنی کی طرح رورس اس میں تاریکی کا دخل ہونا جانتا تھا

شانتی نے ہنسر کر کہا۔ ماں ایک نیا زیور بنوانے کا خیال ہے۔ اسی لئے اس کا ناپ مانگا ہے۔

بھجلی ہو۔ کونسا زیور؟

شانتی۔۔ ہنسیا۔

بھجلی ہو۔ کیا یہ کوئی نیا زیور ہے۔

شانتی۔۔ اس سے کھیت کاٹا جاتا ہے۔

کرکڑاٹے ہوئے تیل میں پانی کا پھینٹا دینے سے جیسے وہ بھجک اٹھتا ہے اسی طرح بھجلی ہو بھجک اٹھیں۔ آنکھیں لال کر کے بولیں ایں اس قدر گھٹ پتیر

اتنے دماغ اس گھمنڈ پر چھڑ جائیگے۔ پتھر ماں
 شانتی :- بہت خفیف ہوئی۔ وہ نہیں سمجھ سکی۔ کو کیا یک اُس کے منہ
 سے کونسی نامناسب بات نکل گئی اگر وہ جانتی۔ کہ کھیتی کا نام لینے سے امتداد دوش
 ہونا ہے تو بھول کر بھی نہ لیتی۔

اُداس اور درود پوری لگا ہوں سے بھلی ہوئی طرف دیکھ کر عاجزانہ انداز
 سے کہا۔ بہن! میں نے کیا کہا۔ کہ تم اس قدر غصہ ہوئیں۔
 بھلی ہو چلا کر بولیں۔ ماں بی بی ماں! تیرا خضم عالم فاضل۔ تیرا خضم روز
 اور میرا جاہل گدہ۔ مزدور! مگر ہم کسی کا کھاتے نہیں کسی سے کچھ لینے نہیں۔ تو نے
 کھیتی لگا کر ہمارے غور کا نسخہ کیوں اڑایا یا بہہ بتا!

شانتی نے پلک کر بھلی ہو کرے پاؤں پکڑ لیے اور خوشامدانہ انداز سے
 بولی۔ میں نے تو کیا کسی نہیں کہا۔ بھلے دادا تو ہمارے گورو کے برابر ہیں میں بھلا
 انکا نسخہ کیوں اڑاؤں گی تمہارے پیروں پڑتی ہوں مجھے معاف کرو
 اتنا گھمنڈ اچھا نہیں۔ گھمنڈ میں آگ لگے گی۔ یہ کہتی ہوئی بھلی بھوشانتی کے
 کمرے سے نکل گئیں۔

ان کے شور و شر کا راگ شنکر گھر کے لوگ جمع ہو گئے۔ نیشن بھی کہیں سے
 آ موجود ہوئے سب سے پہلے جیتی نے کہا۔ بھلی ہو یا کیا ہوا۔

بھلی ہو۔ ہو گیا یا ہم جاہل ہیں۔ ہم گدے ہیں ہم مزدور ہیں۔ جو یا ملے
 ہمیں کو لاتیں اڑتا ہے۔ ہمارا ہی بے عزتی کرتا ہے۔ دھت جم بھی ہیں نہیں جتنے
 سب مرتے جاتے ہیں۔ مگر ہیں موت نہیں آتی

جیتی :- تو ہوا کیا کچھ بنا تو ہی تو ہے تو جہا بھارت ہی بچا دیا ہے
 بھلی ہو۔ ماں! ایسب میرا ہی قصور ہے۔ میں کھولی ہوں لڑکی ہوا

اور میرا شوہر مزدور ہے۔ کسان ہے۔

جینتی۔ یہ کس نے کہا؟

بجھلی بھو بھی کہتے ہیں

جینتی۔ اس وقت کس نے کہا۔

بجھلی بھو۔ جو کہہ سکتی ہے۔ جس کا شوہر ڈیڑھ سو روپے پیسے کماتا ہے جو

گھنٹہ سے زمین پر پاؤں نہیں رکھتی

جینتی۔ کون؟ چھوٹی بھو!

بجھلی بھو اور نہیں۔ تو کیا؟

جینتی۔ اس نے کیا کہا؟

بجھلی بھو! ا! ا! ا! کچھ نہیں کہا۔ سب قصور میرا ہے۔

ستیش۔ تو کچھ بتاؤ تو سہی۔ کہ کیا ہوا؟

بجھلی بھو۔ مہنا کیا؟ چھوٹی بھو سے میں نے صرف اتنا پوچھا۔ کہ دیورجی کو اتنی

جلدی کیا کھتا۔ بولیں سونے کی ہنسیا جیسے کو لکھتا ہے۔ میں نے پوچھا؟

کیا کرو گی؟ اس پر کہتی کیا ہیں۔ کہ اس سے کھیت کے دھان کاٹے جائیں گے

تو میں کیا انتہی نہیں سمجھتی۔ کہ یہ بات کس پر کہی۔ میرا ہی شوہر کہتی کرنا ہے

دھان کاٹتا ہے۔

یہ سنکر ستیش چند رہبت ناراض ہوئے غصے سے کانپتے ہوئے بولے

اُف اسقدر گھنٹہ! چھوٹا منہ بڑی بات! ہم دھان کاٹتے ہیں۔ اسی لیے

ہمارے واسطے سونے کی ہنسیا ملگائی! اسی کھیتی کے سبب سے شام تک

دو ٹھکی اناج ہوتا ہے۔ نصم نے تو ایک پیسہ بھی کم کر لیا تھا۔

اب بجھلی بھو نے رونا شروع کیا۔ روتی ہوئی چلا چلا کر کہنے لگیں کھیت

کے دھان ہی پر سبکی نظر رہتی ہے۔ کہاں سے کس کے نام رو پئے آتے ہیں؟
کون کس میں بند کر کے رکھتا ہے۔ اسکی خبر کوئی نہیں لیتا۔ بھگوان تم مجھے اٹھا
لو۔ جس دن میں مرونگی۔ اسی دن سب کے دل میں ٹھنڈک پڑے گی۔ ابے جم
دیو اکم بچے بلالو۔ اب یہ جلن نہیں سہی جاتی۔

سینیش چند رنے جنتی سے کہا: سسٹہ بھوانم چوٹی بھو کو سمجھا دو۔ کہ اگر
مزدور پر اٹکی ایسی حقیر نظر ہے۔ تو اپنے شوہر کی کمائی سے ایک پیسہ بھی اُسے نہ
دیں۔ مگر خیر دار اگر کسی ایسے بڑے الفاظ کہے۔ اس طرح طعنہ دیا۔ تو اچھا
نہ ہو گا۔ ہم کسی کے باپ کے غلام نہیں ہیں۔

جینتی کہیا تم بھی باگل ہو گئے۔ چھوٹی بھو کیا اتنی ذلیل ہے جو تمہیں ایسے
بڑے الفاظ کہے گی۔ یہ تم یقین کرتے ہو؟

سینیش:۔۔ تو کیا نام قصور ایک ایسی شخص کا ہے۔ تم بڑی انصاف کرنے
والی ہو۔

جینتی:۔ میں متصف نہیں۔ مگر بھلی بھو بڑی کا نسا ہے۔ دم میں تل کا یہ مار
بنا دیتی ہے۔

سینیش:۔ (جلا کر) تو سب ہکر اُسے کاٹ ڈالو۔

بھلی بھو کے شور و شر کی آواز مساتویہا آسان تک جا پہنچی۔ جلا جلا
کو اپنی قیمت اور گھر والوں کو کوسنے لگیں۔ ان کے شور و شر سے نام گھر گونج
اٹھا۔ سینیش چند رو پے۔ چلو اپنے کمرے میں چلو بس اب سنا نہیں جاتا
اس دھم بڑے واو کے آنے پر ہم اب ملے گرویشے بے بسکھ سے دلکا بھلا ہے!
اونچی آواز سے روتی ہوئیں بھلی بھو اپنے کمرے کی طرف چلیں چھپے چھپے سینیش
چند رہی گئے۔ کمرے میں جا کر بھلی بھو کے سینیش چند رے کہا۔ تم جب

دیکھو، بچی کو دوش دیا کرتے تھے۔ آج تو اپنے کانون سن لیا۔
 شیش :- کیا کہوں! میں تو بڑی مشکل میں پڑ گیا اور تو لکھ بار کا سونچا دھر
 لوگوں کا لڑائی جھگڑا پیچھے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں؟
 منجھلی بچہ نے تنک کر کہا۔ اتنی باتیں کون برداشت کرے۔ ہمیں کپنگی کیوں
 برداشت کریں۔ اس کے باپ کا کچھ دینا ہے۔ یا اس کے جسم کی کئی ٹکاتے
 ہیں۔

ادھر جتنی نے ساس سے کہا۔ ماں انہی نے بھی تیش کو کچھ نہیں کہا
 ساس :- کیا کہوں؟ مجھے اب کچھ کہنا سننا نہیں۔ اب تو بھگوان مجھے اٹھا
 تو اچھا ہے یہ باتیں دیکھ دیکھ کر میرا جی جلتا ہے۔
 جیتی :- چوٹی ہو! ایسی نہیں ہے۔ جو بغیر سب کے کچھ کہے سننے!
 سنہمہلی بھونٹنے سے کرا کر بولیں بغیر اس کے تو پتہ تک نہیں آتا کہ کوئی بات ضرور ہوگی
 جیتی پیشانی پر بل ڈال کر بولی :- جب تیرے ساتھ ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ تو
 ہوا بولتی ہے۔

اس کے بعد سب لوگ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس جھگڑے پر رائے زنی
 کرنے لگے مگر جسکی وجہ سے یہ لڑائی جھگڑا ہوا۔ وہ پیچاری ایک کونے میں
 بیٹھی ہوئی چھوٹ چھوٹ کر رو رہی تھی۔ وہ اس وجہ سے نہیں روتی تھی
 کہ منجھلی بھونٹنے اس سے جھگڑا کیا۔ اور کالی دی بکد اس کا رونا عرف
 اسوجہ سے تھا۔ کہ سب لوگ اسے قصور وار سمجھ کر اس سے ناراض ہیں
 اسوقت بد نصیب شانتی کے دکھ کی انتہا نہیں!

سأوال باب

نذری موت - ڈکے شکر - رنج - غم - گری - سردی - رسات - یہ سب کسی کا انتظار نہیں کرتے اس واقعہ کے بعد نظر بنا ڈیڑھ برس گزر گئے یہ موسم سرما کا آغاز تھا۔ جیش چندر گھر آئے تھے۔ اور اپنے ساتھ بہت سا پیسہ لائے۔

رات کو کمرے میں شوہر اور بیوی سے باتیں ہو رہی تھیں۔ جیش کسی ماں کسی باپ کی گود میں جا کر دونوں کو خوش کر رہا تھا۔ منجھلی بھونے کہا: تمہاری طبیعت تو بچی رہی ہے

جیش: اس مرتبہ تو اچھا رہا

منجھلی: روپیہ کتنا ملا

جیش: اچھا ملا۔ مگر اس مرتبہ دھان کم ہوئے سے بڑی تکلیف ہوئی

منجھلی: بھونے کتنے روپے لائے

جیش: ہر سال جتنے لاتے ہیں۔ اتنی ہی لائے۔ اس مرتبہ کچھ زیادہ ملنے کی امید تھی مگر

منجھلی: بھونے کتنے روپے لائے۔ پہلے یہ بتاؤ۔

جیش: چھ سو

منجھلی: بھونے جیش کے لئے کتنے رکھو گے

جیش: تم جو مناسب سمجھو کرو۔ تمہاری صلاح بڑی نہیں ہے۔ اس پر چلنے

سے تھوڑے ہی دنوں میں ڈیڑھ ہزار روپے جمع ہو گئے

منجھلی: اچھا پس اس روپیہ خرچ کے لئے نکال لو۔ باقی بچیس کے لئے

رکھ دو گے

جیتیش :- بھلا ہمسایہ میں کیا ہو گا۔ اس دفعہ اناج بھی نہیں پیدا
 ہو ا سول لینا پڑیگا اس کے علاوہ قرض بھی بہت کم ہو گیا ہے۔
 بمبھلی ہو :- تو میں کیا کروں ہر گز کے کا خیال تو رکھنا ہی پڑیگا۔
 جیتیش :- دو سو خرچ کے بیٹے نکال کر باقی چھپس کے لئے رکھ لو گے۔
 بمبھلی ہو :- دو سو ادا نہ۔ ایسا نہ ہو گا۔ بھگوان نہ کرے۔ اگر ہمارا کچھ بڑا
 بھلا ہو گیا تو شیمیش اور میں کیا بھیک مانگوں گی۔
 جیتیش :- یہ تو بھیک ہے۔ مگر گھر کا خرچ بھی تو ہے یہ کیونکر چلے گا
 بمبھلی ہو :- چلے جا ہے نہ چلے۔ اہں تنہا را بھجھ ٹا بھائی تو ڈیڑھ سو کھاتا ہے
 وہ بھی ایک پیہ دیتا ہے۔

جیتیش :- میرا خیال ہے کہ اس کا چال چلن ٹھیک نہیں۔ تین چار خطا کئے
 ان میں سے ایک دو کا جواب دیا ہے اور وہ بھی کچھ بیہودہ سا پڑھتے ہی
 معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا دماغ ٹھکانے نہیں۔ کتنی اُمیدیں اس کی
 ذات سے وابستہ تھیں۔ خیال تھا کہ وہ کم از کم بھیجیگا تو گھر کی حالت سدھ
 جائے گی۔ مگر اُسے تمام آرزوؤں اور اُمیدوں پر اس طرح ٹپ گئی۔
 بمبھلی ہو :- تمہاری طرح سب بدعتہ تو نہیں وہ کیوں دے۔ اپنے لئے
 جمع کر رہا ہے بیوی کے زیورینوار رہا ہے۔

جیتیش :- کیا کہتے ہیں۔ چھوٹی بیویوں سے دینی جاتی ہے۔
 بمبھلی ہو :- اب بنوانا شروع کیا ہے۔ چھوٹی ہو کو اپنے پاس لا کر دیگا۔
 وہ ہماری طرح بیوقوف نہیں بڑا استاد ہے۔
 جیتیش :- ہماری بھجھ میں یہ تنہا کی کھول ہے۔ ورنیش پری صحبت میں

پڑ کر روپیہ ضائع کر رہا ہے۔ جو کماتا ہے ضائع کر دیتا ہے۔ اسی وقت نظر
دو اسی نے اکر کہا: بڑے بابو! جن پچھلے ماش آئے ہیں ان
جیتیش۔ کہاں؟

نستار۔ دیوی مندر میں بھیکو نے انہیں بیٹھنے کو کہا اور حقہ بھر دیا ان
کو وہ یہاں ہی رہیں گے۔

جیتیش:- اٹکا مکان کہاں ہے کچھ معلوم ہے؟
نستار:- ہاں بھیکو نے پوچھا تو دیو گرام بتایا جیتیش چند رات کچھ دیوی
مند میں لیٹ چل رہا تھا۔ باہر برآمدہ میں تین شخص بیٹھے تھے ان میں سے
ایک ہما شہ حقہ بجا رہے تھے جیتیش چند رات کے وہاں پہنچے ہی ایک نے کہا:-
کھئے! جیتیش بابو آپ اچھے ہیں؟

جیتیش چند رات نے ہنس کر کہا تھا ہے۔ آج کسی اچھے کا منہ دیکھ کر اٹھا تھا
کو آپ کا درشن ہوگا۔ آپ کے آنے سے یہ گھر پاک ہوگا۔ اچھ دو سرے دو سائیوں
کی طرف مخاطب ہو کر ڈسے ہمارے نے کہا:- ان لوگوں کو آپ انہیں پہنچاتے
ان کا مکان دیو گرام میں ہے۔ نام ہرلشن چندر بیٹو اور انکا نام رام دیو
منتر دونوں نہایت خاندانی۔ بوس ہما شہ کی ایک کنواری بھانجی ہے۔ لڑکی
بجتم پچی ہے۔ مگر باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے۔ بوس ہما شہ کی جسمانی حالت
اچھی نہیں آپ کے چھوٹے بھائی کے ساتھ اس لڑکی کی شادی کا مشورہ کرنے
آئے ہیں؟

جیتیش اچھی بات ہے۔ ہم بھی پانچ کوڑی کی شادی کرنا چاہتے ہیں؟
وسے:- یہ تو آپ سمجھ ہی گئے ہونگے کر لینا دینا برائے نام ہو گا؟
جیتیش مگر آج کل رسم کے مطابق۔۔۔۔۔

دے :- اس کے لئے آپ کو کچھ کہنا پڑیگا۔
 جنتیش :- اچھا ابھی آپ لوگ آرام کیجئے اس کے بعد بات چیت ہوگی۔
 دے :- ہاں جیب آئے ہیں تو ہوگی ہی۔
 جنتیش چندر ٹھوڑی دیر اور صبر اور دھرم کی باتیں کر کے گھر کے اندر گئے۔

آٹھواں باب

اندر

جا کر جنتیش چندر رسوائی خانہ میں پہنچے۔ جنتی اس وقت کھا پکا رہی تھی۔
 چھوٹی بہو ضروری چیزیں ہتیا کر رہی تھی اور مالکین جنتی ہوئی اُن سے بات چیت
 کر رہی تھی۔

جنتیش چندر نے کہا :- کھانا جلد پکاؤ۔ تین آدمی آگئے ہیں؟
 جنتیش چندر کی مل نے پوچھا۔ اُن کا گھر کہاں ہے؟ کیوں آئے ہیں
 جنتیش :- دیوگرام کے رہنے والے ہیں۔ پانچ گونڈی کی شادی کے لئے۔

آئے ہیں؟
 جنتیش کی ماں کے جواب دینے سے پہلے ہی جنتی کڑا ہی بین مچھلیاں ڈال کر
 باہر نکل آئی اور جلدی سے ماتھے پاؤں دھو کر جنتیش کے پاس آکر کہنے لگی
 لڑکی کتنی بڑی ہے اور دیکھنے میں کیسی ہے۔

جنتیش :- اُس کے متعلق ابھی کچھ بات چیت نہیں ہوئی۔ مگر اس قدر
 معلوم ہو گیا ہے کہ لڑکی سیانی ہے۔ آج کل لڑکی جب بڑی ہو جاتی ہے
 تو لوگ شادی کے لئے جلدی مچاتے ہیں۔ اور ماں باپ کی نگاہوں میں

تو ان کی لڑکی خوبصورت ہی ہوتی ہے؟
جینتی:- اگر ہو سکے تو اسی ہمینہ میں شادی کر دو پانچ کوڑی بھی جوان ہو گیا ہے
جینتی:- گو دیو گرام والے وقت کے اثر سے غریب ہو گئے ہیں۔ تاہم ان کا۔۔

بردری میں وہی اعزاز و احترام ہے؟

ماں نے کہا:- بیٹا! میں اور تو کچھ کہتی نہیں۔ مگر سب سے چھوٹا لڑکا ہے
مگر ہو سکے تو شادی کر دو۔ بڑی اُمید تھی۔ کہ دانش کما لے گا تو کچھ مدد ملے
گی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔

جینتی:- ماں آجکل وقت بہت بڑا ہے۔ شادی کہاں سے کریں؟ کم از کم
چار پانچ سو روپے لگیں گے۔ مگر اثنا آٹے گا کہاں سے؟ ماں ایک ٹھنڈی
سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

جینتی نے کہا:- چار پانچ سو روپے کس میں لگینگے؟

جینتی:- نہ پور چاہیے اور کا خرچ چاہیے؟

جینتی:- کیا وہ کچھ نہیں دینگے

جینتی:- دینگے تو مگر معمولی؟

جینتی:- جس طرح ہو سکے شادی کر ہی دینا چاہیئے۔ پانچ کوڑی سب سے

چھوٹا ہے اگر اس کی شادی نہ ہو لی۔ تو بڑے دکھ کی بات ہے؟

جینتی جہاں تک ہو سکے گا۔ ہم کوشش کریں گے۔ مگر زندگی موت اور شادی

یہ تینوں کام ایسور کی مرضی پر منحصر ہیں۔ مگر ماں اتنی بات غور نہ کہو گی۔ کہ

یہ شادی مجھے پسند ہے؟

جینتی:- تو پھر دیر نہ کرو۔ وہی بہت ہو تو قرض لے لو؟

جینتی:- اور کون کرے گا؟

جیش چنہ رچلے گئے۔

تھوڑی دیر میں پانچ کوڑی دہاں آ پہنچا۔ جینتی اس وقت کھانا پکانے میں مشغول تھی۔ پانچ کوڑی نے کہا: بٹہ ہو! کچھ کھائے کو دو بڑی ٹھوک لگی ہے۔

جینتی ہنس کر ارے! تیری تو شادی ہے؟

پانچ کوڑی نے کہا: تو کیا بھوک پیاس سب اڑ گئی؟

جینتی: تیرے لوگ طے کرنے آئے ہیں؟

پانچ کوڑی: مہینے دادا کیا کہتے ہیں؟

جینتی شادی کر چکے؟

پانچ کوڑی: ہو! بہت دن ہوئے میں نے تم سے کہا تھا۔ اور آج بھر کہتا ہوں۔ کہ میں شادی نہیں کروں گا۔ اس لیے اس بارہ میں کسی کی بھی کوشش نہ کرنا بے فائدہ ہے۔

جینتی: اور سنو! جا جا کو اپنی بوائے رہنے دے تیرا دکھ ہی کی طرح: ہاں اچھا تجھے اتنی باتیں نہانے سے کیا حاصل؟

پانچ کوڑی: بڑائی نہیں بھروسہ بات ہے۔ میں شادی نہیں کروں گا۔

جینتی جو دھرم کرم کرتا ہے کیا وہ شادی نہیں کرتا؟

پانچ کوڑی: کرم دھرم کی بات نہیں۔ میں شادی کر کے کھلاؤنگا کیا؟

کیا روزگار کرتا ہوں۔ دادا کے ساتھ رہ کر کھلاؤنگا اور ادھر ادھر گھوموں۔ یہی میرے لیے شک سے ایک آفت سر پہ لے کر تمام زندگی ضائع کرنے کے لیے کیا فائدہ؟

جینتی: اچھا! اچھا! تو اپنا پاگل پن رہنے دے۔ خبردار! جو آج یہ سامنے ایسی بات کی۔

پانچ کوڑی۔ کھائے کو تو دو شادی کی بات سے تو پیٹ نہیں بھرنا
 جیسی کہ تھے ٹھوڑا سا کھانے کو لادیا۔ پانچ کوڑی نے بیٹھ کر کھانا شروع کیا

چوتھین

تواں باب

شومیر

کو کمرے میں اکیدا پا کر منجھلی ٹہوٹے کہا:۔ تمہارے بھائی کی شادی

چوتھین:۔ ہاں لوگ تو آئے ہیں۔

منجھلی ٹہوٹے:۔ وہ کیا دیگے؟

چوتھین:۔ کچھ بہت تو پیٹنے کی اُمید نہیں کیونکہ لڑکی کا باب نہیں۔ اما شاہ کا

منجھلی ٹہوٹے:۔ اس کے علاوہ ان کی حالت بھی اچھی نہیں۔

منجھلی ٹہوٹے:۔ یہ فریج وغیرہ بھی نہیں کو کرنا ہو گا۔

چوتھین:۔ ہاں؟

منجھلی ٹہوٹے:۔ روپے ہیں؟

چوتھین:۔ نہیں یہی تو مشکل ہے۔ ادھر پانچ کوڑی کی شادی کے بغیر بھی نہیں

منجھلی ٹہوٹے:۔ ہاں یہی ٹیڈی گھر بھی اچھا ہے۔ ان کے یہاں رشتہ داری

منجھلی ٹہوٹے:۔ سے برادری میں عزت بھی خوب چڑھائے گی۔

منجھلی ٹہوٹے:۔ ساری بات روپیہ کی ہے؟

چوتھین:۔ ہاں یہ تو ٹھیک کہ ہے۔ اچھا تم ایک کام کرو؟

منجھلی ٹہوٹے:۔ میں کام دہم کچھ بھی نہ کر دوں گی۔ مجھ سے کچھ نہ کہنا؟

جنتیش :- کوئی دوسری بات نہیں کہ
 منجھلی بھوئے نہ بھی کیا ؟
 جنتیش :- اس یار جو روپیہ لایا ہوں ۔ اس کا لالچ نہ کرو ۔ اس سے گھر کا خرچ
 بھی چلنے دو اور پانچ گڑی کی شادی بھی کرنے دو ۔
 منجھلی بھوئے تم کیا پاگل ہو گئے ہو ۔ میں ایسا کبھی نہ کرنے دے گی ۔ ان میں سے
 سچا س روپیہ سے زیادہ ایک گڑی بھی نہ ملے گی ۔ کہ پیرا شیشیش بھیک ڈالینگ
 جنتیش :- چیت میں جو کچھ لاؤں وہ سب کا سب تم ہی لے لینا گا
 منجھلی بھوئے :- نہ ایسا کبھی نہ ہو گا گا
 جنتیش :- تو کیا ان لوگوں کو جواب دیدوں گا
 منجھلی بھوئے :- تم جانو گا
 جنتیش چندر اؤ اس ہو کر دیوی مندر گئے دے ہما شے نے پوچھا :- کہنے !
 جنتیش بابو کیا مرضی ہے ۔
 جنتیش :- شادی کرنا تو منظور ہے ۔ مگر ابھی نہیں ۔ بیسا کہ میں کرونگا کہ
 دے ہما شہ :- یہ کیونکر ہو سکتا ہے ۔ لو کی سیانی ہے ۔ اسی ہینہ کئے بغیر نہیں
 بنے گا اس میں آپ کو وقت اور رکاوٹ کیا ہے ؟
 جنتیش : چھوٹے بھائی کی شادی ہے ۔ عزیزوں ۔ رشتہ داروں کو بلانہ ہوگا
 بیسا کہ سے پہلے اس طرف کسی طرح نہیں ہو سکتا
 یہ سکر وہ لوگ نا اید ہو گئے ۔ کھانا وغیرہ کھا کر فارغ ہو چکے تھے ۔
 سونے کا انتظام کرنے لگے جنتیش چندر اپنے گھر چلے آئے ۔

دسوال باب

گاؤں

میں شال بچے والا آیا تھا۔ شال۔ مڑھے۔ لولی۔ الوان وغیرہ کے علاوہ
اور بھی مختلف قسم کے کپڑے پہنا تھا۔ گاؤں کے سب لوگ اپنی اپنی اوقات
کے بموجب کپڑے مول لیتے تھے۔ پانچ کوڑی کے پاس سردی کے دنوں کے
یہ کوئی گرم کپڑا نہیں ہے اس لیے یہ لے آیا ہوں۔

ماں :- اور روپے؟

پانچ کوڑی۔ منجھلے دادا کہاں ہیں؟
ماں :- کہیں باہر ہونگے۔

پانچ کوڑی منجھلے دادا!

ماں :- شاید اپنے کمرے میں ہونگے

پانچ کوڑی ذرا ام نہیں بولا تو دو

ماں :- کہوں کیا روپے دے گا۔ رام رام! وہ لائے گا کہاں سے؟ میرے
نصیب میں ہی نام لگی ہے

پانچ کوڑی :- دکھاؤ منگا۔ ٹھکانو نہیں دیا

ماں نے بیٹے کو بلایا ستیش چندر کے آٹے پر ماں نے کہا :- دیکھو یہ پاگل کیا کر

آیا ہے!

ستیش :- ستیش کیا ہوا؟

پانچ کوڑی :- یہ الوان لایا ہوں۔ دیکھو۔ ٹھکانو نہیں آیا

الوان دیکھ کر گیش چندر بولے کتنے کا ہے؟

ستیش :- بیس روپے کا!

پانچ کوڑی :- چودہ کا ہے۔ ٹھگ تو نہیں لیا؟

سٹیشن :- انہیں مگر روپے ہا
پانچ کوڑی :- بھلے دادا دینگے !

سٹیشن چند - اس بات کا جواب نہ دے کر چپ چاپ باہر چلے گئے۔
بھھلی ٹھو کو اس طرف سے جاتے دیکھ کر ان نے کہاں :- بہو! دیکھو ٹھو! راجھو ٹا
دپور یہ کپڑا اپنے بیٹے لے آیا ہے - اگر تم کہو تو رکھ لیں۔
بھھلی ٹھو - منہ چڑھا کر میں کیا کہوں - جو اس کی مرضی ہو کرے
ماں - اگر تمہاری مرضی بھی ہو تو لے - کم بچہ کو پیٹ کے لڑکے کی طرح چاہتی ہو
تم اگر چاہو گی - تو لے لیگا - ورنہ بغیر روپے کے کیوں کر لے سکیگا ہ
بھھلی ٹھو - روپے ہا ماں! تمہارا گل نمی لڑکی ہو - بھلا میں روپے کہاں سے لاؤں
ٹھو اسے لڑکے آئیں - ہونگا تو دینگے۔

پانچ کوڑی :- بھھلی ٹھو! چودہ روپے - آٹھ بیچ کر پینک دو - جاڑوں مڑنا ہوں
غریب کو کپڑا دیے سے انہیں بڑا پیسہ ہوگا - دیدو ٹھو! اسے پہروں پڑتا ہوں۔
بھھلی ٹھو :- سلامت رہو تم غریب کیوں ہو میرے پاس روپے ہوتے تو میں بیٹی
پانچ کوڑی :- ہاٹ میں تو کسی کے بھی نہیں رہتے کس میں ہیں - ٹھو! ٹھو! اسے
کتنے جوتنا ہوں - اس چودہ روپے کا موہ چوڑو - کس کا رکھا ساتھ نہیں
جائے گا - جو دے جاؤ گی - وہی ساتھ جا لیگا۔

بھھلی ٹھو - بیچ میرے پاس روپے نہیں - میں کیا جھوٹ بولنی ہوں۔
میں اسی وقت جیش چندر ولمان آئے! بھھلی ٹھو شوہر کو دیکھ کر چلی گئیں
جیش نے کپڑا دیکھ بھال کر کہا :- سستا ہے - مگر روپے کا انتظام کئے بغیر کیوں
لے آیا - اب واپس کرنا بھی ٹھیک نہیں مگر کیا کریں ہ میرے پاس بھی روپے
نہیں۔

جیتیش چندر نے اپنے کمرے میں جا کر تھکلی ہو کر سو رہے تھے۔ روپے لینے کی خوش
مکی گرم مکی تمام کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ تھکلی ہو کر ایک پیسہ دینا
بھی منظور نہیں کیا جب کسی نے روپے نہ دیئے۔ تو پانچکوڑی نے اوداس ہو کر
کہا۔ "نو واپس کر آتا ہوں۔"

آپٹل سے آٹھ سو چھتے ہوئے ماں نے کہا۔ بیٹا میں کیا کروں ماں اس ختم
میں میں تم کو نو مکی کوئی خواہش پوری نہ کر سکی۔

جس کمرے میں یہ بات چیت ہو رہی تھی وہ کمرہ ماکن کا تھا۔ بہت دیر
پہلے چھوٹی ہو کر کسی کام کے لیے اس کمرہ میں آئی تھیں۔ مگر کمرے میں لوگوں
کے ہونے سے کام ختم ہو جانے پر بھی باہر نہ جاسکیں۔ وہ دروازہ پر کھڑی
ہو گئیں تمام باتیں سن رہی تھیں۔ ساس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اور
پانچکوڑی کی بات سن کر سے بڑا دکھ ہوا۔

پانچکوڑی کے باہر جاتے ہی چھوٹی بھو نے جلدی سے باہر آ کر کہا۔ ماں !
پانچکوڑی کو بلادو۔

ماں :- کیوں بیٹی ؟

چھوٹی ہو :- وہ چلا جائے گا۔ پہلے بلالو

ماں نے پانچکوڑی کو بلایا۔ وہ لوٹ آیا اور ماں سے پوچھنے لگا۔ کیوں بلایا
چھوٹی ہو :- پانچکوڑی سے کہو۔ کہ ان چوڑیوں کو رہن رکھ کر الوان خرید لے
ماں نے آنسو بہاتے ہوئے لبریز آنکھوں سے ایک سرور آہ بھر کر یہ بات
پانچکوڑی سے کہی۔ مگر پانچ کوڑی کی طرح کارروائی کرنے پر تیار نہ ہوا۔ اور
الوان واپس کرنے چلا گیا

گیارھواں باب

ماگھ

کے ہینے میں گھر پر رہ کر بیہوشی کے پہلے ہفتہ میں جیتیش چندرا اپنے کاروبار کے منہام پر جانے کی کوشش کرنے لگے۔ جانے کے ایک دن پہلے ہی ان کی بیوی نے ان کو بل کر خفیہ چندر و نیادی کاروبار کا انتظام کر رہے تھے۔ سیونٹ ہتھوڑا نے کہا:- بیویوں کے رکھنے کی اب کوئی ضرورت نہیں۔ دو برس جان تو نہ کرکھتے کی۔ مگر کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ پانی نہ پرتے کیوجہ سے سب مٹی میں گر گیا۔ جیتیش:- اگر ایسا خیال ہے۔ تو بیویوں کو علیحدہ کر دو اور زمین کا فصلی بند کر دو۔

ماں:- بھیکو پڑانا تو کر ہے۔ اسے کیا جواب دے دو گے؟
جیتیش:- جب میں ہی نہ رہ سکیں۔ تو بھیکو کا کیا کام؟ ایک آدمی کو کھانا کچھ اور
تخواہ دینا ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔
ماں:- تیش! تب تم کیا کرو گے؟

جیتیش:- پردیس جا کر نوکری چاکری کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس سے
اُسے بُلا یا ہے اس لئے اُسے بھیج دینا چاہیے

ماں:- کیوں؟ تم پردیس جاؤ گے۔ اُهو باب کے گھر کیوں جاؤ گی؟
جیتیش:- جب اس کی کسی سے یہاں شقی ہی نہیں۔ تو اُسی حالت میں۔ اُس
کا یہاں رہنا کسی طرح ٹھیک نہیں۔

ماں:- انہیں بھی ہے۔ تو اس میں قصور کس کا ہے؟ یہ تو سوچو!

ستیش :- کسی کا قصور نہ ہو۔ گراپ اس کا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔
 خنیش :- نہ یہاں سے کب جاؤ گے ہا
 ستیش :- اس مہینہ کی تیرہ تاریخ کو سسٹن ال سے گاڑی آئیگی
 چوگاہ کو اسے پہنچا دیجے اس کے بعد جسے کے انیورٹنک میں چلا جاؤنگا
 خنیش :- یہ سنو بھائی لیرری سمجھ میں تو نہیں کوئی کے بھیجنا مناسب نہیں۔
 ستیش :- یہ میں جانتا ہوں۔ کہ جب تک قسمت میں سکھ نہیں ہوتا۔ اس وقت
 تک کہیں بھی کسی طرح سکھ نہیں ملتا۔ مگر کیا کروں۔ جب یہاں کسی سے بھی میں
 نہیں۔ تو رہنا فضول ہے۔
 خنیش جب تک ماں زندہ ہے۔ اس وقت تک ہم کو کوئی فکر کرنے کی ضرورت
 نہیں۔
 ستیش :- ایسے وقت میں ماں بھی تو جہت نہیں دیتیں۔
 خنیش چند رماں کا مشہ نہ کہنے لگے۔ ماں نے کہا کہاؤں بیٹا! اس بڑھاپے میں
 مجھ سے یہ دانشا کیوں نہیں دیکھی جاتی۔ اور مچھلی بھی اپنے آگے دوسرے کی
 نہیں مانتی۔
 ستیش۔ ماں! میں نے اچھی طرح غور کر کے دیکھا ہے۔ کہ تم سب کو کیساں
 نہیں سمجھتیں۔
 ماں :- بیٹا جب تمہارے بھی لڑکے ہائے ہو گے۔ اس وقت تم جانو گے۔ ماں کے
 نزدیک سب لڑکے برابر ہیں۔ پانچ انگلیوں میں سے کسی کو کاٹو کیساں دیکھ ہوگا
 دیکھ کیوں جھوٹا دوش لگائے ہو۔
 ستیش :- ماں! میں تمہیں دوش نہیں دیتا۔ سب دوش ہمارے تجسیموں کے
 شانتی کے کہتے ہیں۔ یہ میں ابھی تک نہیں جان سکا۔ اب دوسرے رشتہ پر چلے

دیکھو لگا کہ رشتہ خانی ملتی ہے یا نہیں؟
 ماں :- جھگڑانے سب کو ماتھے پاؤں دیے ہیں۔ اپنا بھلا یا گل بھی
 سمجھنا ہے جس سے تمہیں شانتی ملے۔ دہی کر دیکھو۔
 ماں نے جس طرح یہ بات کہی۔ اس سے تیش چند نے سچھا کر ماں نے
 رخصت دیدی۔ مہ نہیں دل ہی دل میں بہت اچھا ہوا۔
 اگر تیش چند راس بات کا تذکرہ پھر چھپڑے۔ تو انہیں معلوم ہو جاتا
 کہ اس بات کے کہنے سے ماں کا مقصد یہ ہرگز نہیں تھا۔ جو انہوں نے سمجھا۔ مگر
 تیش چند نے کچھ نہیں کہا۔ سمجھے کہ ماں نے تیش چند کے مشورہ سے
 انہیں رخصت کر دیا۔ وہ خود داری و خود نمائی کے جوش میں آکر اٹھ گئے
 دوسرے دن تیش چند اپنے کاروبار کی جگہ پر چلے گئے۔
 تاریخ مقررہ پر تیش چند کی سسرال سے گاؤں آئی۔ اور پہلی پہو کے
 چلی گئیں۔ مہ نے جانے کے تین بوقت تیش چند بھی کہیں نکل گئے۔

بارھواں باب

میساکھ

کاہین گذر گیا۔ مگر تیش چند رات نو گھر ہی آئے۔ اور نہ کچھ خرچ بھیجا۔
 ہر کل ہندوستان میں ہر شعبہ میں کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ مگر زمینداروں
 کی نوکری کی حالت جوں کی توں ہے۔ اس کے پرانیوں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوئی
 ایک معمولی نائب کی تنخواہ آٹھ روپے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مگر وہ آٹھ
 روپے ماہوار تنخواہ پانیوالا نائب ایک خدنگار اور ایک سو پانچ نوکروں کے

ہے۔ ان دو آدمیوں کی تنخواہیں اُس کے سولہ روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اُس کے علاوہ گھر کا خرچ بھی زیادہ رہتا ہے مگر یہ کہ آٹھ روپے ماہوار تنخواہ دار کے نائب کی سالانہ آمدنی آٹھ سو سے زیادہ رہتی ہے اتنا روپیہ آتا کہاں ہے؟ پکڑے کوترے میں بے گھر بے زر کسانوں سے ہی اتنا روپیہ وصول کیا جاتا ہے۔ انہیں معلوم منہ وستان کے غریب کسانوں کا اس مصیبت سے کب چھٹکارا ہوگا؟

جیش چندر زمیندار کے نائب تھے۔ اُن کی آمدنی بھی انہی ہی تھی۔
..... ان کی آمدنی کے بیسے بجا دوں اور چیت کے دن تھے۔
پوس کے بیسے میں جو کچھ ملا تھا۔ وہ تمام تر جیش کی ماں ٹرپ کر گئیں چیت میں ایک کی بھی آمدنی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ زمیندار کسانوں میں جھگڑا چل رہا تھا اُس جھگڑے میں چنے رہنے کی وجہ سے نہ تو وہ گھر ہی آسکے۔ اور نہ کچھ بیج ہی سکے۔

اس مرتبہ انہیں ہوا۔ شیش بھی پڑیں چلے گئے اور جیش چندر نے کچھ بھیا نہیں اسی وجہ سے اُن کے گھر کا خرچ چلنا دشوار ہو گیا ہے۔

ماں نے جیش چندر کے پاس آدمی بھیجا۔ وہ خط کا جواب لیکر اٹھے پاؤں لڑائی پانچوڑی نے خط پڑھ کر سنایا۔ لکھا تھا: ہم ایک پیسہ بھی نہیں بھیج سکے فرض لے کر کام چلاؤ۔ اگر اندیشہ رکھی مرضی ہوگی تو ادا ہو جائیگا۔

خط شکر ماں بہت گھرائی۔ عورت ذات کو کون اُدھار دے گا۔ پاس ایک۔ پیسہ نہیں۔ جیش چندر۔ لا معلوم وقت تک مدد نہیں دے سکیگا۔ گھر کا ذریعہ بہت کچھ کم ہو جانے پر بھی چالیس پچاس سے کم نہیں۔

لکھن نے ہنسنے لگا کہ جیش چندر کا خط سنایا۔ شکر بھلی ہو۔

نے کہا :- ماں! میں کیا کروں جو مناسب سمجھ سکوں۔ دیکھ جان اگر چھوٹے دیوبندی کچھ بھیجتے رہتے۔ تو کیا ہم لوگوں کی یہی حالت ہونی۔ اکیلا آدمی کہاں تک کرے۔ ایک نئی مصیبت پڑنے سے ایسا ہو گیا۔ ورنہ آج تک خون پانی ایک کر کے وہی تو کام چلا رہے تھے گا

ٹھنڈی سانس بھر کر مالکن نے کہا :- بیٹی کیا میں یہ نہیں جانتی۔ دانیش نے جو کچھ کیا۔ اچھا ہی کیا۔ بڑی ایدہ نگی۔ کہ میرا دانیش لکھ پڑھ کر اب کسی قابل ہوا ہے۔ تمام جو کچھ دور ہو جائیں گے مگر ہماری قسمت سے تمام آرزوؤں پر اوس پانگنی۔ اب کیا تدبیر کریں۔

منجھلی چھوٹے میں کیا بتاؤں۔ کیا میں تم سے زیادہ ہوشیار ہوں گی؟
مالکن :- بیٹی اب تیرا ہی سہارا ہے۔ بغیر کھائے پیئے سب سوکھ سوکھ کر مر جائیگے۔

منجھلی بھو :- تمہارے پیٹے نے کیا مجھے چار پانچ سو روپے دے رکھے ہیں جو نکال کر دیدوں گا

مالکن :- انہیں میں یہ انہیں کہتی؟

منجھلی بھو :- تو پھر کیا تو

مالکن :- چھوٹی بھو نے اپنے دو زیور دیئے تھے۔ انہیں وہ من رکھ کر یہ ایک

ہینہ چلایا ہے اب تم اپنا ایک زیور دو گی

منجھلی بھو :- میرے زیور! میرے زیور سب بھاری ہیں۔ جسم میں جان دیتے

رہتے ہیں انہیں ہر گز نہ دو گی

مالکن :- منجھلی بھو بھی سچہ ہی ہے اس نے تو دیدیئے اور تم انہیں دو گی؟

منجھلی بھو :- بھلا وہ کیوں نہ دے گی میں کو تو سہارا ہے۔ اس کا شوہر ڈوڑھ

سورہ پیہ ماہوار کرتا ہے۔
 مالکن :- ہے ایسور! بھلا دانیس نے اس بیچاری کو چاندی کا ایک چھٹلا
 ملک بھی نہیں بچھا ہے؟

منجھلی بہو :- ابھی نہیں بچھا تو کیا۔ آگے بڑی بڑی امیدیں ہیں۔
 پانچکوٹری تو فطرتاً خداں پیشانی تھا۔ اس نے ہنستے ہنستے کہا :- زیادہ بات
 جیت میں نہیں جانتا۔ اگر دیشا ہو تو دیدو۔ ورنہ اپنے کمرے جا کر بیٹھی رامن
 پڑھو۔ بس؟ پانچکوٹری نے بات کیا کہی۔ گویا جلتے تو سے پر پانی چھڑک
 دیا آنکھیں لال کر کے منجھلی بہو بولی :- اب مجھ سے مذاق بہ کیوں میں اس گھر کی
 کوئی نہیں۔ میری انتی بے عزتی! بس اب میں اس گھر میں نہیں رہو گی شیش
 کو لے کر ابھی یکے چلی جاؤ گی۔ ابھی تو لولا کا ہے وہ ایک شیطانی اناج دیدیگا۔ کیا میں
 بیٹھی بیٹھی دن بھر رامن بڑھا کر رہتی ہوں؟ گھر کا کوئی کام نہیں کرتی؟
 لڑکے سے مراد انکی اپنے بچپن میں سال بھینچے رام سیوک سے تھی۔ جس کے
 شوہر کی کمائی سے گھر کا خرچ چلنا تھا سب کو روٹی ملتی ہے۔ اس کے غصہ کے
 آگے ٹھہرنے کی کسکو طاقت تھی۔ مالکن بخوف ہو کر بولیں :- بیٹی! یہ تو پاگل
 ہے۔ تمہاری گود کا کھلایا ہوا ہے اس کی بات پر اتنا غصہ نہ کرو۔

گر پانچکوٹری کے دل پر منجھلی بہو کے غصہ کا کچھ اثر نہ پڑا۔ وہ پہلے کی طرح ہنستے
 ہنستے بولا۔ اگر رامن نہ پڑھو تو مہا عمارت پڑھو۔ پہلے سے بھی زیادہ غصہ
 ہو کر شبیر نی کی طرح گرجتی ہوئی منجھلی بہو بولیں۔ میں تیرے دلگے کے قابل ہوں
 رے بچو! پانچکوٹری پھر اسی طرح ہنستے ہنستے بولا بچو۔ تم ہے اس شوہر رامن
 چہرہ مرخ کر کے چلا کر منجھلی بہو بولیں۔ میرے پچیش کو گالی بہ بیٹھے بیٹھے
 جس کا کھایا گیا۔ اسی کے بیٹے کا ہم ٹینگا۔ تم سب کی ہی خواہش ہے۔ کر شیش

مر جائے۔ اور جو کچھ ہے تم لے لو۔
صاف شفاف آئینہ پر سجاپ لگ جانے سے جیسے وہ سیلا ہوا جاتا ہے اسی
طرح پانچوڑی کا ہینڈ شگفتہ رہنے والا چہرہ کُلا گیا آنکھوں میں آنسو بھر گئے
وہ کانپتے کانپتے بولا کیا میں نے شہنشاہ کو گالی دی۔ اب ہوا تم نے بات کیوں

کہی؟
میں پہلی جھوٹے ہوں میں اسب جانا ہوا اب زیادہ مایا موہ جتانے کی ضرورت
نہیں ابھی تو کسی نے ایک مٹھی اناج بھی نہیں دیا۔ تب بھی اتنی باتیں! اور
جب دو گئے تب کھا ہی جاؤ گے؟

پانچ کوڑی! اب ہوا میں نے تو ایسی بات کوئی نہیں کہی۔ بغیر سبب تم اتنی
باتیں کیوں کہتی ہو؟
میں تو امید بغیر سبب لڑائی جھگڑا
میں مٹھلی ہوں! جو کچھ باقی۔ وہ بھی کہہ لو۔ میں تو امید بغیر سبب لڑائی جھگڑا
کیا کرتی ہوں ایک بیٹے روپے نہیں بیچ سکے۔ اسی وجہ سے پچیس اور ہم
دونوں آنکھوں میں خار دلا زار کی طرح ٹھٹھنے لگے۔ بس میں اب تم لوگوں
کے ساتھ کبھی نہ رہوں گی

مالکن :- ہو! تو کیا پانچ کوڑی کو علیحدہ کر دو گی۔
میں مٹھلی ہوں۔ میں کسے علیحدہ کر دوں گی۔ تم سب کی آنکھوں میں ہیں
ہی کھٹکئی ہوں۔ اس لیے میں ہی جتنہ ہو جاؤں گی۔

بیرھواں باب

میں مٹھلی ہوں۔ اور وہاں نہیں ٹھہریں جو منہ میں آیا بستی جھکسی چلی گئیں

پانچوڑی کسی بھی کام کے قابل نہیں۔ بیٹھے بیٹھے کھاتا ہے۔ صرف ایک شخص اپنا خن پانی لایک کئے دیتا ہے اور جب جی چاہتا ہے میلوتین سنا تا رہتا ہے کیا عجب ہو کسی مار بیٹھے ہو۔

پانچوڑی درد آلود لگا ہوں سے ماں کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولا
 نہ معلوم آج صبح کس کا منہ دیکھ کر اٹھا تھا۔ اب توجی بین ہی آتا ہے
 کہ اس زندگی کی کشتی کو پھسکون سناتے ہیں کسی درخت سے باندھ دو،
 اور بے فکر ہو کر اسی لوف ووق کے بیابان میں قدرت کے دلکش گیت غریبی
 آواز سے گانے ہوئے اس میں محو ہوجاؤں۔

تسارنی کھڑی ہوئی، منہ ملی بھوکا یہ لڑائی جھگڑا دیکھ کر دل ہی دل میں
 گڑبڑ رہی تھی پانچوڑی کی یہ بات سنکر بولی۔ چھوٹے بابو اگر جنگل میں جا کر
 پرانا بام کر کے چار پیسے کما سکے ہو۔ تو کرو۔ پرانی کما فی کھانے سے ایسی ہی
 باتیں سننی پڑتی ہیں قدرت کے راگ الاپنے اور پرانا بام کرنے کے لیے لگنا
 جانا پڑتا ہے

”جسم کے ٹھہر، کہہ کر پانچوڑی وہاں سے اٹھ گیا ماں نے ایک لمبا سانس
 لیا۔ پانچوڑی جب آنگن کے کمرے کے پاس سے گزر جا رہا تھا اسی وقت
 سچیش چھوٹے کاکا کے پاچھ جاؤنگا کے کہتا ہوا دوڑ کر پانچوڑی کے پاس
 آیا۔ ایسے دم کے وقت تمام مصیبتوں کا قلع قمع کرنے والے سر مائیہ اندزو
 سچیش کو دیکھ کر پانچوڑی کا مڑھایا ہوا دل صبح کے فرحت انر جھونکے
 سے خشک ہو گیا۔ اور اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔

سچیش بیکا۔ مگر مچھلی بھونے چھوٹ کر سچیش کو اپنی گودی میں بچھ لیا اور
 کمرے کے اندر لیجانے لگی۔ میں جاؤنگا کہہ کر سچیش چل گیا۔ اور رونے

چلانے لگا تب سچیش کے نازک نازک گالوں پر ایک بھر پور ماتہ لگا کر منجھلی ہو
 بولی۔ زیادہ پیار کا کام نہیں۔ اگر مرنا ہی ہے تو میری گود میں مر جو میری موت
 کی دعا میں مانگے بغیر پانی نہیں پیتے۔ اُنکے پاس تھکے کسی نہ جانے دو تکیے۔
 یہ کہہ کر منجھلی سچیش کو کمرے میں لے گئی۔ سچیش اندر جا کر چلانے لگا۔ پانچکڑی
 اس امیہ پر کہ شاید سچیش کی حالت پر دبا کر کے منجھلی ہو اُسے آنے دیں۔ کچھ
 دیر کھڑا رہا۔ مگر جب بڑی منجھلی ہو نے کمرہ کا دروازہ بند کر دیا تو پانچکڑی
 مایوس اور غمگین ہو کر ٹوٹے ہوئے دل سے ماں کے پاس لوٹا۔

چھوٹی ہو کر منجھلی ہو اور پانچکڑی کا بھکڑا دیکھ سن رہی تھی۔ جب سب سے
 چلے گئے اور صرف ساس رہ گئی۔ اسوقت پہرہ والی آئی ساس کے آنسو اپنے
 اچھل سے پونچھ کر کہنے لگی دکھ اُٹھانے سے کیا ہوگا۔ ماں چلو اندر چلیں۔
 ایک سرد آہ بھر کر مالکن نے کہا۔ کس کا دکھ کروں۔ بیٹی! جو قسمت میں لکھا ہے
 مہی ہوگا۔ مگر اس دھکے کے منہ کی طرف دیکھ کر چھانی چھٹ جاتی ہے؟

ساس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ منہ بند ہو گیا۔ چہرہ اُتر گیا۔ چھوٹی
 بہو اپنے اچھل سے اُن کے آنسو پونچھ کر کہنے لگیں۔ دد مرد مانس ہیں۔ اُن کا
 دکھ کیا؟ ہم عورت ذات ہیں۔ گھر سے باہر نہیں نکل سکیں۔ اسی وجہ سے چپ
 چاپ گھر میں بیٹھی دکھ برداشت کیا کرتی ہیں۔ اسی وقت پانچکڑی اپنا
 سامنے لے لوٹ آیا۔

بہت دکھ پانے جس طرح انسان ہٹا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح پانچکڑی
 بیٹھ گیا چھوٹی بہو الگ ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ ماں نے اُس کی یہ حالت دیکھ
 کر مضطربانہ انداز سے پوچھا کیا ہوا ہے؟
 پانچکڑی کی :- تے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ کچھ نہیں! میں اب اس گھر میں

میں نہ رہوں گا؟

مال :- کیوں یکا یک ہو اے کہاں جائے گا؟

پانچوٹری اس مرتبہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ماں نے اُسے اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے پہلے کسی نہیں دیکھا تھا روتے روتے بولا جمجھلی ہو میرے دل کے اندر گھس کر میرے پرانے پیارے چمچیں کو نکال کر مجھ سے جھین لیا

مال :- جس کا لڑکا ہے اگر وہ لے لے تو تو گیا کرے گا۔

پانچوٹری نے شیش پانچوں کے پرانے کا بندھن ہے۔ بڑی بھونے اس بندھن کے بندھن کرتے جاؤ بے کاٹ دیئے۔ اب میں اس گھر میں نہیں رہ سکتا۔

ماں بھی رونے لگی۔ روتے روتے بولی نہ طرح طرح کی میسٹیں اٹھا رہی۔

ہوں۔ اب تو نظروں سے اوجھل ہو کر جی طرح مصیبت کے جال میں پھنسا ناچتا

ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں میری آنکھوں کے سامنے سے دُور نہ ہو میری موت

کے بعد جہاں جی میں آئے۔ جانا۔

پانچوٹری بڑی دیر تک خاموشی کے ساتھ کچھ سوچتا رہا۔ اس کے بعد ایک

ٹھنڈا اسانس لیکر بولات بیفر کھائے پیئے یہاں کیونکر رہوں گی۔ جمجھلی ہو تو اب

مجھے کھانے کو دینی نہیں۔ جو واٹھ ہو ہے۔ اس کا مفصل حال داد کو لکھ کر اور

اُس پر حاشیہ چڑھا کر علیحدہ ہو جائیگی اس وقت سب ہو گا؟

مال :- کیا ہو گا۔ میرا سُر!

پانچوٹری :- چھوٹے داد نے یہ کیا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سب کچھ میں اس

میں کوئی نہ کوئی اسرار ہے۔ دال میں کچھ کالا ہے اسی وجہ سے وہ سب گھر بار

بھول گئے ہیں۔ اچھا میں ایک بات کہتا ہوں؟

پانچکوٹری :- کل سچی ہی میں منظر پڑ جائی۔ اور وہاں جا کر دیکھوں۔ کہ معاملہ کیا ہے
اگر ممکن ہو تو کچھ روپیہ بھی لے آؤں گا

ماں :- یہ بات تو بڑی محفل ہے۔ مگر جائیگا کیونکر۔ راستہ کے لیے خرچ چاہیے
جیتی ہمسایہ کے گھر گئی تھی۔ جب گھر آئیں۔ تو سب تار کی زبانی تمام باتیں سن کر اس
کے پاس آکر بولیں :- پانچکوٹری بغیر زاد راہ کے منظر پڑ کر چھوٹا سیکیگا اور
روپیہ لانے لعل انتظام ہونا غیر ممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ میرے پاس ایک پتہ
ہر چاندی کا ہے۔ اسے بیچ کر یہاں کچھ خرچ کے لیے رکھ لو۔ باقی بیکرو دانیس کے
پاس منظر پڑ چکے جاؤ۔ وہاں جانے سے یقیناً کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی
سب نے جیتی کی باتوں پر صاف کیا۔ جیتی نے کس کھول کر اپنا چندہ لے کر نکالا۔
پانچ کوٹری اسے بیکرو سنار کے گھر گیا

چودہواں باب

کل

بیچ آٹھ بجے کی گاڑی سے پانچکوٹری منظر جائیگا

دوسرے دن بیچ آٹھ بجے سے پہلے ہی جیتی نے پانچکوٹری کی تیاری کر دی پانچکوٹری
ہنا کر آیا۔ مگر کھانا کھانے کے لیے اس غیرت نے تقاضا کیا اس کی تیار ہانہ لگا
ہر چار طرف سچیش کو دیکھنے کے لیے حلقوں میں بیقرار نظر آتی تھیں جتنک سچیش
اس کے ساتھ نہیں کھانا اُسے سیری اور آسودگی نہیں ہوتی تھی۔ بالخصوص
جب وہ پردیس جا رہا تھا اس وقت دلو کھول کر سچیش کو نہ دیکھ سکا پھر وہ
کیونکر اتنی دور جا سکیگا کہتے دنوں تک وہ سچیش کو گود میں لیے بغیر رہ سکتا تھا

پانچکوٹری کی تیاری کر دی پانچکوٹری ہنا کر آیا۔ مگر کھانا کھانے کے لیے اس غیرت نے تقاضا کیا اس کی تیار ہانہ لگا ہر چار طرف سچیش کو دیکھنے کے لیے حلقوں میں بیقرار نظر آتی تھیں جتنک سچیش اس کے ساتھ نہیں کھانا اُسے سیری اور آسودگی نہیں ہوتی تھی۔ بالخصوص جب وہ پردیس جا رہا تھا اس وقت دلو کھول کر سچیش کو نہ دیکھ سکا پھر وہ کیونکر اتنی دور جا سکیگا کہتے دنوں تک وہ سچیش کو گود میں لیے بغیر رہ سکتا تھا

جنتی نے کہا جانے کا وقت آگیا۔ آؤ جلدی سے کھانا کھا لو۔
 پانچوٹری اُدھر اُدھر سچیش کو دیکھنے لگا۔ مگر وہ کہیں نہ ملا۔ گاڑی کا وقت قریب
 تھا۔ بالآخر اُس نے دیر صبر کر کے غصہ اُٹا کھانا نہ مار کیا۔ بکا ایک اُس کے
 کانوں میں سچیش کی پیاری پیاری آواز سنائی دی سچیش کہہ رہا تھا۔ ”ہیں کا کا کے
 چھانٹ کھاؤ لگا“

بھٹی اُسے گود میں بٹے ہوئے کہیں جا رہی تھیں۔ اسی وقت وہ اپنے کمرے
 کی طرف اُلٹے پاؤں واپس ہوئیں سچیش چھوٹے کا کا کے سانچہ کھانے کے لیے بچل پڑا
 مگر اُس کی ماں وہاں سے اُٹ جانے کے لیے زور مار رہی تھیں۔ ”بچے زور سے گود پڑنا
 تھا۔ ماں نے اس پر بھی نہ چھوڑا“

سچیش کا پہلا لفظ سنتے ہی پانچوٹری نے گھوم کر اُس کی طرف دیکھا۔ اُسے
 آپہ تھی کہ سچیش زبردستی ماں کے پاس سے اُس کی گود میں آجائے گا۔ مگر جب
 ماں نے کسی طرح اُسے نہ چھوڑا۔ تو پانچوٹری نے نہایت عاجزانہ انداز سے
 کہا۔ ”ہو اچیش کو چھوڑ دو۔ وہ اگر میرے پاس نہ آیا تو مجھ سے نہ کھایا جائے گا“
 بھٹی بٹو نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی غضب آلود نگاہیں دیکھ کر پانچوٹری
 کوڑی گوشت رنج ہوا۔ بھٹی بٹو کچھ کو مار تے ہوئے اپنے کمرے میں سے گئیں پانچوٹری
 کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ بھٹی بٹو کی سردہری سے اُس کا خون منجمد ہو گیا۔

بھٹی نے پانچوٹری کی حالت دیکھ کر کہا۔ ”کیا کروں؟ اس عورت کے بدن میں انسان
 کا خون ہی نہیں ہے۔ تم کھانا کھا کر مائے حرکات کا نام لے کر جس کام کے لیے جاتے ہو۔ جاؤ
 واپس آکر پھر سچیش کو کھلا لینا۔“

پانچوٹری نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کسی نہ کسی طرح چند نقسے زہر مار کر کے کپڑے
 پہنے اُس کے بعد ماں کے قدموں کو بوسہ دے کر صلی کھڑا ہوا۔ چلتے وقت اُس نے

کئی ہانچھی ہو کیطرف آبدیدنگا ہوں سے اُس آبدیدنگا کو دیکھا کہ سچیش کو ایک بار دیکھ لوں۔ مگر سچیش کی ماں نے اُسے کمرے سے باہر نہیں نکلنے دیا۔

گڈی جانے کا وقت قریب آگیا تھا۔ پانچکوڑی گھر سے باہر ہوا۔ راستہ میں وہ بار بار پیچھے کیطرف پھر پھر کر دیکھتا تھا۔ اُس کے کانوں میں بار بار یہی آواز آتی تھی۔ چھوٹے کا کا! میں بھی چلوں گا۔ گویا سچیش رو رو کر کہہ رہی کہنا ہوا۔ اُس کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ مگر پیچھے پھر کر دیکھنے سے اُسے رنج ہوتا تھا۔ ماہوی اور بڑھ جاتی تھی۔ حرف دیوار کے درختوں کے پتے ہوا سے اُل اُل کر آپس میں بل کمرشوں مشوں کی دابوس گون آواز سناتے تھے۔

پانچکوڑی جب سیشن پہنچا اسوقت گڈی کھڑی تھی۔ جلدی سے ٹکٹ لیٹر وہ سوار ہوا۔ کھڑکی سے منہ نکال کر راستہ کیطرف دیکھنے لگا سچیش کو ہونہ۔ ماں نے چھوڑ دیا تھا وہ راستہ میں ابھلا کھیل رہا تھا۔ راستہ میں کتے مارے اور اُن کے پچھڑے کھڑے غصے پانچکوڑی نے آبدیدنگا ہوں سے دیکھ کر گونہ عقیدت آمیز لہجہ میں کہا۔ سب کا کلیان کرنے والی ماماؤر کا سچیش کی ٹکٹ اسوقت پانچکوڑی کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا۔ اور گڈی بھاگ بھاگ کر نئی دھواں چھوڑتی پچھم کیطرف جا رہی تھی۔

دوسرا حصہ ختم ہوا

تیسرا حصہ

بہلا باب

رنگھنا تھا :- پورا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ شام کا پُر سکون منٹا تھا اور تمام گانوں میں خاموشی کا تخت تھا۔ بانس۔ ناریل۔ آم۔ کھٹل۔ کد مب اور کیلے وغیرہ کے پتوں کی آڑ میں گانوں کے مکانات نے تاریکی کی چادر اوڑھ لی تھی۔ چیم کی جانب آسمان میں شکنہارا اپنی ٹٹھاتی ہوئی روشنی سے اس تاریکی کو دور کرنے کی فضول کوشش کر رہا تھا۔

ایک یہ جینیٹ گولٹا ہوا چھاتا بل میں دبائے ہوئے اپنے مات میں جھنوں کا جوڑا لیے ہوئے ستیش چندر ایسے وقت میں گانوں کے اندر داخل ہوئے ان کا منہ خشک چہرہ اُداس اور تمام بدن پر گرد و غبار پڑا ہوا تھا۔

رنگھنا ٹھوکر میں ہی ستیش چندر کی سمسرا لٹھی۔ بچہ گانوں میں کرشن داس گھوش کا مکان تھا۔ بچہ دوڑے اور تین لڑکیاں چھوڑ کر کرشن داس بہت دن ہوئے۔ بچہ لوگ سردھار گئے تھے ان کی چھوٹی لڑکی سے تیش چندر کی شادی ہوئی تھی۔

گانوں میں داخل ہوتے ہی ایک طائفانی کاشتکار سے ان کی ملاقات ہوئی اپنے بیلوں کو چارے گاؤں کو واپس جا رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر مسرت آمیز ستیش یا بھو! آپ کہاں سے آرہے ہیں گھر میں نوسب غیریت ہے

تیش چند رنے ایک لینا سانس بیکر کہا میں گھر سے نہیں آیا دو پیٹھے ہوئے
گھر چوڑ کر مختلف جگہوں کا پیکر کاٹ رہا ہوں۔ کچھ۔ اس گھر میں تو سب غیریت

ہے۔
کاشتکار۔ ماں سب غیریت ہے صرف چھوٹی لڑکی کچھ بیمار ہے۔
اس کا نشکار کامکان سیتیش چندر کی سسرال کے پاس تھا۔ سیتیش کے سسر
کو یہ داد اکھتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو کٹی کپہ کر لیکر آتا تھا۔

سیتیش چندر کا کیمہ کانپ اٹھا۔ مضطربانہ انداز سے بولے کیا بیمار ہی ہے
کسان :- بھجار اب سنا ہے کہ دن دن بڑھتا جا رہا ہے
سیتیش :- کتنے دن ہوئے ہ

کسان :- بارہ چہ وہ دن ہوئے کل ڈاکٹر دیکھنے آئے تھے۔

سیتیش :- بھجار زیادہ تو نہیں ہے

کسان :- آج وہ پہر کو کھیت سے واپس آکر سنا تھا کہ بھجار بڑھ گیا ہے
مگر کوئی اندیشہ کا مقام نہیں کم ہو جائے گا

جیسے گھر میں آگ لگتی ہے اور دھو دھو کر پٹی ہوئی سب کچھ سوخت کر دیتی
ہے گھر والے باہر نکلنے کے لیے بھیلانے ہیں۔ ان کے دنوں کی جو حالت ہوتی
ہے بچیہ وہی حالت اس وقت سیتیش کے دل کی تھی۔

گھر باہر سے نکل کر دو مہینہ تک وہ نامعلوم کہاں کہاں کے چکر کاٹتے
رہے۔ کتنے لوگوں کی خوشامد برآمد کی در بدر کی ٹھوکریں کھائیں۔ مگر۔
تو کرمی نہ ملی۔ دس روپیہ ماہوار پر بھی کسی نے نوکر رکھ کر ان کے حلقہ ہونے
دل کی آگ بجھائی۔

اب چاروں طرف سے دایوس ہو کر سسرال آ رہے تھے۔ امید تھی کہ وہاں بچکر

کسی قدر تسکین بخشی ہوگی۔ مگر اسے میں جو سنا اس سے انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کی زندگی صرف دکھ مجھ گئے کی ہے۔ شکمہ اور شافی کی دنیا میں اگرچہ کچھ کمی نہیں۔ مگر ان کے لیے نہیں۔

مے سوہ مایا میں پھنستے ہوئے انسان اس شافی کی شعلہ زن آگ میں تو خود دھند چڑھ جاتا ہے۔ بھائی آپس میں ملکر اپنی اپنی بیوی کو اچھی تعبیر رشتہ انجام دینے کو نہ مٹنے کی کوشش کرنے تو یہ شیرازہ کیوں بکھر جاتا اس شافی کی آگ میں رات دن جلتا چڑتا۔ اس طرح بیسی و بے بسی کی حالت میں در بہ رشتی کے ڈھیلے کی طرح مارے مارے کیوں پھرنے؟

ستیش مایوس اور نگین مٹھ بیٹے ہوئے سسرال پہنچے۔ دروازوں میں تو کنگا کا جوتلا پھینک کر بغل سے چھاتا ہٹا کر دیوار کے ہمارے کمرہ کے اندر داخل ہوئے اور کہنے لگے: گھوش ہمارے گھر میں ہیں یا نہیں؟

گھوش ہمارے سے ان کی مراد اپنے سارے ہری چرن گھوش سے تھی۔ ہری چرن گھر میں نہیں تھے۔ رسوئیں خاد سے ایک عورت کی آواز آئی کون ہے۔ دادا گھر میں نہیں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو بلانے گئے ہیں۔

میں ستیش ہوں، ستیش یہ کہہ کر دروازہ پر پیچھے گئے۔ جس عورت کی اندر سے آواز آئی تھی وہ ستیش کی منجھلی سالی مرنجی تھی۔ مرنجی جو مہنی نے مشرت آمین لہجے میں کہا: کون ہاں سے ہمارے ہمارے؟ آپ آگئے۔ اچھا ہوا۔ ستیش بہت مہار ہے۔

ستیش:- ہاں آگیا۔ نہ آنے سے یہ دکھ بھوگ باقی رہ جاتا۔ مرنجی:- مہنی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔ باہر آکر اس منجھلی کو دیا اور اپنی چھوٹی چھٹی سے ایک ٹوٹا پالی لائے کو کہا:۔

ستیش نے پوچھا ہاں کہاں ہیں؟
 برانج موہنی نے جاہد یا شبہ کے پاس ہیں بچم کے گھر میں!

ستیش مرض کیا ہلک ہے؟

برانج موہنی۔ ماں! آج بہت تکلیف ہے حواس باختہ ہیں آنکھیں سرخ
 ہیں دانت جی نے نبض دیکھی تھی۔ کہنے لھے۔ نبض کی رفتار ابھی نہیں آدھی
 رات کو بخار کم ہو جائیگا اسی وقت خوف ہے۔ یہ سنکر دادا ڈاکٹر کے پاس
 گئے ہیں۔

اپنی گرما گرم آہوں کو اندر ہی دبا کر تیش چند نے دل ہی دل میں سوچا
 ہے تمام دکھوں سے چھڑانے کے لیے سمجھلی جھوٹورگ جا رہی ہیں۔ جس کے
 پاس ایک پیسہ تک نہیں ہے تمام دنیا میں لو کر رہی نہ مل سکی۔ اس کے بیٹے ریوت
 اچھی ہے۔ تیش کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں برانج موہنی کی نظر سے پرکھو
 کے کونے سے اپنے آنسو پونچھ کر بولے۔ چلو ذرا۔ کچھ آئیں۔
 برانج موہنی تیش کو ساتھ لے کر اس گھر میں گئی۔ جہاں سمجھلی جھوٹورگ علالت
 پر پڑی جھوٹورگ جا رہی تھی۔

ایک کمرے میں بستر پر پڑی ہوئی شبہ موہنی مرض کے دکھ سے جھٹ پڑا رہی
 تھی اور پڑا جھٹک رہی تھی۔ سر ہانے مٹی کا ایک دیباہل رہا تھا۔ ماں پاس بیٹھی
 ہوئی تھیں۔ تمام مکان میں جیسے موت کی آواز اچل رہی تھی۔ پڑوسن موت کی ماں
 اور شبہ کی کہو دور دیوار کے سہارے بیٹھی ہوئی تھیں۔

برانج موہنی نے کہا۔ ماں! اسے جہاں آئے ہیں پیچھے دیکھ کر اور گھونگٹ
 ذرا آگے سر کا کرنا رونے لگی۔ روتے روتے بولی۔ میری روتی ایک دن کے
 بیٹے بھی مسکھی نہ ہوئی۔ ایسے کے پالے پڑی کہ چاندی کا ایک چھلا تک نصیب نہ

ہوا۔ گھر کی جلین۔ ساس اور جھانپوں کی میں بھری باتوں نے اس کا دل جلا کر خاک کر دیا۔ میری اسیکمانی بیٹی نے اچھلان ہیں جان دی۔

تنو کی ماں بڑی کچی تھیں۔ بولیں۔ ہو ادا داد معلوم کس دلیں سے دوڑا یا اب تک بدن کا پینہ نہیں سوکھا۔ پاؤں کی دھول نہیں جھڑی اور دھواں اس کی پیوی موت کے منہ میں ہے اور تم زبوروں کا رونا رو رہی ہو۔ (دستیش سے بیٹھو باؤ۔ بیٹھو۔ مکر دھرد کی کوئی بات نہیں بیا رہے ابھی ہو جائے گی ج)

دستیش نے ان باتوں پر کان نہ دیا۔ وہ نبض دیکھنا جانتے تھے۔ مرید کے پاس جا کر نبض دیکھی دو تین بار دیکھ کر بولے ماں آج کسی قسم کا خوف نہیں۔ نبض کی حالت بڑی نہیں۔ معقول علاج ہونے سے صحیح ہو سکتی ہے۔ دماغ میں خون پڑا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے کبھی جھلکتی ہے۔

تنو کی ماں نے کہا یہی بات میں آج تین چار دن سے کہہ رہی ہوں۔ ماں پورے کاتانی کھست لپٹی دوائی دیتا ہے جو اتنا بڑا مرض دور کرے گا۔ چتر پور کے دیو ڈاکٹر کا علاج اگر ہوتا تو دیکھ لیں گی ابھی ہو گئی ہوتی۔

بھائی چوڑھا کو شیو مہنی کی ماں یو لیں جہن اسب ما بیا روپے کی ہے ہری بیچارہ کہاں تک کر سکتا ہے۔ کھا کھا کھا چلا ما ہے یہی غنیمت ہے ڈاکٹر کی فیس دینے کو کہاں پاسے۔ کالی بالو پر اسے نام بیکر دوا دینے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی دوا کھائی ہے۔ آج اگر صبح گئی۔ تو کل دیو ڈاکٹر کو بلا لیں گے تنو کی ماں بولیں۔ کل بلا لیں گے۔ جاؤ بیٹا۔ اسوقت جا کر اٹھ مجھ دھو پوچھ کھاؤ یہ خوف کی کوئی بات نہیں۔ انسان بیمار ہوتا ہے اور پھر اچھا ہو جاتا ہے

دوسرا باب

رات کے تقریباً دس بجے ہوئے۔ ہرچن کالی ڈاکٹر کو ساتھ لیکر گھر آئے تیش چندر کو دیکھ کر بولے کیئے۔ کہاں سے؟ تم تو ہرام پور کی طرف گئے تھے۔ نہایت غمگین اور بالواسطہ انداز سے تیش چندر نے کہا۔۔۔ صرف ہرام پور کیوں ہر کلکتہ بردوان۔ کرشن نگر۔ رانی گھاٹ۔ میمن سنگھ۔ دیناج پور۔ آسام۔ القرض کہاں نہیں گئے تھے۔

ہرچن :- کسے گئے تھے؟

ستیش :- تو کوہری کے لیے

ہری چرن بتا ملی جا

ستیش :- نہیں

ہرچن نے ستیش چندر کے ساتھ کالی ڈاکٹر کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر نے پوچھا کچھ رائے ہمارے بارے میں دیکھا ہے۔

ستیش :- ہاں! دیکھا ہے۔ مگر میری سمجھ میں تو کوئی خاص بات نہیں آتی آپ دیکھئے کالی ڈاکٹر ذات کے ناٹی تھے۔ گورو ہمارے کی پالٹہ سار میں انہوں نے صرف بیگمالی دو تہیں کتا ہیں پڑھی تھیں۔ اس کے بعد ملک میں میسر باسجار پھیلنے کے موقع پر کوئین کی پڑیاں دیکر ڈاکٹر بن بیٹھے تھے۔ چند مریضوں کے ساتھ کوئین کی پڑیوں نے میجا کرنا ہے۔ اس وقت ان کی دھاک بندھی ہوئی تھی۔ جدو جیالو کا بخار ان کی چند پڑیوں سے جاتا رہا۔ اور انہوں نے ہی گاؤں کے گرد و فوار میں ان کا رسک جھا دیا تھا۔ مگر افسوس کی بات یہ تھی کہ ڈاکٹر

صاحب کو نبض کی شناخت بھی نہ تھی۔ بہت سی دواؤں کے نام بھی انہیں نہیں معلوم تھے۔

کالی ڈاکٹر ہر جن کے ساتھ خود داری میں جبری ہوئی چال سے چلتے ہوئے مریضہ کے پاس پہنچے۔ نبض دیکھ کر۔ آنکھیں دیکھ کر منہ دیکھ کر واپس آئے قصور وار لازم کی طرح تیش بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے پوچھا: آپ نے کیا دیکھا پھر ہا کو غیر معمولی طور پر تین اور سیدھے بنا کر لاپرواہی سے کالی ڈاکٹر نے کہا کوئی اندیشہ کا مقام نہیں؟

اتنے دھمکے میں بھی ہنسی آگئی۔ ہنسی روک کر تیش نے کہا:۔ نبض کی حالت کیسی ہے؟

کالی:۔ جیسی مریضوں کی ہوجاتی ہے۔

تیش:۔ میں یہ نہیں پوچھتا پیچگی یا نہیں۔ یہ ہی پوچھتا ہوں؟

کالی:۔ میں ایشور تو نہیں ہوں جو یہ بتا سکوں؟

تیش:۔ کس کس نے کہا ہے کہ بیمار ٹوٹتے وقت نبض کی حالت بہت خراب

ہو جاتی گی کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے؟

کالی:۔ گون سالہ ایسا کہتا ہے میں نے کتنے ڈاکٹروں کو دیکھا ہے قطعاً ٹھیک

کوئی نہیں دے سکتا؟

تیش:۔ اب اگر ویسا ہی ہو تو کیا کرنا ہو گا۔ کالی بابو! آپ تارا رض نہ ہوں

ڈاکٹر سے مریضوں کے عزیز و بیگانے اس قسم کی باتیں دریافت کیا ہی کرتے

ہیں۔ مریض خود تو اس قسم کے سوالات نہیں کر سکتا؟

کالی بٹ نہیں۔ میں ناراض کیوں ہو لگا۔ آپ اگر میرا امتحان لیتے ہیں تو لیجئے
ستیش :- اگر نبض کی حالت خراب ہو گئی۔ تو کیا دوا دی جائے گی؟

کالی بٹ قبل از وقت اس قسم کی باتیں کیوں سوچتے ہو؟ اور ایسے سوالات
سے کیا حاصل ہو گا؟ پہلے کفن دفن کی تیاری کرنا عقلمندوں کا کام
نہیں ہے یہ کہہ کر کالی بٹ نے دو چار دواؤں کے نام دیے۔ اور فرمایا :- مرنے
کی وقت بھی اگر یہ دوائیں دیدی جائیں گی تو مرینا ایک بار بولنے لگ جائیگا
ستیش چندر دانیس کی ڈاکٹری کتابوں کا مطالعہ کرنے لگے۔ دواؤں کے نام
کا ٹوٹا پھوٹا لفظ اگرچہ کالی ڈاکٹر نے ادا کرنا چاہا۔ تاہم جو کچھ کہا اس سے
تیش نے یہ سمجھا اس حالت میں اگر یہ دوائیں دیدی گئیں تو چہاں مضابطہ
ہوگا۔

ایک توبہ میں چند چھوٹی چھوٹی شیشیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اسے بھول کر
ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ ایک شیشی تھوڑا سا پانی دیدو۔
ایسا ہی کیا گیا۔ کالی ڈاکٹر نے اس وقت بغیر لیل لگی ہوئی چند شیشیاں نکال کر
اور چند قطرے دو چار دواؤں کے ملا کر دیے۔ اور سخت تاکید کی کہ گزین
گھنٹے کے اندر ہی اس دوائی کی چھ خوراک ضرور پلا دی جائیں گی۔
ڈاکٹر صاحب کی یہ حالت دیکھ کر ستیش چندر نے دل ہی دل میں سوچا کہ
ایسا ہلکے مرض بغیر کسی ہوشیار ڈاکٹر کے ستیش کی یہ حالت دیکھ کر ایک
آدمی اور لالچین سے کر چکے گئے۔

ستیش ہانفہ مند دھوکہ کھانے لگے اور ایک مرتبہ نبض دیکھی معلوم ہوا کہ
کم ہو گیا ہے مگر نبض کی حالت بدستور رہی ہے۔ وہ دل ہی دل میں گھبرائے

کالی بٹ نے اس قسم کی باتیں کیوں سوچتے ہو؟ اور ایسے سوالات سے کیا حاصل ہو گا؟ پہلے کفن دفن کی تیاری کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے یہ کہہ کر کالی بٹ نے دو چار دواؤں کے نام دیے۔ اور فرمایا :- مرنے کی وقت بھی اگر یہ دوائیں دیدی جائیں گی تو مرینا ایک بار بولنے لگ جائیگا ستیش چندر دانیس کی ڈاکٹری کتابوں کا مطالعہ کرنے لگے۔ دواؤں کے نام کا ٹوٹا پھوٹا لفظ اگرچہ کالی ڈاکٹر نے ادا کرنا چاہا۔ تاہم جو کچھ کہا اس سے تیش نے یہ سمجھا اس حالت میں اگر یہ دوائیں دیدی گئیں تو چہاں مضابطہ ہوگا۔ ایک توبہ میں چند چھوٹی چھوٹی شیشیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اسے بھول کر ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ ایک شیشی تھوڑا سا پانی دیدو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ کالی ڈاکٹر نے اس وقت بغیر لیل لگی ہوئی چند شیشیاں نکال کر اور چند قطرے دو چار دواؤں کے ملا کر دیے۔ اور سخت تاکید کی کہ گزین گھنٹے کے اندر ہی اس دوائی کی چھ خوراک ضرور پلا دی جائیں گی۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ حالت دیکھ کر ستیش چندر نے دل ہی دل میں سوچا کہ ایسا ہلکے مرض بغیر کسی ہوشیار ڈاکٹر کے ستیش کی یہ حالت دیکھ کر ایک آدمی اور لالچین سے کر چکے گئے۔ ستیش ہانفہ مند دھوکہ کھانے لگے اور ایک مرتبہ نبض دیکھی معلوم ہوا کہ کم ہو گیا ہے مگر نبض کی حالت بدستور رہی ہے۔ وہ دل ہی دل میں گھبرائے

کہ ایسا نہ ہو کہیں بکار کم ہو سے کے ساتھ ساتھ نبض کی رفتار بھی کم نہ ہو جائے۔

وقت پر مری چرن کے ساتھ ساتھ تین چنہ رکھنا کھانے کے کھانا انہیں اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ ساتھ دینے کے لئے چند نکتے زہر مار گئے اندر ہی اندر وہ غم کھا رہے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد پھر وہ مریضہ کے پاس گئے۔ نبض دیکھی۔ سمجھا اور ہی کم ہو چلا تھا نبض کی حالت بھی خراب نہیں تھی۔

بلایع موصی نے کہا: راتے جہاں آپ کے بار بار آنے کی وجہ سے ماں یہاں نہیں بیٹھ سکتیں آپ دیوی مند رہیں جا کر آرام کریں۔ ضرورت ہو گی تو بجائو گی۔

بیمار کے سٹے ہوئے نبض یا ہر چلے گئے۔ ایک بد حیثیت سالوٹا چھوٹا مکان تھا۔ گھر میں تکی کے تیل کا ایک بد حیثیت چراغ جل رہا تھا۔ ہوا سے اسکی مٹی لکانپ رہی تھی۔ منچ میں چٹائی کے اوپر ایک سیلہ تکب رکھا ہوا تھا یا اس ہی ایک اوٹھنے کے لئے تیار رکھا ہوا تھا۔ بچا رہے اسی پر دراز ہو گئے دل ہی دل میں سوچتے تھے:۔ سوئی سچ میرے تار ایک دل کی طرح خوشیوں سے خالی ہے۔ اور وہ میرا انتظار کر رہی ہے۔ پاس ہی ایک اور بستر پر گھر کا کسان رتی کانت لیٹا ہوا تھا۔

رتی کانت نے کمر وٹ بدل کر کہا: آپ کیا حلقہ پہنچے؟

ایک لینا سانس بھر کر تیش چنہ رہے کہا: یہاں حلقہ ہے۔

رتی کانت نے اٹھ کر ایک کونے سے حلقہ اٹھایا۔ اور کہا: ہمارے مالک بھی ہی حلقہ پیتے ہیں۔ اس کے بعد رتی کانت نے حلقہ بھر کر تیش چنہ

کو دیا۔ ڈاک گاڑی کی آواز کی طرح دینک تیش چند رختہ بجانے رہے
اس کے بعد وہ رختہ رکھ کر سونے کے لیے۔

رتی کانت نے بات حیت شروع کی اس نے پوچھا۔ آپ کوئی نوکری
چاکری نہیں کرتے کیا؟

تیش چند نے جواب دیا کہ میں نہیں فکر میں ہوں
رتی کانت۔ جب تک آپ نوکری نہ کریں گے۔ کوئی سہولت نہ ہوگی۔ ماں
اس دن بھی کہتی تھی؟

تیش۔ کیا کہتی تھی؟
رتی کانت۔ چھوٹی لڑکی کے پاس زیور وغیرہ نہیں ہیں۔ یہی افسوس
کر رہی تھیں کہ غریب کے گھر لڑکی دینے سے روتے روتے پچاری کا یہ حال
ہو گیا؟

تیش چند نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ رتی کانت نے سوچا
کہ یہ باتیں تیش بابو کے لیے مسرت بخش نہیں۔ تب اس نے دوسری
باتیں چھیڑیں۔ بولا:۔ لڑکی کو بہت سنا رہا ہو گیا ہے۔ کالی ڈاکڑ کیا کہیں گے
میری سمجھ میں کچھ آسب کا محل ہے۔ ورنہ اس طرح بکتی جھکتی کیوں؟
ایک سادھو ہے۔ وہ معاملہ میں بڑا اسناد ہے۔ گھات سے ایک گھڑا
پاتی ایک ہی سانس میں لاٹا پڑتا ہے۔ اسی پر وہ کچھ منتر پڑھ دیتا ہے اور
مریض کو ایک ہی دن میں فائدہ ہو جاتا ہے۔

تیش چند نے اس بات کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔
رتی کانت۔ نے سوچا۔ تیش بابو کو بندہ آرہی ہے۔ اس لیے وہ کروٹ
بدل کر خاموش ہو گیا۔ ذرا ہی دیر بعد تک بھاگ کر اس نے تمام دیوی مند

کو ہلا دیا۔

ستیش کی آنکھوں میں نیند کہاں بہ بہت دیر تک وہ کروٹ بدلتے رہے
 رنج و غم نے اُن کے دل پر پورا پورا اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ وہ رہ کر گڑب
 گد کا گھر کی طرف جاتے تھے کہ کہیں کچھ بُرا بھلا تو نہیں ہوا۔ جب انہوں
 نے سمجھا کہ اب گھر میں ہر طرح سے خاموشی ہے تو گھر سے باہر نکل کر بالو سنا
 نگا ہوں سے آسمان کی طرف نظر ڈالی۔ ستارے چہرے سمجھنے کی طرح دکھائی
 دیتے۔ اور چاند کی روشنی مدھم مدھم لگتی تھی۔ اسوقت تمام گاؤں نیند کی گود میں اُل
 گ رہا تھا وہ راتِ شکر کی تھی۔ چاند نی چھٹکی ہوئی تھی۔ مگر چاروں طرف
 سناٹا چھایا ہوا تھا۔ قیامت کا انداز رات اور سارے سامان سے اُرت
 ہو کر بھی شک کے گدھے ہوئے دونوں کی طرح ستیش چندر کی نگاہوں میں
 درد اور غم کا ایک مرقع نظر آرہی تھی۔ ہر طرف پرسکون خاموشی کا گھٹنہ تھا
 صرف پرندوں کی سہمی ہوئی آواز کبھی کبھی کانوں میں سنائی دیتی تھی ستیش
 کی نگاہوں میں آج کی رات بہت درد بھری اور غم و اہم میں ڈوبی ہوئی
 تھی۔

یہ ایک اُنٹوں نے سنا۔ منجھلی بھوچلا اُٹھی ہیں۔ گھر اگر دوڑنے ہوئے
 اندر جانے کی کوششیں کرنے لگے مگر جانہ سکے۔ کیونکہ دروازہ بند تھا چلا
 کر اپنے سال کو مار دی۔ کئی بار آواز دینے پر انہوں نے جواب دیا۔
 خاکف اور بھٹوے ہوئے مسافر کی طرح نہایت ہی عاجزانہ لہجہ میں ستیش نے
 کہا تمہاری بہن بہت چلا رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ مگر بڑا ہی ہیں میں ایک
 بار نہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے لیٹر پر لیٹے ہی جواب دیا۔ روزِ رات
 کو اسی طرح چلا کرتی ہیں خوف کی بات نہیں۔ ماں و باپ موجود ہیں۔

آپ آرام کریں اپنے بچوں سے جُدا ہوئی ماں جی طرح قید خانہ میں مغمیہ رہتی ہیں، اور بچے کے رونے پر محبت سے بیتاب ہو جاتی ہے۔ اُسی طرح تیش کے دل کی حالت تھی زخمی ہرن جی طرح موت کے وقت اپنی ہرنی کے پاس جانے کے لیے بیتاب ہوتا ہے تیش چند رکابھی وہی حال تھا دروازہ کھولنے کے لیے انہوں نے پھرتی آئینہ صاف کیا۔
 دو کوئی ضرورت نہیں، کمر سائے صاحب نے کروٹ بدلی اور پھر بیٹہ کی گود میں چلے گئے۔

تیش۔ اپنا در دیئے ہوئے لوٹ آئے۔ اور مجبوراً بستر پر لیٹ رہے

تیسرا باب

رات کے آخری حصہ میں تیش کی آنکھ جھپک گئی۔ مگر صرف غوطی دہرے دیئے یکا یک اُن کی نیند ٹوٹی۔ آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلتے ہی اُن کی تمام رگ و پے میں چینی اور مائوسی کی ایک جان گذاز لہر دوڑ گئی، ہاتھ پاؤں کانپ اُٹھے اور جسم کے قفس میں طائر روح پھڑپھڑاتے لگا۔

اس وقت تک گھر میں کوئی نہیں اُٹھا تھا۔ رات کو زیادہ جاگتے کیڑو سے سب سو رہے تھے مریضہ کی آنکھ بھی اس وقت جھپک گئی تھی۔ اور طبیعت ساکن تھی۔

تیش نے اُٹھ کر رتی کانت کو جگایا۔ اُس نے آنکھیں ستے ہوئے

اُٹھ کر پوچھا: کیا آپ غفہ پینا چاہتے ہیں؟

تیش:۔ نہیں میں نے ایک ضروری بات کہنے کے لیے نہیں جگایا ہے

گلوں میں جانا واپسی میں اگر موقع ہے تو ہر ہی بابو سے کہہ دینا۔ میں دیندہ
ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہوں۔
رنی کا نت :- بہت اچھا! میں کہہ دوں گا۔ آپ اس میں غفلت نہ لیجئے ورنہ
بابو نہایت تجربہ کار ڈاکٹر ہیں۔ وہ مرنے ہوئے کو بھی پہچانتے ہیں۔
رات کو جب تیز ہوا چلے گی تو سردی معلوم ہوگی۔ اسی لیے ستیش اوڑھنے
کے لیے ایک چادر لے آئے تھے۔ جو تان کے کپڑے اور چھاتا گھر کے اندر ہی
رکھے تھے۔ ستیش نے سچا کر ان چیزوں کے لیے سونوں کو جگانا اس وقت مناسب
نہیں۔ اس کے علاوہ دیکھنا پور سے دیندہ بابو کے مکان کا فاصلہ چار میل
سے زیادہ تھا۔ اس خوف سے بیچارے ستیش بابو تھکے پاؤں ہی واپس سے روانہ
ہوئے۔

اس وقت آسمان میں آفتاب کی سنہری کرنوں کی جگہ گہٹ نخی شفق پھولی ہوئی تھی
گلوں سے باہر نکل کر کداری ندی کے کنارے کنارے ستیش چندر روانہ ہوئے
جیٹھ کا مینہ تھا۔ ندی کے ہر دو کناروں پر بڑے بڑے سرسبز درختوں کی قطا
تھی۔ درمیان میں ایک درخت!

ستیش کا دل رنج و غم سے کانپ رہا تھا۔ جیسے وہ دنیا کی نگاہوں میں ایک
زیر دست اور قصور وار ملازم معلوم ہوتے تھے۔

جب صبح آفتاب کی نورانی شعاعیں جلوہ ریز ہوئیں۔ اس وقت ستیش ڈاکٹر
صاحب کے ماں بچے گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بھی ایک شفا خانہ میں نہیں آئے
تھے۔ ستیش باہر ایک بیچ پر بیٹھے ہوئے فکر و تردد کے بحرِ ذخا میں غوطے
کھا رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے مختلف لوگ آکر اس جگہ بیٹھ گئے کوئی سچہ کو
گوز میں بیٹے ہوئے چلا آ رہا ہے۔ کوئی لڑکی لڑکوں کو ہنسی ماں کے زیرِ رات

پہنائے ہوئے کوئی حرف ایک سیٹی لافہ میں بیٹھے ہوئے اور کوئی خود ہی مریدانہ چلا
سے چلا آ رہا ہے دم کے دم میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے ہیں

کچھ دیر بعد ڈاکٹر صاحب آئے۔ لوگ نے حقہ بھر کر پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب حقہ
پیتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ مریدوں کو حقہ لکھتے جاتے تھے۔

..... ان کو دوا دی اور کہہ دیا کہ حقہ لکھا۔ وہ صاحب چلے گئے

ان کے جانے کے بعد ہی ڈاکٹر صاحب بھی چلنے کے بل بوتے پر تیار ہو گئے۔ یہاں اسی
وقت سٹیٹس بالو ان کے ساتھ حیا کر راجہ انداڑ سے بولے۔ میں آپ کے
پاس آیا ہوں۔ اور بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ اگر آپ مجھ پر ہر بانی نہ
کر دیجئے تو میرے بچے دوسرا کوئی سہارا نہیں ہے گا

ڈاکٹر صاحب: کیا ہوا کہیئے؟

سٹیٹس: مجھے گھر سے لے کر ہوتے دم ہیٹھ ہو گئے۔ مختلف مذاہب کے لوگ
کاٹھارہ۔ کن شام کو رہا گئے تھے پورا اپنی سسرال میں آکر کہیں۔ بڑی بڑی
سختی پہاڑ ہے گا

ڈاکٹر: کیا بیماری ہے؟

سٹیٹس: سبوتا۔ جو میں گھنٹے میں صرف ایک مرتبہ امتزنا ہے۔ سرخ غن
چڑھ جانے کی وجہ سے دماغ چکر اجاتا ہے۔ اور وہ آدلی جہول کیلئے لگتی ہے
ڈاکٹر: کس کا علاج ہوتا ہے؟

سٹیٹس: اس وقت پورا بھروسہ کر کے فقیر بن کر آپ کے دروازہ پر حاضر ہوا
ہوں۔

ڈاکٹر: آپ کی بات کا مطلب میں نہیں سمجھا

سٹیٹس: پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میں یہاں اپنی سسرال میں آیا ہوں۔

اسوقت میری حالات بہت اہتر ہے۔ میری کے جسم پر کوئی زہر بھی نہیں۔ مگر اسے
نیچ کر دوا علاج کروں۔ اور اگر دوا علاج میں غفلت سے کام لیا گیا تو اس
کی زندگی کی امید نہیں۔ اس لئے آپ مجھ بیکس دیے ہیں پر کم کھئے۔ رگھوناتھ
پور چکر اسے دیکھ لیجئے۔ صرف آج ہی نہیں۔ بلکہ جب تک مرض نہ دور ہو
دوا بھی آپ ہی کو دیجی ہوگی۔ میں کل روپیہ کا انتظام کر دوں گا۔ مگر کہاں سے
کر دوں گا۔ اس کی نسبت طے الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جو مجھ ناچار سے ہو سکیگا
آپ کی نذر کر دوں گا ایک ناچار و ناچار کو زندگی اور شادی دینے سے ابشور
آپ کا بھلا کرے گا۔

ڈاکٹر صاحب کچھ دیر سوچ کر بولے :- رگھوناتھ پور میں آپ کے سسر کوں
ہیں ؟

ستیش چندرنے در مسئل سے کا پتی ہوئی آوازیں جواب دیا :- میرے
سسر کا انتقال ہو چکا ہے سالے کا نام ہرچرن گھوش ہے۔
ڈاکٹر کیوں ؟ ان کی حالت تو اچھی ہے۔ ان کی بہن بیمار ہے۔ وہ دوا علاج
کے خرچ کے کھیں :- ہو سکیں گے ؟

ستیش :- ڈاکٹر صاحب ! اگر میری حالت اچھی ہوتی۔ اگر میرے پاس
روپیہ ہوتا تو میرا سا بھی میری بیوی کا علاج معقول طور پر کرتا۔ غریب
کے لئے کوئی ایک کوڑی بھی خرچ نہیں کر سکتا۔ کہتے کہتے ستیش کی آنکھوں میں
آنسو آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے سوچا۔ ستیش کو اپنی مجبوریوں کی وجہ سے
سخت تکلیف ہے۔ بولے :- ”میں چلوں گا دوا دوں گا۔ آپ رفتہ رفتہ مجھے
روپے دیتے جائیگا“

جو آنسو ستیش چندرن کی آنکھوں میں سوزش پیدا کر رہے تھے انہیں

اُنہو کی دھار نے اسوقت کم کم ہونے لگی تھی۔ پانی بن کر سیراب و شاداب
کیا محفوظ ہو کر بولے: ”آپ کی جے ہو۔ جیگا اُنکا مشکل کریں“
ڈاکٹر: ”میں آپ کا خرچ کم ہونے کے لیے سائیکل پر چلوں گا۔ مگر دو اؤں کا بکس
کون لے چلے گا۔“
سنیش: ”میں لے جاؤں گا“

دانت سے زباں دیا کر ڈاکٹر صاحب بولے: ”اب شریف آدمی ہیں“
سنیش: ”ڈاکٹر صاحب! جس کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ بھگلا وہ آدمی کہا
نہ لیجانے سے بہری بہری مر جائیگی“
ڈاکٹر: ”ایک کام کہئے۔ آج ایک آدمی سے کہئے۔ اسکو چار آنے کے پیسے دیئے
گا۔ کل سے اپنی شیشی لے کر دو خود ہی لے جائے گا“
سنیش کے پاس اسوقت آٹھ آنے کے پیسے تھے۔ اس نے انہوں نے ڈاکٹر صاحب
کی تجویز منظور کر لی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: ”نو آپ آدمی کو لے کر چلے۔ میں ابھی دم بھر بیٹھنا
ہوں“

آدمی کے سر پر دو اکا بکس رکھا کر سنیش چند روز مطمئن ہو کر روانہ ہوئے
چلے ہوئے بازار سے انہوں نے سطرے تین آنے کا ایک سیب خرید لیا

چوتھا باب

دبیتدر: ”ڈاکٹر! اگر مریضہ کو دیکھا۔ بولے: کوئی مقام اندیشہ کا
نہیں معقول دوا ہونے کے مرض استقدر نہ بڑھنا۔ کالی: ”کے یہود“

علاج سے ہی اس قدر تکلیف ہوئی ہے ؟

وہ وہ دیکھ چلے گئے۔ تنہا کی ماں اس وقت وہاں موجود تھیں۔ ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد بولیں بتا کر استیث کے پاس پیسہ نہ ہو۔ یہ بھی ڈاکٹر بلا لایا۔ کچھ ہی ہم

کچھ ہی ہمارے شوہر آخر شوہر ہی ہے ؟

سنیٹیشن کے پاس کو تنہا کی ماں یہ بات جبری معلوم ہوئی۔ منہ پچکا کر بولیں۔ کیا کر رہی ہیں؟ یہاں تک۔ ایسا میں چلتا ہے۔ کیل اور کرتی ہوں۔ اب انکی چیز ان کے سرشتیہ ہم بھی ہیں اُسے کہیں ؟

سنیٹیشن کی ماں دیکھتا تھا کیا۔ دیکھو ایک سبب بھی لے آیا کہ اس سے۔ ماں بھائی کس کے کرتے ہیں۔ مگر کیا کروں۔ جیسی قسمت تھی ویسا

ناراضی۔ سنسٹ کی سنیٹریکس نے دیکھی ہے ؟

سنیٹیشن کی ماں نے نہ تو بھو ادا کیا کچھ بڑا ہے۔ ہم ہمیشہ کسی کے دن کیساں نہیں رہتے۔ عورتوں کے وقت آنگن کے باہر سے سنسٹیشن نے پکار کر کہا بتاؤ ماں ! بران مٹوئی

بھائی بھائی۔ جیرا کپڑا جو نا اور چھاتا کہاں ہے۔ بھجوادو ؟

سنیٹیشن کی ماں : کیوں بالوجی اجونا چھاتا لے کر کیا کر دے گا ؟

سنیٹیشن : اب ایک گاؤں جانے کا ارادہ ہے ؟

سنیٹیشن کی ماں : اس وقت کھاپی کر جانا

سنیٹیشن : دیکھنا : ناشام کو واپس آ جانا ہے۔ وہ بیاں سے تین کوس کا رستہ ہے

اس سے کہ اگر ضروری کام ہے تو جاؤ گھوڑم آؤ۔ سچ کے کمرے میں بران مٹوئی

سنیٹیشن : ہر دن سچ کے کمرے میں گئے۔ اسی گھر میں ان کی دولت تھی۔ بران

سنیٹیشن : اب ہمیں دیکھ کر کہا۔ کہیں ؟ کہیے ؟

سنیٹیشن : میں نند گاؤں جاؤنگا ؟

براج :- اس وقت کیوں جاؤ گے ہا کھاپی کر جانا
 ستیش :- جس کے پاس روپیہ پیسہ نہیں ہے۔ اس کے کھانے پینے کے
 وقت بوقت کیا ہواں جانے سے ہی کام نیکے
 براج :- اس قدر جلد واپس جانے کی کیا ضرورت ہے
 ستیش :- ڈاکٹر صاحب کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔ ان کو نہ دینے سے کام
 نہ چلے گا۔ اسی غرض سے واپس جا رہا ہوں
 براج موہنی :- واپس کون ہے
 ستیش :- میرا ایک دوست ہے۔ اس کی مالی حالت بہت بری ہے۔ اس کے
 کے موقع پر وہ مجھے ضرور کچھ نہ کچھ بطور قرض دیدیگا
 براج :- تو آج ہی لوٹ آؤ گے
 ستیش :- ہاں شام تک ضرور واپس آجائوں گا۔ تم دو وقت ضرور
 پر ضرور دیتے رہنا اس میں غلطی نہ ہو
 یہ کہہ کر ستیش چند رنے جوتا پہنا۔ اور چھاتا لے کر باہر نکلے۔
 جیسے ہی کڑکڑاتی ہوئی دھوپ میں ستیش چند رنے تین کوس کا سفر نکلیا
 پسینہ میں ڈوبے ہوئے۔ جو وقت وہ دوست کے گھر پہنچے۔ اس وقت ان کے
 دوست کھانا کھاپی کر فارغ ہو چکے تھے ستیش کے آنے کی خبر سن کر اُسے
 اور ان کا خیر مقدم کیا
 ستیش :- پسینہ پونچھتے ہوئے روکھی آواز سے بولے :- مجھ پر بھی مہربانی
 ہے۔ میری بیوی بہت سخت بیمار ہے
 دوست نے تعجب خیز انداز میں پوچھا کیا بیماری ہے
 ستیش :- بیمار بڑا گیا ہے

سنیش ب دیوندرا ڈاکٹر کا

غیر آپ ہنا دھوکہ کھانا کھا لیجئے۔ منہ بالکل خشک ہو رہا ہے۔
سنیش نے ڈر ویر آرام کیا اس کے بعد ہنا دھوکہ کیا کھانا کھا یا کھاپا کر بیب
فارغ ہوئے۔ تو ان کے دوست ایک ٹینڈے کمرے میں لیجا کر کہنے لگے کہ
اب نھوڑی دیر سو ہو

سنیش چند رتے کہا بتے سو بھائی اجس کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں جسکی
پناہ کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں۔ جو اپنے دوستوں عزیزوں کا ایک ایک پیسہ
کے لیے منہ دیکھتا ہے جسکی بیوی بستر موت پر دراز ہے۔ کیا اسے کبھی نیند
آ سکتی ہے۔ بہت ڈکھ پا کر تمہارے پاس آیا ہوں۔

دوست بھائیوں سے علیحدہ ہو کر تم نے کوئی عقلمندی کا کام نہیں۔ یہ بات میں
تم سے پہلے بھی کہ چکا ہوں۔ اب جب تمہاری بیوی اچھی ہو جائے۔ تو اسے لیکر
گھر چلے جانا۔

سنیش نے غیر ایہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ اس وقت اگر تم نے مجھے پچاس روپے
بطور قرض نہ دیئے تو میں بے موت مر جاؤنگا۔ اور سب کچھ ستیاناس ہو
ہو جائے گا۔

دوست بہ۔ دینے میں مجھے کچھ غدر نہیں۔ مگر اس وقت میرا کتہ خالی ہے
جو کچھ تھا وہ آج صبح ایک شخص کو دیا۔

سنیش نے۔ دو ہائی تمہاری اس عیبت سے مجھے پچا کو میں بیٹھ لوٹ
کچھ دو لنگا تم جانتے ہو کہ میرے حصہ کا مکان ہے۔ زمین ہے

نہج کر تمہارا روپیہ مع سوا دوکر دو لنگا۔ یہ تصدیق ہے اس وقت مجھے مایوس
نہ کرو۔ میں بہت اُمید لے کر تمہارے پاس دوڑ آیا ہوں۔

دوست :- میرے پاس نو روپے ہیں نہیں۔ مگر بہن کے پاس دس
 بیس روپے ہوں تو کہہ نہیں سکتا
 ستیش :- کسی کے پاس ہوں مجھے لاکر دو۔ مگر میرا دس بیس سے کام نہ چلے
 گا۔ کم از کم چالیس روپے دو۔

دوست : اچھا ابھی تو سو رہی تھی دیکھا جائیگا
 ستیش :- مجھے نیند نہ آئے گی۔ میرے لیے آج تم بھی تھوڑی سی تکلیف اٹھاؤ
 سو نہیں سکتی جا کر ٹھیک کر آؤ
 دوست :- جہاں تک ہو سکیگا۔ کوشش کر دوں گا۔ مگر میرا خیال ہے۔ کہ بہن
 کے پاس روپے نکل آئیگی۔ اس دھوپ میں جاؤنگا نہیں پھر دیکھا جائیگا
 ابھی سو رہی تھی کہکہ انہوں نے ایک تکیہ اٹھایا۔ کروٹ بد کر لیٹ رہے
 اور تھوڑی دیر میں سو گئے۔

مگر ستیش چند روکینہ نہیں آئی۔ وہ جتنے پر پڑے ہوئے ادھر ادھر کر گئیں
 بدلتے رہے اس طرح تھوڑا وقت گزر گیا ستیش کو بسا معلوم ہوا۔ جیسے خام
 ہونے میں اب دیر نہیں ہے۔ مگر دوست کو جگانے کا حوصلہ نہ ہوا اگر ان
 پر مصیبت نہ پڑی ہوتی۔ اور وہ روپے مانگنے نہ آئے ہوتے تو جب جی میں آتا
 دوست کو چکا دیتے اور اگر خواہش ہوتی تو کئی دنوں تک انہیں سونے بھی نہ
 دیتے مگر آج انہیں بہ حوصلہ نہ ہوا۔ انکو خوف تھا۔ کہ کہیں وہ ناراض ہو کر بچے
 دینے سے انکار نہ کر بیٹھے۔ مگر اُسے رے افلاس بایں رے چکر میں انسان
 چڑ کر کہیں کا نہیں رہتا۔ عقلمند کی عقل ماری جاتی ہے۔ اس کے دامن میں
 پڑ کر بڑی بڑی غیرتمند ہستیوں کو بھی تنکے جتنے پڑتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ عقل
 اور دھوپ کی تیزی کم ہوتی۔ ستیش چند رے دوست کی نیند ٹوٹی۔ اٹھ کر

ستیش سے پوچھا: کیا تمہیں یقین نہیں آئی ہے؟
 ستیش: بد درنم سے پتی ہوئی آنکھوں میں نہت کہاں؟
 دوست (ہنس کر): تیار آنم بھی پاگل ہی رہے۔ بھائی! دوش نصیب کی بیوی
 مرتی ہے اور یہ نصیب کا گھمڑا۔ تم اس قدر فکر کیوں کرتے ہو۔ اگر مر جائے
 تو دوسری شادی کر لینا۔ آج کل تو عورتوں کا بازار بہت سستا ہے؟
 ستیش: ہم جیسے کنگاں کی بیوی کا مرنا ہی بھلا ہے۔ مگر دکھ صرف اتنا ہے کہ
 ایک شخص بغیر علاج کے مر جاتا ہے گی

دوست: جس کا علاج نہیں ہوتا۔ کیا وہ سب مر ہی جاتے ہیں۔ اور وہ بیوہ
 بالو کے علاج میں تو ایسا کچھ خرچ بھی نہیں۔ ان کی فیس صرف وہی روپیہ ہے
 شیش: بھائی! مرض ہلکا ہے۔ نہ معلوم کب افاتہ ہو۔ اس کے علاوہ
 وہا کی قیمت اور فیس تو دینی پڑے گی؟

دوست: تمام اخراجات کیا تمہیں کو کرنے پڑ گئے۔ وہ اپنے بھائی کے گھر
 میں ہے۔ کسی غیر جگہ تو نہیں۔ کیا وہ نہیں دینگے؟

شیش: مفلس کی بیوی کے لیے کون مصیبت میں پڑتا ہے؟
 دوست: تو وہاں رہنے کیوں دیتے ہو؟ بڑا زمانہ۔ تم عورت کے غم
 ہو۔ جو وہ کہتی ہے وہی کرتے ہو پھر دکھ نہ ہو تو کیا ہو۔ اس کے کہنے سے اگر الگ
 نہ ہوتے تو آج مصیبت کا منہ کیوں دیکھنا پڑتا؟
 شیش: گھر کی موجودہ حالت اور سہی خراب ہے۔

پھر بھی اپنا گھر اپنا رہا ہے۔ یہ کہہ کر ان کے دوست اٹھ کھڑے ہوئے ستیش
 چند راسی جگہ بیٹھے ہوئے زمین آسمان کی خبر لانے لگے؟
 بہت دیر بعد دوست لوٹے۔ ان کے آنے کی آہٹ سکر ستیش چند رکاوٹ

اس خوف سے دھڑکنے لگا۔ کہیں حضرت کو مددواں نہیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ مینڈ نوٹ لکھا کہ روپیہ دینے کی بات نے اُن کو مطمئن بنادیا۔ اصل سے زیادہ سود پر نہیں روپے ستیئش چند لے آئے۔

بستر پر بیٹھ کر متانت آمیز لہجہ میں دوست نے کہا:۔ اپنے پاس روپیہ نہ ہے سے بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ویدی سے بہت کچھ شکر یہ تیس روپے لایا ہوں۔ اور یہ بھی صرف تمہارے لیے ورنہ میں تو ایسے جھگڑاؤں میں کسی نہیں پڑتا۔ سود ایک آند روپے کے حساب۔

ستیئش:- (بات کاٹ کر) ہاں! ایک آند روپیہ ہی دینگے دوست! اچھا ایک مینڈ نوٹ لکھ دو

کاغذ قلم لے کر ستیئش نے پوچھا:- ”ویدی کے نام سے لکھوں گا دوست!۔ نہیں میرے نام سے لکھو گا“

ستیئش سمجھ گئے کہ زیادہ سود اور مینڈ نوٹ لکھانے کے لیے دوست نے بہن کا نام لیا ہے۔ جو ہو۔ اُنہیں اس وقت روپے پاتے سے ہی کام تھا۔ اسی اُن کے لیے سب کچھ تھا۔ مینڈ نوٹ لکھ کر ستیئش چند رے روپے گن لیے اور اٹھ کھڑے ہوئے دوست:- کیا ابھی جاؤ گے؟

ستیئش:- جی ہاں! شام ہونے سے پیشتر ہی پہنچنا چاہیے گا دوست۔ اپنی بیوی کی حالت سے اطلاع دینا

پہت اچھا لکھ کر ستیئش چند رخصت ہوئے نہ گرم سے رگھو ناتھ پور جاتے ہوئے راستہ میں ہی دھندرا بابو کا مکان ٹپتا تھا

ستیئش چندر جانے ہوئے پہلے ڈاکر کے مکان پر پہنچے۔ وہ اس وقت آرام لگی پر پڑے ہوئے تھے۔ غصہ گڑگڑا رہے تھے۔ اس جگہ اور کوئی نہیں تھا۔ ستیئش چندر

کو دیکھ کر بولے :- آئیے کیا حال ہے۔

پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ کر سٹیش چندرنے کہا :- مریضہ کا حال اچھے کچھ
بھی معلوم نہیں ہیں آپ کے ساتھ ہی وہاں سے چلا آیا تھا؟
ڈاکٹر بتہ کہاں گئے تھے؟

سٹیش چندرنے صبح آپ سے عرض کیا تھا کہ فکر کے آپ کی کچھ نذر کرونگا؟
اس لئے اسی کی فکر میں گیا تھا؟ یہ کہ سٹیش نے دس روپیہ نکالے اور ڈاکٹر کے
سامنے میز پر رکھ دیے۔

روپے دیکھ کر ڈاکٹر صاحب بولے :- دس روپے کس بابت؟ میری فیس
صرف دو روپیہ ہے اور دو کی قیمت ایک روپیہ؟

سٹیش :- میری حالت بہت خراب اور تازک ہے۔ روز نہیں دے سکونگا
جو کچھ ملا آپ کے پاس جمع کئے دیتا ہوں۔ آپ مریضہ کو صحت دیکھئے اور کچھ سکوننگا
یہ نہیں کہہ سکتا۔ مگر دم کا نہیں دوںگا۔ جب ملے گا۔ اس وقت دیدوںگا؟
ڈاکٹر :- آپ دو روپے مجھے دیکر باقی لیجائیے۔ پھر کہی دے دیکھئے؟

ڈاکٹر نے آپ کو روپے بچھے دیکر یالٹی لہجائیے۔ پھر کبھی دے دیجئے گا۔
 سنش :- آپ اپنے پاس مع رکھئے میرے پاس رہتے ہیں بڑی مشکل پڑیگی۔
 ڈاکٹر نے روپے بیکریکس میں رکھ دیئے اور بولے :- یا ناز سے تھوڑے سیب
 لینے جائے گا۔ غذا صرف دودھ کچھ اور کھانے پینے کے نہ دیجئے گا۔ بد تعبائی
 اور مناسب و معقول غذا نہ ملنے کی وجہ سے مریض بہت کمزور ہو گئی ہے
 جو ارشاد کہہ کر سنش چند چل دیئے۔

پانچواں باب

دبندر ڈاکٹر نے بڑی کوشش اور محنت سے سنش کی بیوی کا علاج کیا
 پندرہ سولہ دن کے متواتر علاج سے بخصلی بہو اچھی ہو گئیں۔ مگر بہت کمزوری
 آگئی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا: نہ کہ اب کچھ دنوں کسی طاقت کی دوا کا استعمال کرنا
 پڑا ضروری ہے تقریباً ایک ماہ تک سنش چندر۔ دبندر بالو کے یہاں سے
 مقوی دوائیں لانے نہ سے۔ پڑنے یا ریک چاول۔ زندہ پھلیاں اور دیگر
 مختلف اشیاء جو گاؤں کے معمولی آدمیوں کو نصیب نہیں ہوتیں وہ بھی
 سنش کسی نہ کسی طرح لاتے رہے اس طرح سے کئی مہینے گزرے بخصلی بہو
 کی حالت پہلے کی طرح ہو گئی۔ اس طرح بہت کی زنجباز کا مونغ قریب
 تھا۔ گاؤں کے بہت سے لوگ جگنا نھ پوری جائیگے۔ سنش کی ساسن بھی جاگی
 راج موہنی نے ماں کے تیرتھ یا ناز کے موقع پر دس روپے دیئے شام کے
 وقت بخصلی بہو نے سنش کو بلا کر کہا: ماں کل سویر جگنا نھ جی جائیں گی

ویدی نے دس روپے دیے ہیں۔ تم کیا دو گے؟
 اسوقت ستیش کے پاس صرف دو روپے تھے۔ باقی سب کچھ بھلی
 بھوکی دوا علاج میں خرچ ہو چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے روکھے پن سے
 جواب دیا تو میرے پاس تو اسوقت کچھ نہیں ہے؟
 منہ بنا کر اور بھوکیں چڑھا کر بھلی بھو بولیں۔ انہیں کہنے سے کیونکر
 کام چلے گا؟ جس طرح ممکن ہو۔ اسوقت کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑیگا۔
 ستیش:- دینا چاہیے۔ یہ میں جانتا ہوں۔ نہ دینے سے شرم کی بات ہے
 اس سے بھی واقف ہوں۔ مگر کیا کروں۔ جو کچھ فرض لایا تھا۔ وہ سب تمہاری
 بیماری میں خرچ ہو گیا۔

بھلی بھو:- آہ میرا جلا مو انصیب ہے۔ اسی وجہ سے تمہارے پلے
 پڑی۔ بھلا کیا کوئی ایسا کرنا نہیں۔ اگر خرچ کرنے سے ایسے ہی گھبرائے تھے تو
 کیوں کیا۔ دادا جس طرح ہونا دوا دار و کرتے زندگی ہوتی تو بچ جاتی۔ مجھ
 جیسی نصیبوں علی کو سچا یا ہی کہوں؟ میں کے پاس پہنے کو کپڑا نہیں۔ جسم
 پر زہر کا نام نہیں۔ جو ماں کو تبرتھ یا ترا کے موقع پر ایک پیسہ بھی نہیں سکتی
 اس کا مرنا ہی بھلا تھا۔ اگر تم نے اس موقع پر ماں کو کچھ نہ دیا تو میں افیون
 کھا لوں گی۔ میں ایسی بے عزتی کبھی بھی گوارا نہ کر سکتی۔

ستیش:- جس کے پاس ہے ہی نہیں۔ وہ کہاں سے لائے۔ مجھے کاٹ کر
 دیکھتے سے بھی پورے دو روپے نہ غننے۔ صرف پونے دو روپے ہیں؟

بھلی بھو:- رہے دوا اپنے روپے میری ماں کیا فقیر ہے جو پونے دو روپے
 اسے بھیک دو گے۔ تمہارے روپے نہ مرنے سے کچھ اٹکا جانا نہیں بند ہو گا
 ستیش:- میں غریب آدمی ہوں۔ مفلس۔ بھلا میری مدد سے ان کا کیا فائدہ

ہو گا! بھلا کچھ نہیں کیا کچھ ہو گا؟
 ستیش: جس کے پاس پیسہ نہیں۔ اس میں انسانیت بھی نہیں۔
 سنجھلی:۔۔ بھلا ایک روپیہ کیا کھرو گے؟
 ستیش: کہہ دیجئے اور نہیں ہے۔ اگر یہ بھی خرچ ہو جائے تو کچھ بھی نہ دے سکتے
 ہیں۔ ایک روپے کا دنیا بھی کچھ نہ دینے کے برابر ہے۔
 یہ بات صحیح ہے۔ مگر کروں کیا۔ جب وقت آئے گا تو اسکی تلافی
 ہو جائیگی۔

:۔۔ جیسے جیسوں سے کبھی وقت ہی نہیں آئے گا۔ بھگوان اگر مجھے
 موت آجائے تو ہی اچھا ہے۔ اسی وقت ستیش چندر کے سالے ہرچن کہاں
 باہر سے آئے ان کی ماں اور متو کی ماں ایک کنارے بیٹھی ہوئی تھی۔ اتنے ہی
 انہوں نے پوچھا: ستیش کہاں ہے؟ ان کی ماں نے جواب دیا:۔۔ گھر میں
 ہیں اور کہاں؟ ہرچن نے ستیش چندر کو آواز دی ان کے باہر آنے پر ہر
 چن بولے:۔۔ بیٹھو ایک بات کہنی ہے؟

ستیش بیٹھ گئے۔ ہرچن نے کہا:۔۔ اب تم نے اپنے لیے کیا سوچا ہے
 ستیش کے کچھ کہنے سے پیشتر ہی متو کی ماں بول اٹھیں تو سوچا کیا ہے؟
 شبو! اچھی ہوئی اب اسے بیکر اپنے گھر جائیگے؟

ہرچن کی ماں یوں بولی:۔۔ وہ ان بھی تو دکھ ہی ہے۔ تو کی کا دکھ ہتھتے ہتھتے یہ حال
 ہو گیا تھا۔ انہیں بھی تو میٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا۔ ہرچن نے کہا:۔۔ میں نے
 جو کچھ سوچا ہے ستیش بھی وہ سن لیں۔ اور تم لوگ بھی سنو۔ اگر سب کی
 رائے ہو تو ستیش ویسا ہی کریں۔ سب سے پہلے ستیش نے پوچھا: کیا ہے؟

ہر چرن اس محلے کے رستوں و ادایک قسم کی آڑھت کا کام کر نیگے۔ انہیں دو آدمیوں کی ضرورت ہے۔ میں نے سنیش کا ذکر کیا تھا۔ اور انہوں نے منطوقہ کر لیا ہے۔ مگر ابھی صرف چھ روپے مہینہ دیگے۔ کچھ عرصہ بعد دس روپے تک کر دیں گے۔

تنو کی ماں:- بھلا چھ روپے میں دو آدمیوں کی بیٹ کیوں کر چلے گا مہری سمجھ میں تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

ہر چرن:- کھانا پینا لود و لود کا ہمارے ہی یہاں ہوگا۔ میں اکیلا کھیتی کا کام نہیں دیکھ سکتا اس لئے یہ ہمارا کھیتی کا کام بھی دیکھیں گے۔ اور ہمارے یہاں کھائینگے بھی۔

سنیش:- دس بجے کھلا پی کر جایا کریں گے۔

تنو کی ماں:- آئیے کب ہ

ہر چرن:- شام کو بارہ

تنو کی ماں:- مہری سمجھ میں تو یہ اچھا نہیں ہے اس سسرال میں رہنا اور

کام کا نہ کر کے کھانا اچھا نہیں۔ لوگ کیا کہیں گے؟

ہر چرن:- تو پھر کیا کھائینگے کہاں؟

وہ بھی سمجھ لیں۔ اور تم بھی سوچ لو۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں

نے کر دیا۔

ہر چرن کی ماں:- ماما تو درگا نہیں اپنے اشیر باد سے سلامت رکھیں۔ تمہارے

بغیر مجھ پر نصیب کا ٹھکا نہ ہی کہاں ہے۔ دماغ میں نے کونے ایسے پورے

کرم کے تھے جو مہری بیٹی کو ذرا بھی شکہ نہ ملا۔

سنیش:- ماں میں یہ کام کرونگا کب جانا ہو گا؟

ہر چرن - تین دن بعد

ستیش :- بہت اچھا - ایسا ہی ہوگا

اس کے بعد رادھا چرن کا ذکر آیا - رادھا چرن - ہر چرن کا چھوٹا بھائی تھا - اس نے بائیس سال کی عمر میں انٹرنس پاس کر لیا تھا - اس کے برابر مینا میں کوئی لڑکا نہیں ہے سب کہتے ہیں وہ افسر ہوگا - اس بچے ایک محترمہ کی ضرورت پڑے گی - اس بچے تیش کی ساس کا خیال تھا - کرنیش ہی اس کو رینٹ دیکر یا اطمینان نہ دے گی بس کہیں - ایشور رادھا کی عمر دوا کرے ازاں بعد جگن ناتھ پوری جاتے کی بات شروع ہوئی - اس کا خلاصہ یہ کہ ہر چرن کی ماں کی جاتے کی خواہش پہلے سے ہی نہ تھی جلد کے پانچ آدمی جا چکے اگر وہ نہ گئیں تو لوگ کیا کہیں گے ؟

جب یہ بات چیت ختم ہوئی اس وقت ہر چرن کو حقہ پینے کی ضرورت ہوئی رتی اب تک نہیں آیا - حقہ تو باہر ہی ہے -

ہر چرن نے ستیش چند کے بیٹے نوکری کا انتظام کیا تھا - اس کے علاوہ کھانے پینے کا بار بھی اپنے ذمہ لیا تھا - ایسی حالت میں اس نے بھر کر نہ پالنا ستیش کے بیٹے امان فراموشی کی بات تھی - اس وجہ سے یہ کہہ کر کہ میں ہی دیکھنا

ہوں

ستیش :- حقہ کا انتظام کرنے کے بچے چلے گئے

چھٹا باب

ٹھیک آٹھ بجے گاڑی مظفر پور اسٹیشن پہنچی - پانچ کوڑی جلد بیل گاڑی

سے انکر اسٹیشن سے باہر ہوا۔ اس نے اس سے پیشتر گاؤں کے باہر کبھی قدم نہیں رکھا تھا اس لیے اب بے ڈرے اور دوسرے شہر میں پہنچکر وہ بیڑی شکل میں پڑا۔ جدھر نظر اٹھاتا تھا اسی طرف سوائے مغربی آدمیوں کے اور کوئی نظر نہ آتا تھا اس کے دیس کا آدمی کہیں دکھائی نہ آتا تھا سر پر بڑی بڑی چڑیاں باندھے۔ ناگوری جوتا پہنے ہوئے شریف اشخاص اور اچھے آجاریے تھے۔ مزدور وغیرہ بھی اس کے دیس کی طرح نہ نچھے وہ بہت دور تک بغیر کسی نقص کے چلا گیا۔ کہاں جائیگا۔ کچھ ٹھیک نہیں بالآخر اسی شہر کے ایک شریف شخص سے بنگالی زبان میں پوچھا: ڈاکٹر صاحب کا مکان کہاں ہے۔ مختصر پور میں بہت سے ڈاکٹر تھے۔ وہ شخص ٹھیک نہ بتا سکا ٹی جھوٹی ہنسی میں بولا: کس ڈاکٹر کا مکان دریافت کرتے ہو۔ یہاں تو بہت سے ڈاکٹر ہیں پانچ کوڑی نے نام بتا دیا۔ مگر پھر بھی وہ نہ بتا سکا۔ اس نے ڈاک خانہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: سائے ڈاک خانہ میں چلے جاؤ۔ وہاں دو بنگالی بابو ہیں ان سے سب معلوم ہو جائیگا۔

پانچ کوڑی ڈاک خانہ کی طرف چلا۔ برآمدہ میں پہنچکر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ لہنے ہی میں بنگالی بابو ادھر نکل کر آئے اور پانچ کوڑی سے نہایت محبت آمیز لہجہ میں سوال کیا کہ معلوم ہوتا ہے آپ ہمارے دیس کے ہیں۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ آپ نووارد ہیں۔ فرمائیے کہاں جائیگے بھائی

اپنے دیس باسی کی شکل دیکھ کر اور اپنی مادری زبان کی باتیں سنکر پانچ کوڑی کو بہت اطمینان ہوا۔ بولا: آپ کا خیال صحیح ہے۔ میں اسی گاڑی سے آیا ہوں جہاں بھائی یہاں ڈاکٹر کی کرتے ہیں۔ ان کے پاس جاؤنگا۔ مگر ان کا مکان کہاں ہے یہ مجھے معلوم نہیں ہے

بنگالی :- آپ کے بھائی کا کیا نام ہے ؟
 پانچ کوڑی :- دانیل چندر رائے اودھ سرکاری ڈاکٹر ہیں۔
 بنگالی :- اوہو! معلوم ہوا۔ آپ ذرا غم نہ کیجئے چھٹی رساں چٹھیاں لیکر تائیگامہ دو آئیکو
 وہاں پہنچا دیں گے۔

بنگالی :- بہت دور نہیں شہر میں ہی ہے ؟
 اسی وقت چھٹی رساں ٹوٹ کر بیکر باہر آیا۔ بنگالی بادرے بابت چھٹی رساں کو بلا کر
 کہا :- انہیں سرکاری شفا خانہ میں لے جاؤ۔ یہ ڈاکٹر کبھی یہ کہہ ہی نہیں سکتے
 انہیں پتہ بنا کر بعد میں دوسری جگہ جانا۔
 چھٹی رساں پانچکوڑی کو لے کر روانہ ہوا۔

شہر کے بیچ میں ہی۔ شفا خانہ کی بند عمارت تھی۔ ایک بڑا ہی ٹک ٹھکانا
 چھار طرف ملازم اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ پانچکوڑی تو جیسے عجیب سا
 بیٹے وہ کسی بات سے نہیں گھبرایا۔ چھٹی رساں کے ساتھ واقف شخص کبوتر
 کشا کھٹ چلا گیا۔

وہاں ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہوئے تھے چھٹی رساں انہیں پہچانتا تھا۔ ان
 کے کمرے کے دروازے پر لے جا کر پانچکوڑی کو کھڑا کر دیا۔ دانیل چندر
 اسی وقت میز پر جھکے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ چھٹی رساں نے اس کو بلا کر
 کہا :- حضور یہ باو آپ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔ دانیل چندر نے سہجی
 پانچکوڑی کو سامنے دیکھ کر خوش ہو گئے۔ سو گئے ہوئے دل میں برا دراز محبت
 کی دھار روانہ ہوئی۔ مسکرا کر بوسے دے گئیں۔ رے باو کہاں بہ گھر میں سب خبر بہت
 پانچکوڑی دیوار کے سہارے اپنا بہ حیثیت پھانسا رکھ کر بولا :- ان
 ہیں۔

وانیش بڑا اچھا لکڑہا۔ وہاں آکر تمام حال سنیں گے۔ راستہ میں کچھ تکلیف تو نہیں ہوئی تو گھر سے کب چلا تھا اب یہ کہہ کر انہوں نے ایک نوکر کو آواز دی۔ نوکر کے آنے پر کہا:- انہیں گھر لے جاؤ ہم ہمارے بھائی ہیں کھانے پینے کا انتظام کرو گے

پانچوڑی نے پوچھا:- آپ ابھی نہیں چلیں گے یا

وانیش:- ہم دو گھنٹے بعد آئیں گے تو گھر جا اور ضروریات سے فارغ ہو کر آرام کرو گے

پانچوڑی:- میں تو یہاں آکر ایک نئی مصیبت میں پڑ گیا۔ کسی کی بات ابھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ یہاں کیا اسی دیں گے سب لوگ ہیں

(دانیل ہنس کر) : ت کھانا پکائے والا بنگالی ہے

خیر! جان کچی، کہہ کر پانچوڑی نوکر کے ساتھ چلا گیا وقت مقررہ پر واپس گھر آئے اور کھانا کھا لی کر پانچوڑی نے گھر کو سب حال سنا۔ منکران کے دل میں بے اطمینانی کی ایک آگ جلنے لگی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگے۔ کہ ہم ہر مہینہ اتنے روپے کما کر یہ فائدہ ضائع کر دیتے ہیں اور دن بدن مفروض ہونے جاتے ہیں۔ مگر ہماری ماں۔ بیوی۔ بھانج اور بھائی وغیرہ بھوکوں مر رہے ہیں

یہ آگ دانیل کے دل میں پہلی دفعہ شعلیں ہونے لگی۔ بلکہ یہ کہ وہ سوچ چکے تھے مگر دلی طاقت کی مدد و ہیئت میں عرف جلن سے ہی کسی پاپ سے سجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ جیسے ہوئے گھر میں پانی کی دو بوتلیں جیسے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ اور آگ کو نیز نونا دینی ہیں اسی طرح ان کی جلن ثابت ہوئی۔ پاپ کے سمندر میں جو وقت انسان نکلا۔ گرا نی طاقت سے انھد دھو بیٹھا ہے۔ اسی طرح ان کا دل اس وقت اس کی پر نظر رہا

لہر میں بہا جا رہا تھا جس کے دل میں طاقت ہے۔ وہ اس آواز بازگشت کو سنتے ہی باپ کے رات کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جانے میں۔ مگر جو اس طاقت سے محروم ہے وہ ہمیشہ پروائے کی طرح جلتے ہیں الگ ہوتے ہیں اور پھر نود پڑتے ہیں۔ دانیس کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔
دانیس سے تمام باتیں کہہ کر پانچ کوڑی بولا: تین چار دن میں آپ ایک بار ضرور گھر چلیے۔

دانیس نے جواب دیا: یہ ایک بار گھر چلنے کی میری بھی زبردست خواہش ہے مگر کیا کروں اس وقت چھٹی ملنے کی امید نہیں۔ یہاں پلیگ شروع ہو گیا ہے اس وجہ سے شاید کبھی نہ دیں۔

پانچ کوڑی: بہت لوگ مرتے ہیں کیا ہا۔

دانیس: اس وقت تیرا آنا اچھا نہیں ہوگا۔

پانچ کوڑی: نہ کیوں؟ کیا بیماری کا خوف ہے؟ ہیں یہ باتیں نہیں مانتا یہ سب ایسور کی سیل ہے۔ جو مرض سے خوف کھاتے ہیں وہ غلطی یہ ہیں دانیس سمجھے کہ بغیر تعلیم یافتہ پانچ کوڑی کو ایسا گیان ہونا فطرتی ہے پانچ کوڑی: کتنے دنوں کے بعد گھر جا سکیں گے ہا۔

دانیس: ٹھیک نہیں کہہ سکتے چھٹی کی درخواست دے گئے اسکے بعد معلوم ہو جائیگا۔

پانچ کوڑی: تو آج ہی کی ڈاک میں کچھ روپے گھر بھیج دو۔ ورنہ گھر کے لوگ بھوکوں مر جائیں گے۔

دانیس: تو رومی گھر نہیں جائیگا۔

پانچ کوڑی: میں کچھ دن مقوم نکلوں۔ اس کے بعد اگر آپ کو چھٹی مل گئی

تو ساتھ ہی چلو نکلا

دائیش :- میری رائے میں تو ہیلنگ کے دنوں میں میرا یہاں رہنا مناسب نہیں پانچلو ٹری :- اس کے لیے آپ کوئی فکر نہ کیجئے۔ گھر جانے میں ہی ہے کوئی مسئلہ نہیں گھر میں میں بغیر تشخیص کو پاس ہوئے ہرگز نہیں رہ سکتا روپے آج ہی بھیج دیا جائے گا۔
دائیش :- روپے تو اس وقت ہیں نہیں۔ یہاں کے تخرج کے لیے صرف دس روپے رکھے ہیں۔

پانچلو ٹری :- آج وہی بھیج دیجئے۔ اس کے بعد پھر دیکھا جائے گا۔
دائیش نے منظور کر لیا۔ پانچلو ٹری اسی وقت روپے لیکر ڈاک خانہ چلے گئے وہاں جا کر روپے سنی آڈر کر دیئے اور ماں کو ایک خط بھی لکھتا

ساتواں باب

ڈاک خانہ سے نکل کر پانچلو ٹری نے شہر گھر مناشروم کیا۔ شہر میں پھر کرشم سے کچھ پہلے گھر لوٹا۔ اس وقت گھر کے سامنے ایک گاڑی ٹھہری تھی گاڑی نہیں تھی۔ خوبصورت تھیں اور گھوڑے بہت طاقتور تھے گاڑی کا ساز و سامان دیکھ کر پانچلو ٹری نے سمجھ لیا کہ یہ گاڑی کسی دولت مند کی ہے مگر اسے کون آیا ہے؟ وہ نہ جان سکا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی کانوں میں مار سونیم کے ڈاؤنڈ اور میٹھے سروں کی آواز سنائی دی باپ کی آواز۔ دائیش کے کمرے سے آرہی تھی۔ سانہمی کسی عورت کے گے کی آواز بھی سنائی پڑتی تھی پانچلو ٹری گناہ سننے کے لیے۔
دائیش کے کمرے میں گھسنا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ چونک اٹھا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک نوخیز اور خوبصورت
عورت دانیلش کے پاس کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے اور وہ نیم بجا کر گارہی ہے۔ مسم پر
نوبھورت ساڑھی پیروں میں منورہ جوتا۔ اور پشت پر سیاہ زلفیں کالی
ناگن کی طرح لہرا رہی ہیں۔ خوزلوں کا ایسا شکار پانچکٹوری کی آنکھوں کے
بلے بنا عجیب و غریب تھا۔

پانچکٹوری دروازہ پر کھڑا ہو کر وہ عجیب و غریب نظارہ دیکھ کر دنگ رہ گیا
کیا کالچکر لگاتے لگاتے پوٹھکائی لگا۔ نکاتیک دروازہ پر سیٹھٹ گئی۔ دیکھا
کہ ایک خوبصورت نوجوان نکاتیک کمرے کی طرف دیکھ رہا ہے۔ مگر نا
بند کمرے کے پوٹھکائی نہ ہوا۔ ہاں! آپ کون ہیں؟

پانچکٹوری بغیر کوئی جواب دیئے وہ جگہ چمڑ کر بیٹھ گیا۔ پوٹھکائی دل ہی دل
میں ہنسی اُس نے سوچا کہ یہ آدمی بالکل جاہل معلوم ہوتا ہے۔ ہاں! نکاتیک
جواب نکاتیک نہ دیا مگر خوبصورت شخص ہے۔ بات چیت کرنے کے قابل
ہیں۔ ابھی بالکل نو عمر ہے۔ ابھی طرح سن بھی نہیں بھگیں کم سن
ہونے کی وجہ سے ہی اس قدر شہ چھٹا لگا ہے۔

دانیلش چند رٹے پوچھا۔ کالچکر کے کیا سوچنے لگیں؟
پوٹھکائی نے ایک بار دانیلش چند رٹے کے چہرہ پر اپنی نگاہیں ڈالیں
اس کے بعد بے پروائی سے کہا اُس شخص کی نسبت سوچ رہی ہوں
دانیلش نے ہنس کر کہا: وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ دونوں بھائیوں
پر پیار کی نگاہ نہ ڈالتا۔

دانیلش نے یہ باب سمیٹنے کی زبان میں کہی تھی۔ مگر پوٹھکائی کے دل پر یہ بات
بخوبی روشن ہو گئی۔ اُس نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس میں ہر ج

ہی کیا ہے؟ ایسی آنکھ۔ ایسا چہرہ ایسی سادہ لنگ ہیں کن ٹوکوں میں ہیں
یو تھکا کے مار مونیم بجانا موقوف کر کے پوچھا:۔ یہ کب آئے؟
دائیش:۔ آج صبح

یو تھکا:۔ یہاں کتنے دن رہیں گے؟
دائیش:۔ کچھ لمبے۔ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔
یو تھکا:۔ وہ کیا کالج میں پڑھتے ہیں؟
دائیش:۔ نہیں وہ لکھنا پڑھنا کچھ نہیں جانتا۔ بچپن میں ہی سر کے عارض
میں بیمار ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے ڈاکٹروں نے دماغی محنت کے لیے منع
کر دیا تھا۔

یو تھکا:۔ افسوس! ایسا خوبصورت پھول جو سے خالی!!

دائیش:۔ ایک مہتر ہے۔

یو تھکا:۔ یہ کیا؟

دائیش:۔ مار مونیم بہت اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اچھا لگتا ہے۔

یو تھکا:۔ تو اسے بلانا؟

دائیش:۔ میرے سامنے وہ نہ لگایگا۔

یو تھکا:۔ غیر تعلیمیافتہ اور گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اس لیے۔ مائے! ان
خوابوں کی بڑھاپے سے بنگال سے نہ معلوم کب لکینی۔ جب تک باپ بیٹے
بڑے چھوٹے بھائی بہن شوہر بیوی۔ یہاں تک کہ ساس داماد۔ ایک بیٹے
پر بیٹھ کر جونی سے ایک دوسرے کے سامنے آنکھ ملانے لگائیں گے۔

اس وقت تک مہتر کے ماترم، مہتر کا سادھن ہونا غیر ممکن ہے۔

دائیش:۔ تم کسی دوسرے وقت اس کا گانا سن سکتی ہو۔

چوتھکا :- کل صبح جب تم شفا خانہ میں جاؤ گے۔ میں یہاں آکر گانا سنو گی۔
دانش : یہی ٹھیک ہے۔

آٹھواں باب

شام - ہو چکی تھی۔ چاند کی صاف شفاف نورانی روشنی نے تمام دنیا پر ایک چادر سی بچھا دی تھی۔ ایسے وقت میں پانچوڑ کی گھر سے نکل کر شہر گھومنے لگے۔
یہ نکلا۔ کہاں جائے گا اس کا کچھ ٹھیک نہیں صرف گھومنے سے ہی کام تھا۔
وہ جلدی جلدی شہر کے آخری حصہ تک نکل گیا۔

اس طرف ایک غریبوں کا محلہ تھا۔ گلیوں اور بڑے بڑے درختوں کی وجہ سے چاند کی روشنی اپنی پوری آب و تاب دکھانے میں بچکی۔ یہی تھی جہاں کہیں بھی ستر قدم طاعون پہنچ جاتا ہے وہ جگہ شمشان کی طرح خوفناک اور اُداس نظر آتی ہے۔ اس محلہ کا بھی یہی حال طاعون کی سب سے پہلے نظر آتا۔
اسی محلے پر ہوئی تھی۔ کوئی کسی کو پانی دینے والا نہیں تھا۔ زیادہ تر لوگ گھر کی شفا خانہ میں پڑے تھے۔ جو شفا خانے کے نام سے گھبراتے تھے۔ جیسے کہ عمو کا ہونا ہے۔ وہ اپنے گھر میں ہی مر رہے تھے۔ جو زندہ تھے۔ وہ بھی موت کی یہ گرم بازاری دیکھ کر خائف ہو رہے تھے۔ ان کو ہر وقت یہی خوف رہتا تھا کہ یہ معلوم کس وقت اس خوفناک مرض کا شکار ہوں شام کے بعد کوئی گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ گلیوں اور سڑکوں پر بکا کا سنا ملتا تھا۔

پانچوڑ کی اپنی دشمن میں بہت چلا جا رہا تھا۔ بکا بیک ٹکا۔ اور شہر گیا۔
اسی رات سے ایک عورت آہی تھی۔ جب وہ پانچوڑ کی کے پاس آئی تو اس

وقت چاند کی روشنی میں پانچکھڑی نے دیکھا عورت صحن کی دولت سے
 مالا مال ہے۔ وہ عجیب و غریب دلکش لباس و زلیورات سے آراستہ تھی
 کسی کو نہ گھٹنے پھول کا بوئے خوش کی طرح روح کو متحرک کر رہی تھی آنکھوں
 میں غضب کی سیاہی وسیحی تھی۔ ان بڑی بڑی آنکھوں میں خون کی لالی
 اور شرم کی لہر خوش فطرت کا نظارہ دکھائی دیتی تھی۔
 عورت نے نہایت ہی عجزانہ اور درد آمیز جذبہ میں کچھ پوچھا۔ لیکن پانچکھڑی
 نہیں سمجھ سکا یہ دیکھ کر وہ گدگد کر آئے کی طرف چلی گئی تھی۔
 پانچکھڑی اگرچہ اس کی زبان نہیں سمجھ سکا۔ تاہم اس نے اس قدر غور و
 جان کیا کہ عورت مصیبت زدہ ہے اور کسی شخص کی مدد چاہتی ہے وہ لوٹ
 کر عورت کے پیچھے پیچھے چلا۔ کچھ دور چل کر عورت کھڑی ہو گئی۔ اس نے ایسے
 انداز سے پیچھے پھر کر دیکھا۔ گویا کسی کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اسی
 طرح وہ تھوڑی دیر تک کھڑی رہی۔ مگر کسی کو آنے نہ دیکھ کر پھر آگئے۔ بڑی
 شہر کو چھوڑ کر عورت نے باہر کا راستہ لیا۔ آدھ میل تک چلی گئی اور
 اور ایک پتھر کے گڑبڑ کے پاس کھڑی ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ آدھ
 نہ آدم ذات۔ ہر طرف سناٹا مچھا ہوا تھا دُور سے دُور سے دُور سے
 چلتی ہوئی ہوا آ رہی تھی۔ ہوا کے جھونکوں نے ہلتی ہوئی میل کی طرح عورت
 کا پتہ ہوئے جسم اور خشک پٹے کی طرح کھڑکتی اور کاپتی ہوئی ہر کی
 طرح خوف نگاہوں سے دیکھنے لگی۔
 بہت سا وقت گزر گیا۔ عورت واپس ہونیکو تھی۔ یکایک دو طاقتور
 جوان اس کے عورت میں نہیں دیکھ کر کانپ گئی اس کے دل میں یہ خیالات
 آئے۔ کہ یہاں آنے میں میں نے جو جلدی سے کام لیا۔ بڑا کیا۔ دل ہی

دل میں ایشور کا دھیان کرنے لگی۔ اس کا نام جوشی نغما۔ ذات کی براہمنی تھی۔

نااہلہ ہو کر کاہنی ہوئی آذر میں ایک شخص کو مخاطب کر کے جوشی نے کہا:- میں آپ کے پاس آئی ہوں۔ آپ مجھے ہنومان جی کا نعویدہ دیشے کے لیے کہا تھا۔ ہربانی کر کے وہ دے دیجئے۔ بہت مصیبت میں پھنکرا تھی رات کو آپ کے پاس آئی ہوں میرا باپ طاعون میں مر گیا ہے ماں بھی بیمار ہو کر ہسپتال میں پڑی ہیں۔ میری بڑی بہن اور ایک چھوٹا بھائی بھی ہیں۔ جو ہنومان جی کا نعویدہ گئے ہیں۔ ان کے گھر میں طاعون نہیں ہوا۔ آپ نے دیشے کو کہا تھا۔ اسی لیے آئی ہوں ساتھ کوئی نہیں آیا۔ اگر زیادہ مصیبت نہ پڑی ہوتی۔ تو ایسی جگہ ایسے وقت کبھی نہ آتی۔ مگر اس وقت نہ آنے سے آپ واپس جانے۔ اس لئے تمہاری ہوں مگر نوجوان ہنس کر بولا:- کیسی آئی ہو تو خوف کیا ہے یہ نعویدہ ہم اور کسی کو نہیں دینے۔ ہنومان جی کے مندر کا میں ہی پجاری ہوں ہمارے سوا اور کسی سے یہ نہیں ملتا۔ جوشی:- یہی جانکر ایسی جگہ چلی آئی۔

نوجوان:- اچھا ہی کیا۔ مگر اس نے کہا نعویدہ کے بدلے مجھے کیا دو گی جوشی:- میں انا تھ کیا دو گی؟ آپ نے ہربانی کر کے دیشے کا وعدہ کیا تھا اسی لیے آئی ہوں مگر

نوجوان:- تمہارے پاس جو ہو وہ کسی راج زانی کے پاس بھی نہ ہوگا تم یہ جو بن دو جانی سے بھرا ہوا گناہ بدن کا لطف مجھے اٹھانے دو میں چونکہ ہنومان جی کا پجاری ہوں ظاہر طور پر شادی نہیں کر سکتا۔ مگر تمہیں دے

رانی کی طرح شکم سے رکھو نگہ تھارا یا پھر مگر گیا ہے۔ ان لمبی بیمار مہر کو شفا خانے چلی گئی ہے۔ اس کی زندگی کی امید ہی کیا؟ اس کے بعد تھارے کھٹے ہونے کے پئے کہاں جگہ ہے۔ تمہیں ابھی طرح رکھو نگہ۔ تھارے شکم کے پئے ہنومان جی کا بھٹا رکھو لہو نگا۔

پاؤں سے کھلی ہوئی ناگن کی طرح جوشنی :- نے سر اٹھایا عقدہ اور خوف سے اس کے موٹے کانپ اٹھے اس نے سوچا اچھا کام نہیں ہوا۔ سنیاسی اور رشتہ کا دل بھی عام دنیا داروں کی نسبت پاپ سے بھرا ہوا ہے۔ یہ بات اس کے دل میں بھی نہ آئی تھی۔ جوشنی روتے لگی۔ چاند کی صاف شفاف روشنی میں سوئی کی طرح آسو دم کے دم میں گر پڑے۔

نوجوان نے کہا :- تم روتی کیوں ہو؟ تھاری خوش نصیبی کا چاند طلوع ہوا جوشنی :- میں ایسی خوش نصیبی نہیں چاہتی۔ آپ کے تعویذ کی بھی خواہش نہیں آپ ہست اور ہنومان جی کے پتھاری ہیں۔ آپ میرے پاپ کے برائے ہیں۔ میں جاتی ہوں مجھے معاف کرو۔ میں نہایت بیکسی کی حالت میں ہوں گے۔ نوجوان :- کہاں جائے گی اس قدر کوششوں سے تمہیں یہاں لایا ہوں۔ کیا چلے جانے کے پئے؟

جوشنی :- آپ دھرماتا ہیں۔ ہنومان جی کے پتھاری ہیں۔ دھرم کا خیال کیجئے۔ سخی عورت کی بے عزتی ہنومان جی پر داشت نہیں کر سکتے گے۔ جوشنی :- چلے گی۔ پاپی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا جوشنی چلا اٹھی۔ ان میں سے ایک نے اس کا ہتھ دبا لیا۔ اور محنت نے طاقت سے اسے دبا لیا ذرا دوا پر پانچوڑی ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوا یہ سب دیکھ سن رہے تھے ان کی زبان تو وہ اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا۔ مگر طر ز گفتگو سے وہ اس قدر حیرت و سمجھ گیا

کہ معاملہ نازک ہے۔ ان لوگوں کے دانوں پہنچ سے اس کی عصمت و عقبت بیکار کرنے کی ٹھان لی ہے۔ بیس و بے بس لڑکی کو مرض کا خوف دکھا کر اور اس کا دغیر ایک نفع دینے کا کر کے اسے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے وہ دل ہی دل میں ہمت کر رہا تھا۔ مگر جب یہ معاشوں نے اس کی پس پر ظلم کرنے کی کوشش کی تب تو اس سے نہ ہوا گیا۔ وہ ایک ہی جھپٹا گیا۔ میں ان کے پاس جا پہنچا اگرچہ وہ دونھے اور پانچوڑی اکیلا۔ تاہم اس سخی کی عصمت و عقبت پر دافع لگے ہوئے دیکھ کر اس کے جسم میں دیوتاؤں کی طاقت کا اثر آ گیا۔

موقع پر پہنچتے ہی سب سے پہلے پانچوڑی نے اس نوجوان کو جو جوشی کاٹنے دیا تھا اتنی زور سے دھککا دیا کہ وہ دوڑ جا کر گر ا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے کے منہ پر جو جوشی کا لٹخہ پکڑے ہوئے تھا۔ بڑے زور سے تھپڑ مارا۔ نوجوان اس تھپڑ کی چوٹ برداشت نہ کر سکا اور چکر کھاکر وہیں ڈمبیر ہو گیا۔

پانچوڑی نے جوشی کا لٹخہ عاجزانہ انداز سے پکڑ لیا اور اسے شہر کی طرف تیزی سے لے چلا۔

مگر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ چھپے سے کسی نے اس کے سر پر اس زور سے ایک بھر پور لٹخہ چلا یا کہ وہ بیہوش ہو کر اسی جگہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر جوشی بڑی اونچی آواز سے چٹانے لگی۔ بہن اسی وقت دو کائٹیل اس جگہ لگے اور جوشی کے منہ سے نام حالات سن کر انہوں نے نوجوانوں کو گرفتار کر لیا پانچوڑی بیہوش پڑا تھا۔ اس کی اشارہ کر کے ایک کائٹیل نے جوشی سے پوچھا کیا یہ بھی انہی بد معاشوں میں سے ہے؟

جوشی نے در دھیری آواز سے کہا :- انہوں نے تو میری حفاظت کی ہے
اگر یہ نہ ہوتے تو خبر نہیں یہ لوگ میری کیا گنت بنانے اور نہ معلوم کس اندھیر
نگر میں بیچتے ۔ میرا خیال ہے ۔ کہ یہ میری عصمت و عفت کے ورپے تھے ایک
کانشیل نے جا کر پانچوڑی کی ناک کے پاس ہاتھ رکھا ۔ اس کے بعد ہاتھ پکڑ
کر کھینچا ۔ پانچوڑی بیہوش تھا بہت دیر کے بعد ہوا کرتے سے اُسے ہوش آیا
کانشیلوں کی کھینچا کھانچی سے وہ اُٹھ بیٹھا ۔

اُس نے چارہ طرف اپنی نظر ڈالی پہلے تو اُس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا ۔ پھر
تھام باتیں یاد آئیں ۔ اُس نے کانشیلوں سے کہا :- اس عورت کو اس کے
گھٹ پھچا دینا ۔ میں جانتا ہوں اگرچہ وہ لوگ تجھ کے رہنے والے تھے ۔ تاہم
پانچوڑی کی بات سمجھ گئے انہوں نے بھی ٹوٹی پھوٹی ہندی آمیز بنگالی میں
پوچھا :- آپ کیا اس عورت کو جانتے ہیں ؟
پانچوڑی :- نہیں ۔

کانشیل :- آپ یہاں کیوں آیا ؟
پانچوڑی :- شہر میں گھومتے گھومتے اس عورت کو راستے میں اکیسے
اُٹے ہوئے دیکھ کر کچھ خوف معلوم ہوا ۔ اور اسی وجہ سے اس کے پیچھے
پیچھے چلا آیا ۔

کانشیل :- اس مقدمہ میں گواہی دینی ہوگی ؟
پانچوڑی :- جو سچ ہے اُسے کیوں نہ کہوں گا ؟
کانشیل :- نہیں تمھارے پاس جانا پڑیگا ۔ تمھارے پاس جا کر داروغہ کے سامنے
اپنا بیان کھانا ہوگا ؟
پانچوڑی :- اگر چلنا ضروری ہے تو چلو ۔

تب کانسٹیل۔ جوشی اور پانچگوڑی کو لے کر تھانے کی طرف روانہ ہوئے

تواں باب

اس وقت رات کے دس بج چکے تھے۔ تھانہ کے داروغہ صاحب اپنے گھر جا چکے تھے تھانے کے دیگر ملازمین میں سے کوئی کھانا پیکارہ نہ تھا اور بعض سو رہے تھے۔ کانسٹیل وغیرہ اپنا اپنا پہرہ دینے کے لیے چلے گئے تھے۔

جوشی اور پانچگوڑی دونوں تھانے کے پاس ایک ٹولسری کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک کانسٹیل داروغہ صاحب کو بلانے کے گیا اور ملازموں کو بیکر حوالات کی طرف روانہ ہوا۔

اس وقت اطراف و جوار میں ٹور کے سانچے میں ڈھیلے ہوئے چاندنی کی صاف شفاف چادر زیب تن کئے ہوئے نظر آ رہے تھے ہوا کی مہم روتا خوشبو کو اڑاتے ہوئے چاروں طرف ایک غیر بڑا تو بھلا سی تھی۔ جوشی اور پانچگوڑی دونوں ٹولسری درخت کے نیچے پاس ہی پاس بیٹھے ہوئے تھے ہر طرف خوشی کا شعلہ تھا۔ چاند کی تقری گزیریں ان کے گزریں چہرہ پر بڑا ایک نہایت ہی دلکش رنگ کا رقص دیکھا ہی تھیں۔

جوشی:- سنے ایک بار پانچگوڑی کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگی یہ انسان دنیا میں کتنے ہیں ہاں دوسروں کے لیے اپنی جان جو قربان ہیں افسوس وہ انسان ہی نہیں دیوتا ہے۔ جیسا کہ بیٹھی ہوئی ہوں۔ یہ دنیا نہیں بلکہ سورگ ہے۔

اور پانچگوڑی بھی جوشی کے چاند جیسے چہرہ کو نوشگفتہ کر ڈی کی طرح بار بار سجدہ کرتا تھا۔ اس کے دل میں جوشی کے حسن دلاویز نے ایک عقیدت آمیز محبت کا دریا بہا دیا۔ دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ جوشی کے حسن کے ذریعہ مانا ڈرگا اپنا جلال و جمال دکھا کر اس کی آنکھوں کو طراوت بخش نہی ہیں؟

پانچگوڑی کی آنکھیں پھاڑ کر آتشوں کی آگ بن گئیں۔ اس نے عقیدت آمیز لہجہ میں اسے ماں کہہ کر پکارنا چاہا۔ اسی وقت ایک کانٹیل نے اسے جوشی اور پانچگوڑی کو بلایا۔

منہ اور کمرے کے سجے ہوئے کمرے میں ایک شریف بنگالی بیٹھے ہوئے تھے وہ مقررہ ہی ہمارے تھے۔ داروغہ تھے۔ ساتھی کے میز پر ایک کتاب دانت نیویں جل رہا تھا۔ پانچگوڑی اور جوشی اس کی میز کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ داروغہ نے ایک بار ان کی طرف دیکھ کر واقعات پوچھنے شروع کئے جوشی اور پانچگوڑی نے علیحدہ علیحدہ کلام واقعات بیان کئے۔ داروغہ صاحب نے پانچگوڑی سے سوال کیا تو بنگالی ہو کر اس عورت کے ساتھ کیسے ملے گا؟

پانچگوڑی: یہ سب تو پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔

داروغہ: ان باتوں پر یقین نہیں آتا۔

پانچگوڑی: پھر کونسی باتیں قابل یقین ہیں؟

داروغہ صرف یقین ہی نہیں بلکہ ثبوت طلب کیا۔ کہ تم دونوں بھاگے جا رہے تھے۔ جہنت ہمارا حق ہے۔ انے دوست کے ساتھ اس راستے سے آتے ہوئے تم دونوں کو دیکھ لیا اور کانٹیلوں کو بلا کر پکڑ دیا۔

پانچلوڑی :- کس مقصد سے بھاگے جا رہے تھے ؟
 داروغہ :- اپنا منہ کالا کرنے کے لئے ؟
 پانچلوڑی :- ہمارے ابا آپ کیا کہتے ہیں ۔ ماں کے ساتھ بیٹے کی کیا کسی
 بڑی خواہش ہو سکتی ہے ۔ یہ تو میری ماں ہے ؟
 داروغہ صاحب چونک اٹھے ۔ اس نے بڑے غور کے ساتھ پانچلوڑی
 کے منہ کی طرف دیکھا ۔

داروغہ :- تم یہاں کیا کرتے ہو ؟
 پانچلوڑی :- کوئی کام نہیں کرتا ۔ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ آیا ہوں
 داروغہ :- تمہارے بھائی کیا یہاں کوئی کام کرتے ہیں ؟
 پانچلوڑی :- ہاں وہ سرکاری ڈاکٹر ہیں ؟
 داروغہ :- دانیس بالو ؟
 پانچلوڑی :- ہاں !

داروغہ بالو دانیس جی رکیب سچاانتے تھے ۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ
 کے ہنگے پر نہیں کئی بار دیکھ چکے تھے ۔ اور یہ بھی سننا تھا کہ دونوں میں
 بہت ربط ضبط اور محبت ہے

داروغہ صاحب کچھ دیر تک نہ معلوم کیا سوچنے رہے ۔ اس کے بعد
 بولے : تم دل کیل خیال نہ لاؤ ۔ مفدے کا قریح جوٹ دیکھنے کے لیے ہیں
 گھما پھرا کر باتیں کوئی چرتی ہیں خبر !

اب تم ایک بات بتاؤ ؟

پانچلوڑی :- کیا کہیے ؟

داروغہ :- اگر یہ مفدہ مرہ کو رٹ میں جاوے تو کیا اس عورت کے کاٹھے تقنا

پانچوٹری نہ نقصان کیسا
دارو غہ یہ ہی کہ اس کا شوہر اسے قبول ذکرے اور اس کے علاوہ اور کوئی بات
پیدا ہو جائے۔

پانچوٹری :- آپ عقلمند ہیں۔ جو مناسب ہو بیٹھے۔

دارو غہ صاحب۔ مہنت سے لے دے چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے
معاملہ کو رفع و دفع کر دینا ہی مناسب سمجھا اور پانچوٹری کو یہ سمجھا سمجھا کر
ترخصہ نہ کیا کہ اس دفعہ کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ یہاں تک کہ اپنے بھائی
دانش کو بھی نہ بتائے۔ پانچوٹری نے منظور کیا۔

سو وقت ایک کانٹیل کو ساتھ لیکر پانچوٹری نے جوشی کو اس کے گھر پہنچا
دیاجب پانچوٹری جوشی سے رخصت ہونے لگا۔ سو وقت جوشی کی آنکھوں
میں آنسو بھر آئے اور وہ ورد بھری قطروں سے پانچوٹری کی طرف دیکھنے
لگی۔

جس وقت پانچوٹری گھر پہنچا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔

کھانا پکاتے والے برہمن نے پوچھا :- انہی رات تک کہاں رہے ہو؟

پانچوٹری :- شہر میں گھوم رہا تھا۔

برہمن :- غیر شہر میں انہی دیر تک گھومنا اچھا نہیں؟

پانچوٹری :- دادا کچھ کہتے تھے کیا؟

برہمن :- سمجھ نہیں وہ تمام ہونے ہی چلے گئے اور رز ہی جاتے ہیں؟

برہمن دل ہی دل میں بولا :- دونوں بھائی ایک جیسے لگے آج تو آدھی رات

کو اسے کس صبح سے پہلے نہیں نوٹیں گے؟

دسواں باب

دانیلش :- کے ساتھ یو تھکا نے مشورہ کیا تھا۔ کہ وہ صبح آکر پانچ گھنٹہ کی گھونٹا سینگے۔ مگر صبح کی وقت گزرنے میں پوری طرح سے نطفہ نہیں آتا اس لئے یو تھکا صبح کی بجائے شام کو آئی۔ آسمان اُسدن صاف تھا۔ اور چاند اور چاند کی صاف صاف شفاف روشنی دنیا پر چادر کی طرح یکساں پڑی ہوئی تھی۔

یو تھکا :- جس وقت آئی۔ اس وقت مشورہ کے مطابق دانیلش کہیں باہر چلے گئے تھے۔ دانیلش ابھی طرح جانتے تھے۔ کہ یو تھکا تعلیم یافتہ ہے اور اس کے دل میں محبت کا دریا بہ رہا ہے صرف معمولی طور پر صاف دلی سے وہ پابلیک کوڑی کا گنا سنا چاہتی ہے۔

یو تھکا کے آنے ہی نوکر نے دانیلش کا کمرہ کھول دیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور نوکر سے پوچھنے لگی :- بابو جی کہاں ہیں ؟

نوکر :- .. باہر گئے ہیں

یو تھکا :- چھوٹے بابو کو بلا دو۔

نوکر نے جا کر چھوٹے بابو سے یہ بات کہی چھوٹے بابو سے مراد پانچ گھنٹہ کی گھونٹا سینگے نے اس وقت پرانا بام سے فراغت حاصل کر کے ایک برس گھر پر دانت جما یا ہی تھا۔ کہ نوکر نے جا کر یو تھکا کا حکم سنا یا۔ پانچ گھنٹہ کی گھونٹا سینگے کو نکل کر براہمن سے پوچھنے لگا :- یہ عورت کون ہے ؟

براہمن :- یہ ایک بنگالی میم صاحبہ ہے۔ ایک کرستانی سگول کی مالک ہے

پانچوٹری :- یہاں کیوں آتی ہیں ؟
 برہمن :- کیا جانوں اسے متناہوں کہ اگر بڑی بڑے لکھے مرد عورتیں پاس
 ہی بیٹھتی ہیں شرم دجیا کو وہ برا سمجھتی ہیں ؟
 پانچوٹری :- اس کا چال چلن تو اچھا ہے ۔
 برہمن :- نہ سنا تو پے ہبند پر چال دیکھتا ہوں ۔ اتنے بڑے لوگوں کی
 خبر کیوں نہ کھوں ؟

اگرچہ پانچوٹری کی خواہش ہو تھکا کہ پاس جانے کی نہ تھی ۔ مگر اس ملک
 تہہ تیہ سے واقفیت نہیں تھی ۔ اسوہ سے یہ سوچ کر شاید نہ جانے سے
 کسی قسم کی بد تنبیہی کا گمان ہو وہ جلد ہی سے ہو تھکا کے پاس گیا ۔ ہو تھکا دلہریہ
 شکر اٹھ کی جھلک دکھا کر دلہریہ لہجہ میں بولی :- میں بڑی دیر سے یہاں اگر
 آپ کا انتظار کر رہی ہوں ؟

اس بات کا کیا جواب دیا جائے ۔ ہرچند سوچنے پر بھی پانچوٹری کی سمجھ
 میں کچھ نہ آیا چند الفاظ اچھے جو بار بار اس کے منہ تک آتے تھے ۔ مگر کچھ کہنے
 سننے کا حوصلہ اسے نہیں ہونا تھا ذرا سا ہنسنے کے وہ ایک کڑی پر بیٹھ گیا
 ہو تھکا نے کہا :- آپ بہت اچھا لگاتے ہیں ۔ اسی وجہ سے آپ کا گانا
 سننے آئی ہوں اور مونیم لیکر ذرا ایک ۔ گانا تو سنائیے ۔

پانچوٹری نے اس مرتبہ ترانہ کھولی ۔ عاجزانہ انداز سے بولا :- میں گانا
 ہوں یہ آپ سے کس نے کہا ؟

ہو تھکا :- کیوں ہ آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر صاحب نے ؟
 پانچوٹری چونک اٹھا ۔ ہو تھکا ہنسنے لگی :- آپ کیا سنا رہے ہیں ہاں گانا
 میں رہنے کا کھیل ہے ۔ گانا نہایت پاک چیز ہے ۔ آسانی و دلنشینی کسی

کے سامنے کانے میں غم نہ کرنی چاہیے۔
پانچوڑی نے سوچا:۔ بغیر کانے ہوئے چھٹکا۔ مشکل ہے۔ اس نے
مار موہیم اٹھا کر گانا شروع کیا۔

مار موہیم کے ساتھ ساتھ پانچوڑی کا گلا بھی چلنا تھا۔ اس نے مار موہیم
کے سروں میں اپنی آواز بالکل ملا دی تھی۔ غموڑی دیر کے بیٹے سماں بند
گیا۔ اور دینک۔ وہ گاتار مارا اس کے بعد گانا ختم کر کے وہ فطرت پشلی
پوچھنے لگا۔ تو ٹھکانے کہا آپ کی آواز نہایت ہی سبلی ہے۔ باجا بھی خوب
سجانتے ہیں۔ مگر گانا آپ نے پھیکا گایا ہے کوئی مزید ارجیز سنائیے
مجھے آدمی ایسا گانا کبھی نہیں سنا۔

پانچوڑی پوٹھکا کی باتیں نہ سمجھ سکا۔ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ ٹھاکر جی
نکاحین اور پھیکا؟ یہ عورت پاگل ہے کیا؟ مگر کچھ ہمت نہ ہوئی ٹھکانے
ہوئے حرف پوٹھکا کی طرف دیکھتا ہی رہا۔

پانچوڑی لگا ہیں اپنے چہرہ پر دیکھ کر پوٹھکانے کہا:۔ معلوم ہوتا ہے
آپ گاتے تو ہیں۔ مگر گانے کے اصلی لطف سے ناواقف ہیں۔ آپ کا گانا
کر بند سامن جتنا کے کنارے کرسب کے درخت۔ معاف کیجئے گا بہتر
مانیں یاد آتی ہیں۔ اس کے علاوہ بے لطفی پوچھا کی بات ایشور کا بھوجن بھیج
برتن۔ ہائے ہائے اب ایک تعلیم یافتہ عورت کے سامنے اگر کوئی دوسرا شخص یہ
گاتا گاتا۔ وہ تو ہڈیاں غش میں آجاتی۔ مگر آپ سے محبت کرتی ہوں۔ دل سے
چاہتی ہوں۔ اسوجہ ایک خاموش بیٹی تھی۔ اس داسی پر کرپا کر کے اور
اس کے اصرار پر کوئی پریم رس میں ڈوبا ہوا داگ سنا ہے۔ جسکو داگ
شکر ذرا طبیعت پھر گراٹھے رنگ و پے میں ایک کھلی سی دوڑ جائے

نہایت کے خالی نشہ دل سے ذرا دیر کے بیٹے یہ دل مست و سرشار ہو چکے ہیں
جھپٹ جائیں۔ اور دل پر ایک عالم بھڑکی طاری ہو۔ بڑی امید ہیں کہ کسب
کے پاس آئی ہوں۔ ہر بات فرما کر ایک اچھا لگانا سنائیے۔ مگر اس سوختہ
دل کو ذرا تسکین و طراوت حاصل ہو۔

پانچکھڑی پوچھنا کی یہ باتیں نہ سمجھ سکا۔ اس نے پوچھا۔ پھر کونسا لگانا
لگاؤں؟

پوچھنا نے پانچکھڑی کی طرف ترجیحی چٹوٹوں سے دیکھ کر کہا: کوئی محبت کے
رس نہیں ڈو یا ہو لگانا سنائیے کیا آپ نہیں جانتے۔ کہ دنیا محبت کے
رشتہ سے جڑی ہوئی ہے۔ محبت (محبت) اے اکیسا پیارا اور پاک نام
ہے۔ اس کے بغیر دنیا کی ہر چیز روکھی پھسکی اور بے رس نظر آتی ہے۔
پانچکھڑی سوچنے لگا انگریزی پڑھنے سے انسان کیا پاگل ہو جاتا ہے
نہ معلوم محبت محبت کیا یک رہی رہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کی
بات نہایت کا ڈھنگ تو بالکل پاگلوں جیسا ہے۔ آج میں بڑی طرح پھنسا
مجھ پر ہو کر اس نے آٹھویں بند کر کے ایک محبت آبرو کا نثر شروع کیا
کمرے میں ایک نیز روشنی کا لمپ جل رہا تھا۔ اسی کی روشنی کے نیچے پانچکھڑی
لگا ناچ رہا تھا اس کے سرخ چہرہ پر انکو کی طرح سرخ موتی جھلک رہے تھے
کھین کی طرح اس کی شیریں آواز اور لہر کی طرح دلا ویرا ٹھیکیلیوں سے کھل کو
کہہ رہی تھی۔ خواہشات کے دام پھنسی ہوئی اور محبت سے بھری ہوئی پوچھنا
ساکن لگا ہوں سے پانچکھڑی کو دیکھ رہی تھی اس کا دل اندر ہی اندر بیٹا
ہو رہا تھا۔ بظاہر وہ گاہن رہی تھی۔ مگر اندر ہی اندر نفسانی خواہشات
کی لڑائیوں نے ایک ہی جھادی تھی و فورجہ بات سے وہ نثر نثر کا نینے

لگی۔ پانچوڑی نے گانا ختم کیا۔ یو تھکانے کا پتہ ہوا تو آواز میں کہا:- میں
سبھی ہوں آپ کا گانا نہ ہنسی نعمت ہے۔ مجھے ایسا احساس ہو رہا ہے۔ کہ آپ
نے گاتے گاتے خود بھرتی کے مجسم دیونا کی طرح میرا مایہ دل لے لیا ہے۔
پانچوڑی نے مسکرا کر کہا:- اب مطمئن ہو بیٹا یہی میرے بیٹے سب کچھ ہے
یو تھکا:- آپ سے میری ایک درخواست ہے۔ اگر قبول کریں تو رہے نصیب
پانچوڑی:- کیسے؟

یو تھکا:- آپ جب تک یہاں رہیں۔ مجھے ایک گانا سنا دیا کریں۔
پانچوڑی کیوں؟

یو تھکا:- آپ کے گاتے نے مجھے پاگل بنا دیا ہے
پانچوڑی جس کے سننے سے مزاح میں پاگل بن آجائے اس کا نہ شعنا ہی بھلا
یو تھکا:- آپ کا دل پتھر کی طرح سخت ہے۔
اتنے میں باہر بڑا گول مال مچا۔ نوکر کے شور و شر سے تمام مکان کا نپ اٹھا
پانچوڑی نے چونک کر کہا:- کیا بات ہے؟
یو تھکانے کہا:- نوکر چاکر آپس میں لڑتے مارتے ہوئے۔ آپ اُدھر توجہ
نہ دیجئے۔

پانچوڑی یو تھکا کی بات پر توجہ نہ دیکر جلدی سے باہر نہ چلا آیا ناٹا شا
و میٹھے کے بیٹے یو تھکا بھی پیچھے پیچھے آکر دروازہ پر کھڑی ہوئی۔ آئینہ میں اُن
دھو دھو کرنی ہوئی جل رہی تھی۔ اُنک کے چاروں طرف نوکر چاکر بیٹھے ہوئے
تھے۔ ایک ضعیف فقیر آئینہ میں گھس آیا تھا۔ نوکر چاکر اُسے نکالنے کا فکر
کر رہے تھے۔ مگر وہ کسی طرح نہیں جاتا تھا۔ درد بھری آواز سے کہہ رہا
تھا کہ بابو میں ہسپتال میں رہوں گا۔ دس دن میں صحت ہو جائے گی۔ اچھے ہوئے

پر سچر جلا جاؤنگا۔ اس دنیا میں میرا کوئی پرسان حال نہیں ہے
 پانچوڑی بھوک سے بیتاب اور مرض سے تنگ آئے ہوئے بوڑھے کے
 پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور عاجزانہ انداز سے بولا: تم یہاں کیوں آئے ہو؟
 یو تھکا:۔ نے پانچوڑی کو آواز دیکر کہا:۔ آپ یہاں آجائے۔ اُسے کونسا
 مرض ہے کچھ کہا نہیں جاتا چہرہ پر تمام آثار بیماری کے نظر آ رہے رہے
 ہیں۔ آپ جلدی سے مہٹ آئیے مجھے بہت خوف معلوم ہو رہا ہے؟
 پانچوڑی نے یو تھکا کی بات ایک کان سے سُکر دوسرے سے اڑا دی
 بوڑھے نے کہا بابا! میں نے دن بھر سے کچھ نہیں کھایا؟
 نوکر نے کوکا کتنی ہونی آواز میں کہا:۔ یہاں کیا پیر سے بیٹے کھانا پکا کر کھتا
 ہے جاو رہا بھی سپاہی کو بلانا ہوں؟
 بوڑھا:۔ بالوجی بھوک کے مارے مجھ میں اُٹھنے کی طاقت نہیں بیتاب
 ہو رہا ہوں مجھے کچھ کھانے کے بیٹے؟
 نوکر: ٹھہر جا اپنے کھانے کو دیتا ہوں۔ ذرا لانا تو میری لاشی؟
 رہو۔ اس قدر گرم ہونا ہے تو نوکر سے یہ کہہ کر پانچوڑی کو بلایا۔ برہمن
 سے پوچھا:۔
 اس بھوکے کو کیا کچھ کھانا دے سکتے ہو؟
 برہمن:۔ اس وقت کہاں پاؤنگا۔ آپ اُسے یہاں مست آنے دے (ایک
 نوکر سے)

منتظر:۔ اُسے یہاں سے نکال دے ہمارے بالو ایسے آدمی سے بہت چڑھتے ہیں
 یو تھکا:۔ چڑھنے کی بات ہی ہے۔ ایسے لوگوں کو پناہ دینے سے روح ہنس
 غیر آسودہ رہتی ہے۔ مگر ہمارے ٹھاکر دیوتا (بہت خوش ہوتے ہیں) یہ کہہ کر پانچوڑی

دوڑ کر اپنے کمر کی طرف گیا۔ گھر سے بچھڑا تھا۔ اس میں سے حرف سنا آئے
پیسے کے تھے وہی سات آئے لیکر وہ بوڑھے کے پاس آیا۔ اور بولا: ہائے
سانہ آؤ۔ ہم تمہیں کھاتے کو دلا دیں گے۔

بوڑھا:۔ بابو! بھوکہ کے مارے اٹھا بیٹھا نہیں جاتا۔ جسم کا پستا ہے۔ ہائے
پرٹ میں ایک دانہ بھی نہیں گیا۔

پانچوڑی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ گھر سے باہر
نکل کر ایک دوکان پرے گیا۔ وہاں سے پوری نرکاری۔ کچھ مٹھائی اور۔
ایک بولما پانی لے کر ایک چمچی چکر پر آیا بوڑھے کو دلوں بٹھا کر کھلایا پلایا
سات آئے میں دو آئے سج سے تھے۔ وہ دو آئے بڑھے کو دیکر پوچھا
اب تم کہاں جاؤ گے؟

بڑھے نے دعا لیم لیم میں احسان سنا نہ نگاہوں سے پانچوڑی کی طرف دیکھ کر
کہا بابو! مجھ کو ان تیرا کھانا کرے۔ اب میں درخت کے نیچے بیٹھ دوں گا مگر جاؤ
پانچوڑی گھروٹ آیا۔ اس وقت واپس آئے تھے اور پوچھنے کے سانحہ بات
چیت کر رہے تھے۔ پھر دیکھ کر پانچوڑی کھانا کھانے چلا گیا۔

گیارہواں باب

پرست:۔ کی میل کی طرح پوچھنے کی خواہشات وہی بدن بڑھتے گئیں۔
پانچوڑی کے دل کو چاہتی تھی۔ پانچوڑی ہی اس وقت اس کو دیونا تھا۔ مگر
شکار کی لودیکھ کر طرح طرح کی خائف ہو جاتی ہے۔ اور اس سے دوسرے
کی کوشش کرتا تھا۔ پانچوڑی فطرتاً دنیا کی نام نہانوں کی مقصد

ننگا ہوں سے دیکھنے کا عادی تھا۔ پورے دنوں کا صحن اُس کے دل میں کبھی کوئی
عجز خیال نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس کے دل میں ایک روحانی محبت کی لہریں
موجزن ہوئے لگتی تھیں۔

ایک صبح گزیر گیا۔ پوٹھکا پانچکھڑی کو اپنے محبت کے دامن میں بھنسانے
کی کوشش کر رہی تھی اُس نے اس معاملہ میں جھڑک کوشش نہ کر رہی تھی
کام لیا۔ وہ سب بے سود ثابت ہوئی اور پانچکھڑی بھی چھیننے لگا۔ پہلے پہلے
اُس نے پوٹھکا کے گھر بھی سمجھ لیے۔ اتنا جاننا بھی ترک کر دیا۔ بار بار بلانے
پر بھی وہ ٹال مٹول سے کام لیتا۔ مگر جس دن یہ سمجھ بیٹھا۔ کہ بغیر گیت نہ بنے گا
عسجدن مجبور ہو کر اُسے جانا ہی پڑتا ہے۔

ساون کی پُرنامشی تھی۔ شہر میں ہندوؤں کے خلیے ہو رہے تھے۔ آسمان بادلوں
سے صاف تھا ہر طرف چٹانوں کی روشنی اپنی بہار دکھا رہی تھی۔

پانچکھڑی اُس دن پوٹھکا کے متوازی سے اُس کے گھر گیا تھا۔ گھر کے سامنے وارے
بانے میں دونوں پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے جھرنے سے پانی کی صفا
شفاف دھار جھرجھرتی ہوئی گر رہی تھی نہ شگفتہ غنچوں کی شگفتگی نے ہر
چار طرف منیریز خوشبو پھیلا دی تھی چاند کبھی بادلوں میں چھپ جاتا تھا
اور کبھی باہر نکل آتا تھا۔ پانچکھڑی نے ہار موہیم سے کمرہ دیکھ کر روں میں بکھانا
شرع کیا۔

پوٹھکا کی مہمور اور دلغریب نگاہیں پانچکھڑی کے چہرہ پر تھیں۔ ہوا کے
سس سے اُس کی بیش گلوں پر چوٹی کے پھولوں کو لئے ہوئے کالی ناگن کی
طراز لہرا رہی تھیں مشرت بھرے دل سے کانتی ہوئی آواز میں پوٹھکا نے
پانچکھڑی سے کہا۔ گت رہنے دو کوئی اچھا سا گانا گاؤ۔

اب یو تھکا پانچوڑی کو نہ تم، تمہارا کہہ کر مخاطب کرنے لگی تھی اور پانچوڑی بھی ایسا کرنے کے لیے مجبور تھا۔
 یکایک ام کی شام پر کوئل کوک اُٹھی۔ پانچوڑی نے کانٹا شروع کیا۔
 یو تھکا اپنی اچھوڑنگا ہوں سے پانچوڑی کے چاند جیسے چہرے پر چکور کی طرح
 دینک مٹکی لگائے رہی۔ اس کا دل رہ رہ کر پانچوڑی کے سُرُج سُرُج
 ہونٹوں کو چوسنے کے لیے نبھ اُٹھا تھا۔ پانچوڑی نے کانٹا ختم کیا۔ یو تھکا نے ہنسنے
 اس کی گردن میں اپنی دونوں یائیں ڈال دیں۔

جس طرح خاکف شہر چمک کر یکایک کھڑا ہو جاتا ہے۔ پانچوڑی اُسی
 طرح اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور بولا کہ کیوں ماں بہ میرے ساتھ ایسا بننا ہو گیا؟
 میں تمہارا لڑکا ہوں۔

یو تھکا اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی حالت اور شکل و صورت بالکل پانچوڑی کی
 جیسی ہو رہی تھی۔ بولی پر تیم اب زیادہ نہ سناؤ۔ میں تمہاری اُموں۔ تم سمجھتے ہو گے
 کہ تمہارے بھائی کے ساتھ میری محبت ہے۔ اور میں اُنہیں پیار کرتی ہوں۔ تم
 یہ نہیں۔ یو تھکا اس دنیا میں کسی کو پیام نہیں کرتی تھیں دیکھنے سے بیشتر یو تھکا
 نہیں جانتی تھی کہ محبت کہاں ہے؟ میں سب کو محبت کے سبز باغ و چالی تھی
 مگر خود اس سے خالی تھی۔ تم نے مجھے بتا دیا کہ محبت صرف نام ہی نام نہیں
 بلکہ وہ کوئی گڑاں نہا جا رہے۔ جان آرہو! اس وقت میری بات رکھ لو۔ جو دل
 ملتوں کے طوفان سے بھی نہ ہلا آج وہ تمہاری نگاہ ناز کی ایک چوٹن سے
 ذرا دیر میں محبت کے نشہ سے سرشار ہو گیا۔ اس وقت میرے حواس بانٹے
 ہیں۔ اگر تم روپیہ نہیں کما سکتے۔ تو کوئی فکر نہیں میرے پاس چنکر رہا تھا ہے وہ
 تمہارے قدموں پر نثار کر دو گئی۔ میں تمہاری خادمہ ہو کر رہو گئی۔ تم بھی میرے ہو

جاو آپ زیادہ تر سادہ میرے پاس استقر دولت ہے۔ کہ ہم دونوں باخبریت زندگی بسر کئے ہیں؟

انہ میری اور امانس کی کالی رات میں چڑیل دیکھ کر صطرح سافر ایجا جان پیکر بھاگ جاتا ہے اور رات چھوڑ دینا اسی طرح خائف ہو کر پانچلوڑی بھی وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس نے پیچھے پیر کر بھی نہ دیکھا۔

بار مہوال باب

اس واقعہ کے دو ستر دن گھٹانا وغیرہ سے فارغ ہو کر وائیش چند رنے پانچلوڑی کو ملا کر عینک کاجہ میں پوچھا۔ تم یہاں کیا سوچ کر آئے ہو؟
پانچلوڑی نے عاجزانہ انداز سے کہا۔ گھر میں تسک نہیں۔ شانتی نہیں اسی وجہ سے چلا آیا۔ آپ، خرنج وغیرہ بھی نہیں سمجھتے۔ اس لیے اور بھی آما پڑا؟
وائیش:- اب یہاں تھا رہت نہیں ہوگا۔
پانچلوڑی:- تو پھر کہا جاؤنگا۔
وائیش:- گھر۔

پانچلوڑی یہ کہا تو کہ گھر میں تسک۔ شانتی نہیں۔ یہاں تک کہ منجھلی پو! چھینٹیں تک کو میرے پاس نہیں آنے دیتیں؟
وائیش:- تمہارے جیسے مفر مند اسی سٹوٹ کے مستحق ہیں۔
پانچلوڑی چونک اٹھا۔ اس کے ہمیشہ خوش رہنے والے چہرے پر اب ایسی چھان گئی۔ وہ انہیں سمجھ سکا۔ کہ اس نے کیا قصور کیا ہے۔ کیونکہ بڑے سبکی بغیر قصور کے کبھی کبھی نہیں کہتے۔ وہ اسی بیض میں پڑ گیا۔ کچھ پوچھنا

ہیلا۔ مگر ہمت نہ ہوئی۔ چپ چاپ بھائی کے منہ کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ کوئی جواب نہ پا کر دائیں میں نے کہا۔ ایک پیسہ کی گمانی کے مقابل نہیں بیٹھا بیٹھا برائی گمانی کھائے گا۔ اور اسپر بد نامی !

پانچوٹری سے بغیر لوے نہ رہا گیا اس نے نجات آئینہ انداز سے چوچھا۔ میں نے کیا قصور کیا۔ ہمت جھٹاکر دائیں میں نے کہا۔ کیا کیا ہے کیا کچھ کسر اب باقی ہے ہر کسی نے بالکل جمع کہا ہے۔ کہ جاہل میں غفلت عیب ہوتے ہیں۔ تھکانے کے دار و نہ صاحب۔ سے تمہارے سب کچھ سسٹن چکا ہوا پانچوٹری اب بیک کھڑا تھا۔ اب بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ دار و نہ نے اس رات کا واقعہ داد کو بری بھلی طرح سن لیا ہے۔ وہ کچھ کہنے والا تھا۔ مگر دائیں نے موقع نہ دیا۔ بڑے بچہ میں اس قدر حوصلہ ہمت ہمارا راج کو اتنا دوش لپکوں سے اس قدر جھڑا۔ اگر نہیں معلوم نہ ہوتا کہ نو میرا بھائی ہے۔ تو متفقوں سزا دیتے۔ جو ہو۔ اب میں تمہیں یہاں رکھنا نہیں چاہتا۔ تم آج رات کو یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ بدلو۔ اپنے کرائے کے چار روپے لگا کر دیکھ رات کو گود کی جاتی ہے۔ اسی پر چلا جا !

پانچوٹری نے ایک لمب سانس لیا۔ اسکی فطرتی عادت تھی۔ کہ وہ کسی مسئلہ پر بحث مباحثہ کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لیے اس نے بڑے بھائی کی بات پر بھی کوئی بحث نہیں کی اور گھر جانا منظور کر لیا۔ حرفت آہر یہ دھنگا ہوا سے بڑے بھائی کی طرف دیکھ کر بولا۔ چھوٹی بھو نے اسے کے لیے بہت بہت خوشامی کی تھی۔

دائیں :- نے عجیب و غریب ہنسی ہنسر کہا۔ او ہوا کا یہ شاعر بھی جاہل تھا ان گنتی۔ بھائی کہ گیا۔ بھائی کہ گئی۔ پیغام کس کا دیا۔ چھوٹی بھو کا ایسی ہی !

پانچوٹری بہ بہت شرمندہ اور بد دل ہوا۔ ناہم بولا گھر کے پیچھے کچھ خرینچہ کھا دینا ہوگا۔ پیچھے بیٹھے۔ (گھڑی دیکھ کر) سن! بجکرات منٹ ہوئے ہیں۔ دیر ہونے سے گاڑی نہ ملے گی۔ اس گاڑی سے انہیں ضرور جانا چاہیے۔

پانچوٹری نے اسی وقت اپنے کپڑے پہنے۔ چھانٹا لے کر گھر سے باہر نکلا اس دن پریشن پیش کی اکا، مٹی تھی۔ چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دُور دُور پر مٹی کے تیل کی لالٹین جل رہی تھیں وہ اپنی روشنی سے تاریکی دور کرنے کی بیانیہ کوشش کر رہی تھیں۔ سڑک پر سافٹ سٹانا تھا۔ سبھی کبھی دوا یک بسل گاڑیاں گھر گھر کرتے ہوئے اسٹیشن کی طرف جاتی ہوئی نظر آ جاتی تھیں۔ اور جگہ جگہ پر دو ایک دھبی شگے زمین پر پڑے ہوئے سو رہے تھے۔ پانچوٹری ہاتھ میں بیگ لیے اس تاریکی سے معمور راستہ سے کچھ گھٹنا ہوا جا رہا تھا۔

ابھی گیارہ بجے میں کسی منٹ باقی تھے۔ کہ پانچوٹری اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ گاڑی آنے ہی والی تھی۔ بہت سے مسافر ٹکٹ یکریٹ فارم پر کھڑے ہوئے تھے ٹریفک گھر کے پاس دو چار شخص کھڑے ہوئے تھے۔ پاس ہی ایک بڑھا چلا چلا کر رو رہا تھا۔

پانچوٹری اسٹیشن پر پہنچ کر۔ اور پریشن کا ڈی آئیوالی ہے۔ جلدی سے کھٹکے کا ایک ٹکٹ خرید لیا۔ اس کے بعد یکا یک اس کی نظر رونے چلاتے بڑھے پر پڑی۔ وہ اس کے پاس جلدی جلدی گیا۔ بابا ناہم کیوں روئے ہوا بڑھے نے کہا۔ میرا سنیاس اس ہو گیا!!

پانچوٹری کہا ہوا۔ صاف صاف کہو۔ گاڑی آنے میں اب دیر نہیں ہے!! بڑھا:- میں بیگلی ہوں

پانچوٹری:- جی تو تمہاری باتوں سے ہی میں سمجھ گیا تھا!!

طرحا :- میرا لڑکا اس دیس میں نوکری کرتا تھا۔ اُسے پلنگ ہو گیا تھا۔ بابو اُس سے
شفاف خانہ میں چھوڑ کر اپنے دیس چلے گئے۔

پانچلوڑی :- اچھا پھر۔

نڈھال :- میں یہ خبر یا کر یہاں آیا تھا۔ لڑکا آج مجھے دھوکا دیکر اس دنیا
فانی کو چھوڑ کر رائیے عالم بٹھا ہوا! اُسے اچھے جیسا یہ نصیب دینا میں اب
کون ہو گا؟ اس ضعیفی کی عمر میں ایسا لڑکا کاتھ سے نکھو بیٹھا۔ ظالم بچہ موت
نے ہندے کے لیے مجھے اُس کی محبت سے محروم کر دیا۔

پانچلوڑی :- دنیا کی دلچسپیوں میں تلخیوں کا ذائقہ کس نے نہیں چکھا۔ سب کو
اپنے اپنے کرموں کا ثمرہ ملتا ہے۔ یہاں بیٹھ کر رونے سے کیا ہو گا؟ کٹاوی
آیا ہی چاہتی ہے جلدی جلدی چلو تم کہاں جاؤ گے؟

بوڑھا :- ہاں شے! میں سکتے جاؤنگا۔ مگر جانے کی سبیل نہیں
مصیبت پر مصیبت بر آئی۔ لڑکے کے دھکے سے بہت دھکی تھا۔ ٹکٹ ٹکٹ
کی کھڑکی پر بہت بھیڑ دیکھ کر ایک بابو کو ٹکٹ لانے کے لیے دام دے
تھے مگر بابو نہ معلوم کہاں چلے گئے تھے؟ اسٹیشن کے بابو سے کہا وہ لوٹے
کوئی چور تھا۔ بھاگ گیا۔ ہمارے! میں نے آج دن بھر سے کچھ نہیں کھایا
ایک تڑپے کی موت کا رنج۔ دوسرے پاس پیسہ نہیں! بھگوان! میرا کیا
ہو گا؟ اور کیسے گھر جاؤنگا؟

میں اُسی وقت کٹاوی پلیٹ فارم پر آ پہنچی۔ یہ دیکھ کر بڑھاپاڑی زور
زور سے رونے چڑنے لگا۔

پانچلوڑی کی حالت زار پر اُس سے رحم آ گیا۔ وہ خود بھی بہت دکھی ہوا
اپنا ٹکٹ دیکر بولا یہ لوٹکٹ! اور کٹاوی پر جلدی سے چڑھ جاؤ۔

ٹوٹے نے کہا: بابا کیا تم ہی میرا ٹکٹ لینے کے بیٹے لئے تھے۔ تمہارے ہی اٹکے میں کیا میں نے روپیہ دیا تھا اٹ! انہیں کہتے ہی لوگ چورہ اور راکٹ ٹکٹ بھریں سے تو کہتے ہیں۔ کہ شریف شریف ہی ہے وہ محوڑی سی رقم کے لئے دھوکا نہیں دینا۔ میں بڑھّا غریب شخص ہوں ٹکٹ نہ ملتا۔ تو تم بڑی خرابی میں پڑتا۔ پانچوڑی نے کہا۔ زیادہ بات چیت کا موقعہ نہیں۔ تم جلدی سے جاؤ گاؤ کی چھوٹے کو ہے۔

وہ بڑھا۔ یہ کدو چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی نے اسٹیشن چھوڑ دیا۔ پانچوڑی کو جانا نہیں ہوا کیونکہ دانیس نے اسے صرف کلکتہ تک کو کراہی دیا تھا۔ اس نے اس روپے سے جو ٹکٹ لیا تھا۔ وہ بڑھنے کو دیدیا اس کے پاس اب صرف تھوڑے سے ہی پیسے رہ گئے تھے۔ مگر اسے کوئی پرواہ نہ تھی۔ وہ اٹکے میں بیگ سے کراٹیشن سے باہر کیطرف چلا گیا۔ اسٹیشن سے تھوڑی دور پر صوفائی کی دوکان تھی۔ اس کی دوکان پر مسافر کھانے پینے اور آرام کرنے کے لیے۔ پانچوڑی اس دوکان پر گیا۔ اور کچھ کھائی کر ایک تخت پر لیٹ گیا۔ لیٹے ہی نیند آگئی۔

رات میں ایک کدو کلکتہ جاتی تھی۔ گاڑی آنے سے پیشتر ایک گھوڑا گاڑی پر تین چار بنگالی نوجوان آئے۔ وہ لوگ بھی اسی تخت پر آکر بیٹھ گئے تخت پر بیٹھ کر ہنسی دل لگی کرنے لگے ان کی بات چیت اور زور سے ہنسنے سے پانچوڑی کی نیند اچھٹ گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایک نوجوان نے اس سے پوچھا۔ آپ بنگالی معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں کیسے آئے؟ پانچوڑی۔ میرے بڑے بھائی یہاں ہیں ان سے ملنے آیا تھا۔ نوجوان۔ کہاں جا رہے گا؟

پانچکوٹری :- کلکتہ جانے کا ارادہ تھا۔ آپ لوگ کہاں جائیگے ؟
نوجوان :- کلکتہ

پانچکوٹری :- آپ لوگ کہاں گئے تھے ؟
نوجوان :- سب ملکر گھومنے پھرنے آئے تھے۔

اس کے بعد ان لوگوں نے بھی کچھ تاشتبہ کیا۔ ایک تے ریلوے گاڑا اور گھڑی
دیکھ کر کہا۔ گاڑی آسنے میں ابھی آدھ گھنٹہ کی دیر ہے۔ جب تک ایک گانا بول جائیگا
جڑوا تم، رومونیم نکالو۔ ان میں سے جڑوا ناخن نامی ایک اچھا گانہ بولا تھا۔ جڑوا
کچھ نمکا پڑا تھا۔ اس نے دوسرے سے گانے کی فرمائش کی۔ دوسرے نے
تیسرے سے اسی طرح ایک دوسرے سے گانے کی درخواست کرنا نکل
باتا غریب کسی نے نہ کیا۔ تو پانچ کوٹری بولی اٹھا۔ مضافی گھڑی لگا۔ اگر آپ میں
سے کسی گانا ادا کرنا ہے۔ تو ہر بانی کر کے رومونیم بولیں۔

پانچ کوٹری نے رضامندی ظاہر کی اور رومونیم بجا کر گانے لگا۔ اس
کی دلہ وزنا میں سنکر نوجوانوں کا مجمع حیرت میں آ گیا۔

اسی اثنا میں گھنٹی بجی۔ لوگ ٹکٹ لینے کے بیٹے دوڑے۔ ایک نوجوان نے
کہا۔ ایک شخص جاکر ٹکٹ لے آئے گا تا بند نہیں ہوگا۔ گاڑی میں گانے چلیے
پانچکوٹری سے کہیں ہم لوگوں کے ساتھ چلتے ہیں آپ کا کوئی ہرج لو نہیں
پانچکوٹری نے ہنس کر جواب دیا ہرج لو کوئی نہیں۔ مجھے بھی کلکتہ ہی جانا ہے
مگر اس وقت میرا جانا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میرے پاس کر لے کے بیٹے روپے
نہیں ہیں۔

کچھ پرواہ نہیں۔ اس کی آپ فکر نہ کیجئے۔ یہ کہہ کر وہ نوجوان ٹکٹ لینے کے
بیٹے چلا گیا۔ اور دس منٹ کے اندر پانچ کوٹری ٹکٹ لیکر لوٹ آیا۔ چارپائے

اور ایک پانچوڑی کے بیٹے کا ڈی وقت پر آئی۔ اور چاروں نوجوان معہ پانچوڑی کے گاڑی بیٹھ گئے۔

بیرھوں باب

جس دن پانچوڑی یوٹھکا کے پاس بجائ آیا تھا۔ اسی دن سے یوٹھکا کا دل ٹائوس محبت کی آگ میں جلنے لگا۔ یوٹھکا۔ عیش پسند اور خواہشات نفسانی کے پس میں آئی ہوئی یوٹھکا نے آج تک محبت کی آگ کا مزہ نہیں پایا تھا جہاں اس کا دل گیا۔ وہاں ہی کامیابی ہوئی۔ جب اور جسے اس نے چاہا وہم بھر اسے اپنا لشکر کر لیا۔ وہ کبھی ناکام نہیں ہوئی مگر آج یوٹھکا۔ تعلیم یافتہ یوٹھکا۔ مغرور یوٹھکا۔ ایک مغرور ایک معمولی اور جاہل نوجوان کا شکار بن گئی۔ اسے خود اپنی حالت پر تعجب ہونا تھا۔ پانچوڑی کو بھولنے کی وہ ہر چند کوشش کرتی تھی۔ مگر وہ پاکیزہ صورت کبھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوتی تھی۔ اندرونی ہولکے ایک جھونکے سے اس کا عرصہ کا جمع شدہ شکمہ اور خوبصورتی کا نشہ پا گلوں کی طرح کاغذ ہو کر ہو گیا۔ پانچوڑی کے بغیر دنیا اسے تاریک اور سناں معلوم ہوتی تھی وہ اٹھنے بیٹھنے۔ کھانے پیتے پانچوڑی کے نصیب رہی میں جو رہتی تھی۔ شکا۔ نکھانے سے جس طرح شیر فی غصہ سے جل اٹھتی ہے۔ اسی طرح دائیش کی زبانی پانچوڑی کی دوانگی کا شکر یوٹھکا جل اٹھی۔

عورت ہو یا مرد تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ۔ جو کبھی دل کو اچھی طرح کیسو نہیں کرتا اس کے دل میں خواہشات کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ اس میں کسی طرح کمی واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ دن بدن بڑھتی ہی گئی۔ اور خوفناک سے

خو فٹاک نہ ترقی ہوئی تھی۔ صرف بیرونی تعلیم حاصل کرنے والے ہی شخص ترقی نہیں کھوتے۔ آدرش اور مانیپ کے حسن انتظام سے تعلیم نہ حاصل کرتے کیوجہ سے انسان حیوانوں سے زیادہ ترقی نہیں کر سکتا۔ یو ٹھکا ایسی نہ تھی اور اسی وجہ سے اُسے اپنی خواہشات پر قابو نہ تھا۔ وہ پانچو ٹری کی جدائی نہ برداشت کر سکی ایک دن دوپہر کو دانیس کے ساتھ یو ٹھکا ایک خاص مشورہ کرتے لگی۔ دانیس نے اُس کے ”لی حالت کا اندازہ نہیں کیا۔ پروانہ شمع پر منتظر ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ دونوں آپس میں پیار و محبت کی باتیں کرنے لگے۔

یو ٹھکا:- ایک آرام کر سی پڑی ہوئی تھی۔ یکا یک اُس نے ایک لینا اور گہرا سانس بیکر لیا۔ آہ! اب جلیں نہیں جاتی ناقابل برداشت ہے۔ پیار سے ڈاکٹر صاحب! اس طرح کب تک چلے گا؟

ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا۔ کیوں یو ٹھکا؟ تمہیں اب پھر کیا ہو گیا؟
یو ٹھکا:- پر نیم! تمہارا علیحدہ رہنا میرے لیے ناقابل برداشت محبت ہے تمہاری ایک لحظہ کی جدائی ابھی میرے لیے شاق گذرتی ہے
دانیس:- پر ان پیاری یو ٹھکا تو کیا ہیں تمہارے گھر آ جاؤں۔ یا تم ہی پہلا آ جاؤ گی۔

یو ٹھکا:- تمہارے اُس بھائی کا نام کیا ہے۔ میں خوب یاد آیا۔ پانچو ٹری! تم نے پانچو ٹری کو گھر کیوں بھیجا؟

دانیس:- وہ جاہل ہے۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا گھر جا کر کچھ کام کاج کرے گا یہاں اُس کا رہنا بالکل فضول تھا۔ کیونکہ وہ نوکری چاکر بھی نہیں کر سکتا!

یو ٹھکا:- کام کے قابل نہ تھی۔ مگر بہت سادہ مزاج اور عقلمند ہے۔ تم

اے اب گاؤں میں دپڑا رہنے دو اپنے پاس بلا کر کام کاج سکھاؤ۔ گاؤں میں رہنے سے وہ دن بدن بڑھتا جائیگا میں اسے بہت پیار کرتی ہوں۔ خواہ تمہاری وجہ سے۔ یا اسکی سادہ مزاجی سے! اہاں! تو میں کیا کہہ رہی تھی بہ خوب یاد آیا پیار سے ڈاکٹر صاحب! تم نے میرا سب کچھ لے لیا۔ پہلے دل تمہاری محبت کا خاکہ ہو گیا۔ اب کوئی ایسی تدبیر کرو۔ کہ میری نگاہوں سے کبھی دھڑک نہ ہو! اچھا میری ایک بات مانو گے!

دانیال: بھلا میں تمہاری بات بھی ٹال سکتا ہوں۔ یہ زندگی تمہارے لیے اور یہہ دل تمہارے آؤ پر نشا ہے!

یو تھکا: مجھے اچھی طرح تم پر بھروسہ ہے۔ یہی سمجھ کر تم پر مڑتی۔ اچھا تو اگر ہم لوگ یہاں پر ایک ہی گھر میں رہیں گے۔ تو بڑی بدنامی ہوگی۔ ابھی لوگ کاہلہ۔ چٹوسی کیا کرتے ہیں۔ میری تو یہ خواہش ہے۔ کہ دونوں کے دونوں نوکری چھوڑ کر کلنتہ چلیں۔

دانیال: اچھا پھر ہاں

یو تھکا: پھر کیا بہ دل کی مراد برائے گی جو مقصودات آئیگا ہم تم دونوں ایک ہی جگہ رہیں گے۔ اگر تم یہ خیال کرو کہ خراج کیونکر چلے گا۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہرے پاس پانچ ہزار روپے ہیں۔ ایک شفا خانہ کھول دینا۔ بس اسی سے ہمارا تمہارا خرچ چلتا رہیگا۔

دانیال نے سوچا۔ یو تھکا! تمہاری اس قدر محبت! میرے لیے تمہاری اس قدر قربانی!! بولے ایسی محبت! کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ جو تمہاری خواہش ہو کرو یو تھکا۔ خواب نہیں۔ دانیال: میں فرح کہتی ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

دانشیت یہ تم جو مناسب سمجھو وہی کرو۔ میں تو صرف تمہارا بندہ بیدام ہوں جو حکم دوگی ہزار جان سے بچا لاؤنگی۔

بوجھکا۔ میں بھی اسی مہینہ نوکری چھوڑنے کے لیے لوٹس دیدونگی۔ اونٹن بھی ایسا ہی کرو۔ اگلے مہینہ ہی چلیجے۔ دانشیت نے مسرت بھرے دل سے بوجھکا کی بات قبول کی اس کے بعد چھوڑی دیر تک کھٹکتے کھٹکتے جانے کے متعلق مختلف سنجیدہ پیش کی گئیں۔ انسا کھٹکتے میں بوجھکا نے دانشیت سے یہ بھی کہ دیا کہ شفاخانہ میں کام کرنے کے لیے پانچلوٹری کو ضرور بھانا سونگا۔ دانشیت نے یہ سمجھا کہ اُن کے بھائی ہونے کی وجہ سے بوجھکا پانچلوٹری کو پیار کرتی ہے۔

دانشیت اُن کو کچھ چلے گئے۔ اُن کے پیلے جاسنے پر بوجھکا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اندر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ پہلے پہلے اُس نے ایک سر دوا بھری۔ جن نے لہندہ سے اندر اُس کے دل میں جاگداز بھیل چا دی۔۔۔ آپ ہی آپ بولی جان سے پیار سے پانچلوٹری انہیں اپنا بنانے کے لیے کیا کیا نہیں کیا اور ابھی کچھ نہیں کہا جاتا کہ کیا کیا کرنا پڑیگا۔ دیکھو کیسی عمدہ نئی مندر نکالی وقتوں سے جمع کروں دولت کی محبت ترک کر دی تم نے میرے مطمئن دل میں محبت کی وہ زبردست آگ بھڑکا دی ہے۔ جو تمہارے بغیر ہرگز ٹھنڈی نہ ہوگی۔ اب تمہیں اپنے ہی پاس رکھو گی اور جس طرح ہو سکیگا تمہیں اپنا بنا کر چھوڑ دوں گی۔ یہاں یہ کام انہیں ہو سکتا تھا اسی وجہ سے کھٹکتے جا کر یہ کام کرونگی۔ سنگدل۔ بیدار کیا تو اب میرا نام ہوگا اور اسی طرح مجھ سے بھاگا بھاگا پھرے گا۔

کچھ عرصہ تک وہ اسی طرح بڑبڑاتی رہی۔ بد نصیب غلطے درجہ کی تعلیم حاصل کر لی تھی کیا یہ اسی تعلیم کا پھل تھا۔ تعلیم حاصل کر کے بھی اگر استفادہ کر لے تو نہ ملتی یا اوائل عمر میں ہی نہ ہی تربیت سے اُس کا دل اور دماغ روشن ہونا

تو آج اسکی یہ دردناک کیفیت نہ ہوتی وہ صرف ایک ہی شخص کے خیال کو سمجھنے
 کرتی اور سب کچھ اسی پر خدا کرتی رہتی اس طرح ماری ماری نہ پھرتی اور
 خیال فاسد کے چھیلے میں نہ پڑتی نہ شراب کے پانی کی پینائش میں دلی صدمے
 اٹھاتی۔ ایسی تاپاں زندگی تو دوزخ سے بھی بدتر ہے
 یہ کہہ کر پوٹھکا چپ ہو گئی۔ اس نے اس خیال سے کہ کوئی دیکھتا نہ پہچانتا
 طرف نگاہ کی مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ حرف گھڑی ٹک ٹک آواز نہ دے رہی تھی
 تیسرا حصہ ختم ہوا

شیشہ

تیسرا حصہ ختم ہوا

شیشہ

جو تھاحصہ

پہلا باب

ساون کے عہد میں ایک دن کے پھلے پہر پانچوڑی گاڑی سے اتر کر گھر کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں سات آنے کی ایک چھوٹی سی ڈھولکی تھی۔ ہمیشہ اسے بجائے گا اور بائیں ہات میں ایک پرلی۔ اس میں کئی ایک نئے کپڑے تھے۔ ایک قبض جوتا، اور ایک بانسری تھی۔

پانچوڑی مظفر پور اسٹیشن سے جن لوگوں کے ساتھ کلکتہ گیا تھا وہ سب کے سب بہت دولت مند تھے۔ آپس میں بات چیت ہونے اور کھانا وغیرہ کھانے کی وجہ سے پانچوڑی اور ان کے درمیان بحث ہو گئی تھی۔ ان لوگوں نے پانچوڑی کو اپنے پاس رکھ کر چند دنوں بعد میس روپیہ دیکر رخصت کیا۔

گاڑی سے اتر کر محلہ کے جن لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ان سب سے پانچوڑی نے پہلے ہمیشہ کا حال پوچھا۔ یہ سب فکر کہ وہ اچھا ہے۔ پانچوڑی بہت خوش ہوا وہ کہیں کہیں ٹھہرا۔ گھر کی بھری دیر نہیں کی۔ دوڑتا ہوا گھر پہنچا۔ کچھ دن سے اس نے ہمیشہ کو نہیں دیکھا تھا۔ جاتے وقت ہی باوجود فتوہ کششوں کے ہمیشہ کو اپنی گود میں بٹھا کر پیار نہیں کر سکا۔ تمام راستہ وہ دل ہی دل کر اٹھتا رہا۔ سرت بھرے دل میں بھی ٹھوڑی دیر کے لیے تاریکی کا پردہ پڑ جاتا تھا۔

وہ سوچتا بد کاش انجھلی بچہ نے پھر شیش کو میری گود میں نہ آنے دیا تو میرے گھر جانے سے کیا فائدہ؟ اس زندگی کا سہارا صرف شیش ہی ہے۔ اس دنیا میں میرے لئے وہی سب کچھ ہے۔ وہ انہی خیالات میں غلطیاں ہیجان نہما؟ میری شیش کی ایک دلی میں روشنی ہو گئی۔ مگر کیا یہ بھی ہو سکتا ہے؟ شیش پہلے دن پر بھی کیا شیش کو میرے پاس نہ آنے دینگے۔ انسان کو نقص آتا ہے۔ مگر کیا وہ اتنے دلوں تک رہ سکتا ہے وہ میرا انجھلی ہے میرے خاندان کا روشن چرخ میرے دیکھی دولت۔ میں اُسے گود میں کیوں نہ لے سکو نکلا؟

پانچکڑی جلدی جلدی گھر چلا گیا۔ اور آگن میں پہنچکر نہایت ہی محنت آہستہ آہستہ شیش کو پکارا۔ شیش! آواز سسکناستار شیش نے جواب دیا۔ پانچکڑی نے پھر پکارا۔ آواز سسکناستار باہر آکر بولی۔ کون؟ جھوٹے بابو! اُسے شیش سوراخ ہے۔ چلو۔ اندر چلو۔ میں نہیں یا رہا یا کرئی نہیں؟ پانچکڑی نے پوچھا۔ شیش نے پوچھا۔ کون؟ شیش نے انگلی کے اشارہ سے منع کیا۔ اور کہا۔۔۔ مالکن کے گھر میں چلو سب باتیں معلوم ہو گئی؟

پانچکڑی چپ چاپ ماں کے پاس گیا۔ اسوقت بڑی ہوجھوٹی ہوا اور مالکن وہاں موجود تھیں۔ ماں نے سب سے پہلے دائیش کی خیر عافیت پوچھی پانچکڑی نے سب باتیں صاف صاف کہیں۔ ماں نے یہ سسکناستار سانس یا ہوجھوٹی ہوجھا موشی سے بیٹھی رہیں۔

پانچکڑی نے اُس کے بعد اپنا حال کہا۔ اس کے بعد پوٹلی کھول کر پانچکڑی نے دکھائیں ایک ماں کی نذر کی اور چار اُسی کے سامنے رکھ دیں۔ ماں نے اسٹیل سے اپنے آنسو پونچھے ہوئے کہا۔ اسوقت تو نے رخصت ہوئی آگ کو اپنے محبت

کے پانی سے چھتے دے کر نکھایا ہے بیٹے میرے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا۔ کچھ گھر کے بیٹے خرچ بھی لایا ہے

پانچکوڑی نے روکھی منسی ہنس کر کہا: میں کیا روپے کمانے والا آدمی ہوں بابو لوگوں نے ہربانی کر کے بیس روپے دیئے تھے۔ کپڑے وغیرہ خرید کر اور ریل کا کرایہ دیکر سات روپے نو آنے بچے ہیں۔ یہ لوگ

یہ کہہ کر اس نے اپنی جیب سے روپے نکال کر بڑی بھوکے آگے رکھ دیئے اس کے بعد ماں سے پوچھا: ماں بھلی بھوٹیش کو میرے پاس نو آنے دینگے اگر نہ آنے دینگے تو میں ان کی ایک بات بھی نہ سنوں گا۔ بہت دنوں سے اسے گود میں نہیں لیا

ماں نے کہا: کیا جانوں بیٹا! میرے بڑے بھائی آئے ہیں

پانچکوڑی:۔ ہمارے ساتھ کیا باتیں ہوئیں

ماں نے کہا:۔ علیحدہ ہونے کی بات چیت ہو رہی ہے

پانچکوڑی:۔ سچ بہ دادا کے آئے پر بھی جھگڑا نہیں ہوا

ماں:۔ مثالی کہاں اور بڑھادیا۔

پانچکوڑی:۔ تم نے کچھ بھی نہیں کہا

ماں:۔ بیٹا میں نے تو کہتے سنتے ہیں کچھ اٹھا نہیں رکھا۔ مجھ سے بولے تم لوگوں نے مل کر اسے پاگل بنا دیا۔ وہ جدا ہونا چاہتی ہیں۔ ہونے دو۔

پانچکوڑی:۔ تمہیں انہوں نے کچھ خرچ دیا ہے

ماں:۔ پانچ روپیہ ماہوار دینے کا وعدہ کیا ہے

پانچکوڑی:۔ اور کیا وجوہ کے لئے

ماں:۔ نہیں! انہیں کہیں دینگے

پانچکوڑی :- پھر کون دے گا باہا،

ماں :- بھگوان باہا،

پانچکوڑی :- پیرا، بھی ان بالوں کو سونج کر پاگل ہونے سے کیا فائدہ؟ بہ شیش سو کر اٹھے اور میں اُسے گود میں لوں تو چین آئے۔

ماں ایشیش کپڑا جو ناہین کر اور گئے ہیں ڈھولک ڈاکر بہت خوش ہو گا۔ کیوں ماں باہا،

ماں :- ہو گا تو ہسی کر جب وہ اُسے پھری گود میں نہ آنے دے گا پانچکوڑی ! کیا نہیں آنے دے گی؟

ماں :- کیا جالوں؟

پانچکوڑی :- رہے میں کیا پڑائی ہے جس اُس کا چچا ہوں۔ وہ بیلر سب کچھ ہے۔ اُسے میری گود میں کیوں نہ آنے دے گی۔ اگر میں نے کوئی قصور کیا ہے تو منگلی ہو گا لی۔ دے لیں۔ مگر شیش کو کیوں نہ آنے دینگے۔ وہ کیا نہیں کا ہے بیلر نہیں اتنے میں شیش کو گود میں لیے ہوئے رشتا رہا ہر آئی ہووے اُسے آتے۔ دیکھ کر پانچکوڑی دوڑنا ہوا اُسکے پاس گیا معصوم بچہ بہت دونوں بعد پانچکوڑی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ہلک کر اُس کی گود میں دوڑا۔ اپنی دونوں مائیں پانچکوڑی کی گردن میں ڈالیں۔ فرط محبت سے بیٹ گیا۔ پانچکوڑی اُسے پیار کرنے ہوئے کپڑا اور جو ناہینا لگا۔ اپنے کمرے کے اندر سے بھل ہو یہ سب دیکھ کر شیش کو پانچکوڑی کی گود میں دیکھ کر دوڑی ہوئی آئیں اور رشتا کو چھکار کر شیش کو پانچکوڑی کی گود سے چھین لینے کا اشارہ کیا۔

رشتا نمنا کر بولی۔ دیدہ و بالو، بچہ کو حیلہ اتار دو۔ کاکا کی گود میں دینے سے ایسا ہو گا۔ بہہ اگر جانتی تو کون نہ بڑھتی۔

پانچکھوڑی نے نثار کی بات پر توجہ نہیں دی وہ بیٹے چلا گیا۔ یہ دیکھ کر بھٹی
 بھونے آسمان سر پر اٹھایا۔ گرج کر بولیں لڑکے کو دید و درہ ہما بھارت
 بچاؤ دنگی۔ جیسے یہ جانیں ابھی نہیں معلوم ہوئیں۔ نثار نے دوڑ کر پانچکھوڑی
 سے جھین لیا۔ پانچکھوڑی نے لگا۔ پانچکھوڑی نے آٹھوں سے ہرگز
 لگا ہوں سے بھٹی ہو کی طرف دیکھا۔ دل کی گام طاقتیں کھو کر حفاظت کے ناقابل
 ہو کر بیدلی سے گود کے بچے کو اٹھا کر انسان جیسے گود خالی کر کے مغموم دہراں
 ہو کر گھر واپس آتا ہے اسی طرح ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہوئے۔ پانچکھوڑی
 ماں کے پاس چلا گیا۔

دوسرا باب

دوسرے شام کو محلہ کے مشہور کاغذیں چند سے لکھ آئے وہ جیش چندر
 کے والد مرحوم کے جگہی دوستوں میں سے تھے اور محلہ کے کھیا سمجھے جانے لگے
 جیش چندر نے خند بھر کر اور آم کے پتے کی لنگائی لگا کر ان کے سامنے پیش کیا
 حقیقت یہ تھے دشمنو سرکار بولے۔ ابھی کتنے دن گھر رہو گے؟
 جیش چندر:- کل ہی جانے کا ارادہ ہے۔
 دشمنو سرکار:- آجکل کیا وہاں بہت کام ہے؟
 جیش چندر:- زمیندار اور کسانوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ اب مٹا ہے اسی وجہ
 سے یکدم کام کا بار بار پڑا
 دشمنو سرکار:- اس جھگڑے بکھرے میں تو تم لے خوب پیدا کیا ہوگا؟
 جیش چندر:- بہت نہیں معمولی۔

دشمنو سرکار :- فیروا میں تم سے ایک بات کہنے آیا ہوں۔ تم کہاں آؤ گے ؟
 تم سے مراد جیش کی ماں سے تھی ۔
 جیش :- وہ تو اب ادھر نہ زیادہ آتی جاتی نہیں اور سرسویں خانہ کی طرف ہونگی ۔
 دشمنو سرکار :- اُنہیں نہالو۔ مجھے جو کچھ کہنا ہے ۔ اُنہیں کے سامنے کہو ۔
 جیش چند رے سننا روٹا کر کہا ۔ ماں سے کہہ دو کہ کاکا بگاتے ہیں
 سننا چلی گئی ۔ پاس ہی کھڑکی کے پاس بچھلی ہوئی آکر کھڑی ہو گئیں ۔
 تھوڑی دیر کے بعد جیش کی ماں آئیں ۔ اور پاس ہی کھڑی ہو کر بولیں ۔ دیوہ

جی اب کیا تم نے بتایا ہے ۔
 تھوڑے عرصہ کے بعد دشمنو سرکار نے کہا ۔ ماں تمہارا بہت دنوں سے گھر کا کوئی
 حال نہیں معلوم ہوا تھا ۔ لوگوں کے منہ سے طرح طرح کی باتیں سننے میں
 آتی ہیں ۔ اس لئے آیا ہوں ۔ کہ دیکھ آؤں کیا بات ہے ؟
 ماں :- جان کر کیا کر دے ؟ دیوہ جی ! اب یہ بہہ بہلا سا گھر نہیں رہا ۔ میں تو
 ایشور سے رات دن منانی رہی ہوں ۔ کہ مجھے موت آجائے ۔ مگر نہ معلوم ابھی
 اور کیا کیا دیکھنا ہے ۔ یہ کہتے کہتے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔
 دشمنو سرکار نے جیش کے چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھا ۔ جیش کی کوئی

خبر ملی ؟
 جیش :- کیا معلوم ؟ پانچوڑی گیا تھا ۔ کل آیا ہے ۔ مگر میں نے تو کچھ نہ سنا
 دشمنو سرکار :- کیوں ؟ تمہارا بھائی ! اور تم نے اس کا حال نہیں پتا کیا
 جیش :- جب میں ان بھیتروں میں ہی نہیں رہتا تو پوچھ کر کیا کر دوں ؟
 دشمنو سرکار :- کیوں ؟ گھر بار کی مایا مودہ چھوڑ کر ویراگ لے گیا
 جیش :- نہ میں تین برس نہ فیروہ میں ایک دن کے لئے گھر آتا ہوں ۔ اس

میں کیا کروں؟ کھاپانی کو بیٹھ رہنا ہوگا۔

وشنو سرکار :- کہاں بیٹھے رہتے ہو۔ ماں کے پاس

جیتیش :- نہیں

وشنو :- تو پھر کہاں؟ کیا بیوی کے پاس ہے۔

جیتیش :- ہاں!

وشنو :- کیوں؟

جیتیش :- تو کیا کروں

وشنو :- کروں کیوں نہیں۔ اگر بیوی ماں کے ساتھ جھگڑا کرتی ہے اور

ایک جگہ نہیں رہنا چاہتی۔ تو اس کا ماں نہ مقرر کر دو۔ تم تو ماں کے بیٹے ہو

ماں کے پاس کیوں نہیں رہتے؟

جیتیش چند رنے کوئی جواب نہیں دیا۔ وشنو سرکار نے پوچھا تم نے اپنی ماں

کے کھانے پینے کا کیا انتظام کیا ہے۔

جیتیش :- میں ہر جیسے پانچ روپیہ دیتا ہوں

وشنو :- مکان کا کرایہ یا اچھا تم نے اپنے دیگر متعلقین کے لیے کیا بندوبست

جیتیش :- یہ میں کیا جانوں؟ سب کو تو میں دے نہیں سکتا۔

وشنو :- جی جی جیتیش! سمجھا رہا ہوں کہ ایسا کہتے ہوئے تمہیں شرم نہیں

آتی۔ تم نہیں دے سکتے۔ تو کیا وہ بھوکوں مر جائے گی۔ اور تم بیوی کو لے کر

چین اڑاؤ گے۔ نہیں مناسب ہے کھاؤ پیو۔ آپس میں بانٹ کر کھاؤ۔

ایک وقت فاؤ کرو۔ مگر سب ایک ساتھ کھاؤ۔ ہنہ دیکھو کاہی دھرم

جیتیش :- تو ہوتا ہی تھا۔

وشنو :- تو پھر بند کیوں ہو گیا؟

جتیش :- سب نے ملکر ایک شخص کو جلا تا شروع کیا۔ مگر نظر انداز کر جائیں تو ایسا کیوں ہوتا۔

وسٹنوز :- وہ ایک شخص کو نہ! ہناری بیوی کا نظر انداز کرنے اور برداشت کرنے کی نصیحت اوروں کو د کرنے۔ اُسی کو کرنے وہ ہناری بیوی ہے بھابھ اوروں کے اسپر ہنار انور زیادہ ہے جتیش چند خاموش ہو گئے۔
دفعہ سرکار نے پھر کہا سنا ہے۔ کہ کل پانچلوڑی نے اُکر ہنارے رٹ کے کوٹو دیں لینا چاہا۔ مگر منھلی اُٹھو نے خوب جلی کٹی سٹنائیں۔ اُسے نہیں بیٹے دیا۔ کیوں؟ ایسا کیوں ہوا جانتے ہو۔ کہ پانچلوڑی کو اس سے کس قدر حد پہنچا ہو گا؟

جتیش :- جسا لڑکا ہے۔ اگر وہ نہیں بیٹے دیتی۔ تو میں کیا کروں؟ اس قدر گول مال کی کیا ضرورت ہے؟

دفعہ سرکار ڈامنت آمیز منہسی منٹے ہوئے ٹمکین لپچ میں بولے جتیش! ابھی تک میں تمہیں انسان سمجھتا تھا۔ مگر آج معلوم ہوا۔ کہ تم حیوان سے بھی بدتر ہو۔ اُسے! عورت کس قدر خوفناک ہوتی ہے؟ خیر میں جو کچھ کہنے آیا ہوں۔ اُسے سنو!

جتیش :- کیا کہئے!

وسٹنوز :- میں نے سنا ہے۔ کہ اس دفعہ زمیندار اور کسانوں کی باہمی مخالفت میں تمہیں دو تین ہزار روپے دیے کیوں منع ہے یا نہیں؟
جتیش :- نہیں جھوٹ۔ بالکل جھوٹ۔ دوسرے کی دولت ہمیشہ زیادہ دکھائی پڑتی ہے۔

وسٹنوز :- خیر ابھی نہ سہی کچھ کم ہو گا۔ اچھا جو کچھ لگے ہو۔ اُس میں سے پانچ

سوروپے تمہیں اپنی ماں کو دینے ہونگے۔ اس روپے سے وہ پاسپورٹ کی
کے ذریعہ کبھی وغیرہ کر اگر گھر کا فوج چلا بیٹے گی۔

جنتیش :- اتنے روپے ہا

وشتنوب :- ماں یہ تمہیں دینے ہی میں تھے

جنتیش :- میں اس بات کا جواب آج نہیں دے سکتا۔ کل دو لگا۔

وشتنوب :- بہت اچھا ہے۔ مگر بشر جاری بات کا جواب دینے ہوئے کل
چلے نہ جانا۔ یہ کہہ کر وشتنوب کو چلے گئے۔ جنتیش چندر کی ماں بھی آہستہ آہستہ
رسمیں خانہ کی طرف چلی گئیں۔

تیسرا باب

جنتیش چندر اپنے کمرے میں گئے پیچھے پیچھے بستی جھلکی بھلی ہوئی گئیں لال
لال آنکھیں کر کے بواہیں نہ جنتیش نوشتنوب :- کہہ دو۔ اسی قدر سر پر چڑھتی جاتی ہیں یہ
گو یا کوئی چیز ہی نہیں ہے۔

جنتیش چندر نے پیچھے پیچھے نہ بھلی ہوئی کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیا تم سب سنتی تھیں
منہ بھلا کر بھوئی چلا کر اور لال لال آنکھیں کر کے چلا کر بھلی ہوئے کہا
کیوں سنتی کیوں نہیں؟ سب سن لیا۔ جیسا لگاؤں ویسے لوگ اور میری ہی
مولی عقل!

جنتیش :- یہ تو سب ٹھیک ہے۔ مگر آج جو وشتنوب کہہ گئے ہیں۔ اس کے لیے

کیا اپنی ہو؟

بھلی ہوئے۔ ایک پیسہ بھی نہیں روپے ہمارے ہیں۔ ہم کیوں دیں؟

انہیں دینگے تو وہ ہمارا کیا کر لیں گے؟
جینیش :- کرینگے تو کیا؟ مگر۔

بمحصل ہو۔ مگر کیا دینا چاہتے ہو تو دہو۔ اور میرے شجیش کے ہاتھ میں کارٹ
گرائی دہو۔ تم کیا میرے بچے کی بابت کبھی کچھ نہیں سوچتے۔ اسے میں کیا کھا
کر زندہ رہو گی۔ میں ایک پیسہ بھی نہیں دوں گی۔ خواہ دنیا اُدھر کی اُدھر
ہو جائے۔ اور چاہے جو ہو۔

جینیش چندہ رہتا سنو تو سب لوگ تدمت کرتے ہیں اور دھرم کے بھی خلاف
ہے اس مرتبہ تین ہزار سے زیادہ روپے لائے ہیں۔ اس میں سے تین سو
کو دیدو۔ اس سے دو بھینٹی باڑی کر کے اپنا کام چلائیں؟
بمحصل ہو۔ ایک پیسہ بھی نہیں؟

جینیش چندہ رہتا اے اکل پانچلوڑی کو بہت دُکھ ہوا۔ اسکی بات سنکر
بیکجیو کا نپ اٹھتا ہے۔

بمحصل ہو۔ اوچھو ایسے دیاساگر! میں ایک پیسہ بھی نہ دوں گی۔ میرے شجیش کو
کوئی ایک ٹھکی اتاج سونے والا بھی نہیں ہے۔ اگر آج وہ لوگ راجہ ہو جائیں
تو تمہیں بھی وہ مغل کا لڑکا ہے مغل ہی رہیگا۔ اس میں سے ایک پیسہ
بھی نہیں ملیگا۔ نہیں ملیگا۔

جینیش چندہ چپ چاپ سوچنے لگے۔ کہ بات تو جھوٹی نہیں ہے۔ آج اگر ہم مر
جائیں۔ تو پچیش کی پرورش کون کرے گا؟ اُدھر ماں اور بھاء جیں بھوکوں مر
رہی ہیں۔ اُدھر بھوی می ٹھیک کہتی ہے کیا کریں بیکانہ کوئیں؟

پاس ہی ایک کوٹھڑی میں شجیش سو رہا تھا۔ وہ اسی وقت چلا کر روٹے لگا
جینیش دوڑ کر اس کے پاس گئی۔

ایک بد حیثیت چراغ اس گھر میں ٹٹا رہا تھا اس کی مدہم روشنی بدغیب کے مزار کے دیسے کی طرح جھلکا رہی تھی چٹخیش چٹا کر روتے روتے بولا :- اویا یا ! اوہو ! دوڑو۔ دوڑو مجھے بنی نے کاٹ کھایا !

چٹخیش چند رتے اسے گود میں اٹھا لیا۔ اور روشنی کے پاس لا کر دیکھا یا میں پاؤں گھے انکھوٹھے ہیں کاٹنے کا داغ بنا ہوا تھا۔ اور خون شرٹے سے بہ رہا تھا۔

لڑکا دھیرے دھیرے چلاتا ہوا اٹھا۔ اس کا چہرہ اور ہاتھ کمبھیں نیلگوں ہو رہی تھیں چٹخیش چند رتے کہا :- دیکھو ہنٹر پتلی ہے یا نہیں ؟
بمبھلی پتھر جلدی جلدی چراغ اٹھا کر ہنٹر کے پاس گئیں اور چٹخیش کی طرح سے دیکھنے لگیں کون ؟ ہنٹر سے پتو ملی نہیں۔ تخت کے نیچے دیکھا... دیکھتے ہی چٹا اٹھیں سیاہ قام خوشنوار اژدہا اپنی خوفناک پھنکار دیکھا کہ چراغ کی روشنی کو مدہم کر رہا تھا۔

چٹخیش چند بھی دیکھ کر چٹا اٹھے۔ اور کسی نہ کسی طرح لڑکے کو گود میں لے کر باہر آئے بمبھلی پتھر روتی روتی پیچھے چلیں۔

چٹخیش چند رتے باہر آکر چلانے ہوئے کہا :- پانچکوڑی ! پانچکوڑی ! !

سنیانا س ہو گیا۔ دوڑ دوڑ چٹخیش کو سانپ نے کاٹ کھایا
پانچکوڑی باہر سے آکر بیٹھا ہوا چٹا اور گرنا کھار رہا تھا۔ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دوڑا۔ سب حال شکستہ سین کو بی کڑنا اور جھاجی کو بلانے کے لئے دوڑا
رانا سانپ کا اچھا بھلا لڑے والا تھا۔ پانچکوڑی اسے بلانے لگا لایا۔ مگر اسوقت چٹخیش کی جان غالب خاکی کو چھوڑ چکی تھی۔ طاہر روح تقصن تنصری کو چھوڑ کر فید و بند کی بندھنوں سے آزاد ہو کر کسی لامعلوم ملک میں منڈلا رہا

تھا۔ گھر کے تمام لوگ سر ہانے بیٹھے ہوئے ماتم کر رہے تھے۔ مگر بائے جو جاتا ہے وہ ہزار ماتم کرنے جھنجھے اور چلانے ٹوڑے پھر کہ نہیں دیکھنا !!
 محلے کے دن آدمی آکر اکٹھے ہوئے اور شیش کے نازک و لطیف جسم کو اس کے رشتہ داروں عزیزوں سے چھین کر شمشان میں پھینک آئے۔ سانپ کے کاٹے ہوئے کو نہ جلانے ہیں اور نہ پانی میں پھینکنے ہیں شمشان کے کنا رے رکھ کر واپس آنا پڑتا ہے۔ اس لاش کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔

چوتھا باب

اس وقت بھی تاریکی نے دنیا کا بیچا نہ چھوڑا تھا۔ ہر طرف سیاہا تھا۔ لاخندو نیلگون آسمان پر چند دم تار سے جڑے سحری کی طرح لٹکا رہے تھے۔ خوفناک جیا نور ہل رہے تھے اور ہوشفتی کے استقبال کے لئے آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

اسی وقت اپنے بچپن دلوں میں دبائے پانچکوری شمشان میں آکر کھڑا ہوا۔ معلوم ہوتا تھا۔ وہ شیش کو ڈھونڈ رہے گذشتہ رات کو وہ اپنی زندگی کی دولت شیش کو اسی مقام پر پھینک گیا تھا۔ مگر وہ کہاں ہے ہاں ہر جہاں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔

شمشان کے کنارے کو دو حوتی ہوئی ندی کی لہریں سمندر سے ملنے کے لئے چلی جا رہی تھیں اور مٹا ہوا ہو کا نغمہ الایتی ہوئی بہہ رہی تھی جو دور دور پر رنٹے گہڑا اور چند مردہ خور جانور وغیرہ رہ رہ کر چلا آتے تھے شیش ا جان سے عزیز شیش پہنچے گود میں لئے ہوئے آج کتنے دن ہوئے ؟

اب بھی کیا تو نہیں آئے گا؟ ہائے میری گود خالی ہو گئی۔ پانچلوڑی کے خاموش دل سے خاموش زبانیں یہ باتیں نکلا اطراف و جواب میں پھیل گئیں۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔ جیسے کسی نے شناسائی نہیں۔ تمام دنیا اُسے سُنسان مغموم اور رُس سے خالی دکھائی دینے لگی

پانچلوڑی نے اس قدر بُلایا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ اُس وقت اُس نے سوچا شیش کے بغیر اس دُنیا میں رہنے سے کیا فائدہ؟ وہ دُنیا کو چھوڑ گیا۔ کیا میں نہیں چھوڑ سکتا؟ یہ تو نتوج خیر و بُہ نہ ہے! میں غوطہ لگانے سے دل کی تمام آگ بجھ سکتی ہے۔ مگر خود کشی پاپ ہے پاپ پاپ کیا؟ کیا پاپ کی آگ اس آگ سے زیادہ گرمی رکھتی ہے؟ اور وہ ناقابلِ برداشت ہے۔ ہائے کسی نے نہیں دیکھا کہ اس دل پر کیا گزر رہی ہے؟ ہائے بھگوان! تمہیں منگل نے کہتے ہیں۔ سچہ تمہارے راج میں اس قدر بچھنی اور جلن کیوں؟ اگر شیش کو اس قدر جلد بگاڑ لیتا تھا تو اُسے دُنیا میں بھیجا ہی کیوں؟

اس مرتبہ جیسے کسی نے اُس کی بات کا جواب نہ دیا۔ اُس پار سے نہ معلوم کس نے عجیب و غریب آواز میں کہا اے اس تباہی کا سبب پیدا رہی نہیں دُنیا میں رحم و کرم کے تماشے بھی دکھائی پڑھتے ہیں۔ اور بین و بکا کے مرقعہ بھی نظر آتے ہیں اگر اس قسم کی بربادیاں نہ ہوں تو نظامِ قدرت میں فرق آجائے گا

پانچلوڑی نے درد آلود لہجہ میں کہا:- میرے دل سے پیچیدہ کر کے۔ میری سُر بھری بین کو نوڑ کر کیا فائدہ ہوا۔

جواب ملا:- ہم تم کیا ہیں؟ ہمارا ہمارا کیا کرتے ہو؟ جاندار اور بیجان سب یکساں ہیں رنج کس بات کا؟ کون آتا ہے اور کون جاتا ہے؟ سب مایا ہے۔

اور میرا پ سے بھول جاؤ گی۔
 کسکو ہر شے کیسے کیا بھول سکتا ہوں؟ وہ تو میرا سب کچھ تھا۔
 جھوٹی بات ہے۔ جب آیا تھا۔ تب تو بلایا نہیں۔ جب گیا تب جانے کو
 نہیں کہا۔ جاؤ سب امیدیں چھوڑو۔ بھول ہے بھول ہے
 تو شے کیسے جان سے زیادہ پیارے شے کیسے! ایک مرتبہ میری گود میں آجا
 میری ماں نے مجھے میری گود میں نہیں آنے دیا
 میں اسی وقت پانچوڑی کے پیچھے کوئی آکر کھڑا ہو گیا۔ پہلے تو اندھیرے
 کی وجہ سے پانچوڑی نے اسے نہیں پہچانا۔ مگر جی طرح دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ
 اس کے پیچھے دادا جیش چندر ہیں۔

اس کی ماں نے مجھے میری گود میں آنے نہیں دیا۔ پیارے پانچوڑی! آہ میں نہیں
 جانتا تھا کہ جیش کو تو اس قدر پیار کرتا ہے۔ کہ کھائی! آج ہم دونوں ایک ہی
 تیرنہ کے یا تری ہیں ایک ہی دیوتا کے پیجاری ہیں۔ مگر وہ کہیں نظر نہیں آتا
 جیش چندر نے پانچوڑی کی گردن میں اپنی دونوں باہیں ڈال دیں۔ اور انہیں
 سیدھ چھوٹ چھوٹ کر رونے لگے پانچوڑی کی آنکھوں نے بھی آنسو ٹپکی
 جھڑی لگا دی اس کے بعد دونوں بھائی گھر لوٹ گئے۔

جیش نے ماں کو بلا کر کہا۔ جس کے بیٹے سب کچھ اکٹھا کرتا تھا۔ وہ چلا گیا
 معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں شوہر ویوی اس کے چاچا اور چاچی کو دھوکا دیتے
 تھے اس کے اکیلے کے بیٹے جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ خاندان
 کا چشم چلنے ہم دونوں سے متنفر ہو کر چلا گیا۔ میرے ہی باپ سے ایسا ہوا
 ماں! آج مجھے اور پانچوڑی کو سات ہی کھانے کے بیٹے دو۔ ہم دونوں
 ایک ہی تھالی میں کھا کر ختم ہونے چکے جہاں میں ملازم ہوں۔ چلے جائیے

جو کچھ پاؤنگا۔ ماہو ایچھہ ونگا پیش کے بغیر اس گھر میں نہیں رہونگا۔

پانچواں باب

جینش چند ریٹے کی ناگہانی موت سے ہر وقت معموم و متفکر ہو کر پڑے رہتے تھے ان کی ماں نے انہیں چار پانچ دن تک نوکری پر نہیں جانے دیا۔

انہیں تین چار دنوں میں ان کے گھر کی حالت بہت کچھ تبدیل ہو گئی تھی جینش چند راب علیحدہ رہنے کے لئے بنیاد نہیں ہوئے۔ منجھلی ہو بیٹے کے رینج میں لکڑیاں کی طرح ہو کر پڑی رہتی تھیں۔ انہوں نے بھی کسی طرف کوئی کوجہ نہیں دی گھر کی حالت پہلے کی طرح ہو گئی۔ اور سب بدستور رہنے لگیں۔ چچو کی ہوم مصیبت کی ماری منجھلی ہو کی خدمت کرتے لگیں۔

شجینش کے موت کی خبر پا کر منجھلی ہو کے مرحوم بھائی کی بیوہ اپنے بیٹے رام سیوک کو لیکر آئیں رام سیوک کی عمر اس وقت پچیس برس کی تھی۔

جینش چند گھر کے اندر بیٹھے ہوئے منجھلی ہو کو سجا بچھا رہے تھے اور طرح طرح سے تسلیاں دے رہے تھے۔ اسی وقت انکی سلج اور سائے کا بیٹا دونوں گھر میں داخل ہوئے انہیں دیکھ کر لڑکے سے ٹخہ دھو لی ہوئی منجھلی ہو نے ماتم کرنا شروع کیا۔ تسجل سے غنہ ڈھانپ کر رام سیوک کی ماں بھی رونے لگیں۔

منجھلی ہو روتے روتے بولیں :- مائے ابھو! میرا سب کچھ بیاہ ہو گیا میرا گھر سونا گود سونی اور چھاتی سونی۔

رام سیوک کی ماں مختلف پورا ناک قہقہے سنا کر نند کو سمجھائے لگیں غائے

تقریر پر رام سیوک کا ماتھ پڑ کر اور اسے منجھلی ہوئی گود کے پاس بٹھا کر
 یوں کہیں :- یہ بھی اسی کا بھائی ہے۔ یہ تمہارے بھائی کا لڑکا ہے اسے اپنا
 کہہ کر گود میں لو۔ آج سے تمہارا ہی ہے۔ میرا نہیں ہے۔
 منجھلی بھونے اس بات پر کستی قسم کے سوال و جواب نہیں کئے جیتیش چند
 باہر چلے گئے تارنے اکر رام سیوک اور انکی ماں کو کھانا کھانے کے لیے بلانے
 لگی۔ کھانا کھانے وقت جیتیش چند رنے ماں سے کہا۔ ماں :- جو قسمت
 میں تھا۔ ہو گیا۔ میں اب سبیش سے خالی گھر میں نہیں رہ سکتا گھر میں رہنے سے
 ہر وقت طبیعت کڑھتی رہے گی۔ اسی وجہ سے آج رات کو چلا جاؤنگا۔ پہلے
 مجھے پیچر کے گھر جانا ہوگا۔ کیونکہ وہ آجکل اپنے گھر آئے ہوئے ہیں۔
 ماں نے روتے روتے پوچھا :- پھر کب آؤ گے؟

جیتیش :- اس کی نسبت اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ شاید اب نہیں آسکونگا
 ماں :- ایشور نہیں سلامت رکھے۔ ایسی بات بھی کوئی زبان پر لاتا ہے
 جیتیش :- پڑ جا میں اب آنا نہیں ہوگا۔ کس کے لیے آؤنگا؟ جیسے دیکھنے کی
 غرض سے آنا تھا وہ جس بسا۔ مگر ایک بات کہہ جاتا ہوں

ماں :- کیا ہے

جیتیش :- پانچوٹری کی شادی کی فکر کرو۔ میری راہ دیکھنا۔ دل ٹوٹ گیا
 ہے سیتیش کو گھر ملانے کی فکر کرنا۔ رام سیوک اور اس کی ماں آہی کئی ہیں
 جلدی جائینگے بھی نہیں۔ اس کے لیے تم فکر نہ کرنا اب مجھے جمع کرنے کے
 لیے کوئی ضرورت نہیں ہے جس کے لیے سب عجب اٹھایا تھا۔ وہ دھوکا
 دیکر بھاگ گیا۔ اس وقت مجھے ہمارے گاہ وہ سمجھتا ہوں گا۔ اسی سے غم کا
 خراج دیتا ہوں

ماں! تم جو کچھ مناسب سمجھو گے۔ وہی ہو گا۔ وسفد رنہ گھبراؤ ساری بات ایشر کے
لکھتے ہے۔

جیش :- ماں! ایشر کا کیا فقور ہے سب اپنے کرموں کا پھل ہے؟
یہ دنیا بہت دلفریب ہے۔ اپنی دلفریبیوں اور دلچسپیوں سے یہ لوگوں کو اپنی
طرف کھینچ کر بہت ناک تار کی کے غار میں گراتی ہے۔ یہ گورکھ دھندہ کیا ہے
اسے آج تک کوئی لکھی نہیں سمجھ سکا اس لیے یہ سمجھ میں آتا ہے۔ تمام آدمیوں کی
آنکھوں کے اندر یہ عمارت کا کوئی سترن بخش مقصد پوشیدہ ہے ہماری کوتاہ بینی
انسانی عقل اس اسرارہ فتنہ کی نہ تک پہنچنے سے ہمیشہ فاجر رہتی ہے؟
یہی کی موت سے پریشان خاطر جیش چند نے بیوی کو سمجھا یا تم ہم نہایت
ہی حقیر ہیں ہم دونوں جھوٹی محبت کے دلفریب جال میں پھنسے ہوئے ہیں ہم
نے اپنے خاندانی چراغ کو ہر قسم کے بادمخالف سے بچا کر رکھنے کی خواہش کی تھی
خیال کرنا ہوں کہ اسی وجہ سے وہ ہمیں معصوم و متفکر بنا کر رکھ کر ہماری محبت
کی رنجیر و نکو توڑ کر بجا لگیا ہے۔ اور کچھ نہیں سب کے ساتھ مل جل کر نہ نہ
کے باقی دن کاٹنے ہو گئے؟

منجھنی منو نے یہ بات نامنطور نہیں کی۔

اس کے رات کے آخری حصہ میں یکا یک اٹھ کر جیش چند نے پانچویں
کو پکارا بولے جب تک صبح صادق کا ظہور نہ ہو۔ میرے ساتھ صبح ہوئے
تو تو وہاں آ جانا۔ اگر کوئی ساتھ نہ گیا تو رات کو تکلیف ہوگی؟
پانچ کو لڑی بانس کی ایک موٹی سی لاشی لے کر بڑے بجائی کے پیچھے پیچھے
چلا دوں بجائی خاموش تھے دونوں بجائیوں کا دل ناقابل برداشت ہو گیا
سے دیکھی تھا۔ ہر چار طرف خاموشی کا تخت تھا۔ صرف بیچ بیچ میں پتوں کی سرس

خالی زمان درو بھری آواز سے ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں کی تکلیف کو ادھر رکھا
 رہی تھی۔ وہی راستہ کتنے لامحدود زمانے سے یاد کو گودیں لیے ہوئے چپ
 چاپ تھا۔ گاؤں کے چیت کے سر بفلک درخت اپنا سر جھکائے ہوئے عہد
 گذشتہ کے واقعات کے ابواب کا آغاز کر رہے تھے۔ سب کی حالت بدستور تھی
 صرف ای دو نوں بھائیوں کے دلوں میں سکھ اور شائنی کا نام و نشان دھنکا۔
 آہستہ آہستہ وہ گاؤں کو چھوڑ کر میدان میں آ پہنچے اور میدان کو طے کر کے
 ندی کے کنارے پہنچے۔ اسوقت افق کی پہلی شعاع جلوہ ریز ہوئی تھی چاند کی
 روشنی مدہم پڑ گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں افق سرخ آئینہ میں منہ چھپا کر غائب
 کے خوف سے آہستہ آہستہ اُسی میں غرق ہونا جاتا تھا اور اوپر نیلگون آسمان
 میں صبح کا تاراز میں کی طرف ہم باز رنگا ہوں سے دیکھ رہا تھا۔

حسرت بھرے دل سے جتنیش چند نے پانچوڑی سے کہا۔ اب تو ٹوٹ
 جا صبح ہو رہی ہے میں جاتا ہوں۔ جو کچھ پاؤنگا ہر پہنہ بھیتا رہو نگا
 درو بھری آواز میں پانچوڑی نے کہا: میرے پاس یہ ہیں اس دیبا میں
 رہنے کے قابل نہیں رہا۔ جس کے لیے رہتا تھا وہ بھی نہیں رہا۔ پاگل کے لیے
 جو بندھن تھا۔ وہ بچیش بھی مجھے چھوڑ کر وہ چلا گیا شجیش کے بغیر میں گھر میں
 نہیں رہ سکتا۔ دادا! مجھ سے کچھ کہو تم گھر کے مالک ہو جو مناسب ہو کرو
 میں جلد ہی اسی گھر سے چلا جاؤں گا

پانچوڑی کی اس تقریر سے جتنیش کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کلا بھرایا
 بھرائی ہوئی آواز سے یو لے لے پانچوڑی بھائی! اتنے دنوں کیا میرا دل میری
 جال میں یو نہی چھنسا ہوا تھا۔ میری آنکھوں پر مایا کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہوت
 میں نے نہیں سبھا۔ کہ انسان کی کمزور طاقتوں کے پیچھے قدرت کی زبردست

طاقتیں اٹھکیلیاں کر رہی ہیں۔ اور انسان کے تمام افعال و اعمال قدرت کی زبردست غیر اندیش طاقتوں کے اٹھکی ہلانے سے ہی عمل پذیر ہیں۔ سیدھے سادے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ اپنی طرف سے انسان جو کوشش کرتا ہے اور تھوڑے باندھتا ہے وہ سب فضول ہیں انسان کی مدد و عقل کہاں تک جاسکتی ہے ؟ بدھانا نے میرے تجیش کو مجھ سے چھین کر میری چشم بصیرت واکردی ہے مجھے بتا دیا ہے کہ میں اس دنیا میں اپنی طاقتوں پر کیوں پھولا نہیں سکتا میں خود غرضی سے اندھا ہو کر اپنی اس چند روزہ زندگی میں تمام قابل محبت چیز کو اپنی محبت سے کیوں محروم کر رہا ہوں ؟ اس عالم فانی کی ہر چیز فانی جاتی ہے بیل سے کیوں بھول گیا ہوں۔ مجھے اپنے فرائض کے ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ان کی فراموشی سے رنج اور مصیبت میں لازمی طور پر پھنسا ہوا گا۔

نہیں بھائی ! تم کہیں مت جاؤ۔ میں نے تمہارے ساتھ بے رحمی کا بدنام کیا نہیں تجیش تک کو گود میں لیتے کی اجازت نہیں دی۔ جب یہ اطلاع مجھے ملی کہ تجیش کو تمہاری گود میں نہیں دیا جاتا۔ تب بھی میں نے اس کا کچھ علاج نہیں کیا بلکہ اوروں کی ہاں میں ہاں ملا کر تمہارے اوپر اس ظلم کو تقویت دی۔ میرا یہ قصور معاف کرو۔

یہ کہتے کہتے تجیش چند لمبی آنکھوں میں آنسو بھرا آئے اور آخر میں وہ زار زار رونے لگے۔ پانچلوڑی کا دل بھی پھر آیا۔ اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکا دادا معافی کیسی باجشیش نے برادرانہ محبت کے جوش سے بیقرار ہو کر پانچلوڑی کو سینہ سے لگا لیا۔ اور بزرگانہ شفقت سے اس کے سر کو بوسہ دیا۔ یہ ایک عجیب و غریب نظارہ تھا۔ وسیع۔ لامحدود نیلگوں آسمان کے نیچے یہ پاکیزہ نظارہ اپنی نظیر آپ ہی تھا۔ یہ نظارہ خالص برادرانہ محبت کا ایکس

یچہ دلفریب اور لاشانی مرقع تھا۔
اس کے بعد وہ لوں بجائی اپنی پڑاشک آنکھوں کو پونچھتے ہوئے دو
مختلف اطراف میں چلے گئے۔

چھٹا باب

ابھی طلوع آفتاب میں دیر تھی۔ کہ پانچکوڑی واپس آیا۔ تمام گھر جیسے
بغیر شیش کے کاٹے کارہا تھا گھر کے بغیر کے پھول پتے سب شیش کی عدم موجود
سے خشک ہو رہے تھے۔ اور ان کی سبزی سیاہی سے تبدیل ہو گئی تھی۔
پانچکوڑی گھر پہنچ کر سب سے پہلے منجھلی بہو کے پاس گیا وہ اس وقت پڑی ہوئی
تھی۔ در دھری آواز سے پکار کر کہنے لگا۔ ہوا اٹھو۔ رونے دھونے سے
اب کوئی فائدہ نہیں جان دینے سے بھی وہ کم شدہ گراں بہا جواہر نہیں مل
سکتا۔ اگر مل سکتا۔ تو پانچ کوڑی اپنا کارہ اور بے مصرف جسم کبھی کام کے
والہ کر دیتا۔

منجھلی بہو اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ اور چلا چلا کر روتے ہوئے بولیں۔ وہ جو تمہارے
پاس شوق سے دوڑ دوڑ کر جاتا تھا اور میں نصیبوں جی اسے تمہاری گود
میں جانے سے منع کرتی تھی۔ اب اسی وجہ سے وہ ناراض ہو کر ہادی آنکھوں
سے اوٹ ہو گیا۔ آہ شیش ابیٹا شیش بانٹوں کہاں چلا گیا۔ آبیٹے ایک
بار پھر اپنی پیادہ کی پیاری صورت دکھا جا۔ دیکھ تیرا جھوٹا چا چا ہترے
گھر آیا ہے۔ آبیٹے! میں تجھے چا چا کی گود میں جانے سے نہیں روکوں گی۔
کسی نے بھی اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ صرف پانچکوڑی کی آنکھوں میں

آنسو بھر آئے اور وہ زار و قطار رونے لگا۔ اپنی دھوئی کے کنارے سے وہ آنسو پونچھنے لگا۔

رام سیوک کی ماں جلدی سے دلمن آئیں۔ اور پانچکھڑی سے بولیں۔ اچی تم! انہیں من بانوں کی یاد دلا کر اور نہ رولاؤ۔ جس میں غم غلط ہو۔ ایسی باتیں کرو۔ ورنہ گھٹل گھٹل کر کاٹا ہو جائیگی۔

راما راما۔ اتنا تو اپنی بوا کے پاس آ۔ تجھے دیکھ کر کبچہ ٹھنڈا ہو گا پانچکھڑی سے جاؤ جی نم اسوقت باہر جاؤ۔ پانچکھڑی چلا گیا۔

اسی دن یہ طے پایا۔ کہ رام سیوک اور ان کی ماں اس گھر میں ہمیشہ رہیں گی اور رام سیوک اپنی بوا کے ساتھ گویے ہوئے لڑکے کی طرح رہیں گے۔ اس سچ پر سے پانچکھڑی مطمئن نہ ہوا۔ اس کی ماں اور دیگر لوگوں کو بھی یہ بات پسند نہ آئی مگر منجھلی لہو کی بات میں کسی کو دخل دینے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد پانچکھڑی کے پاس دائیں پس چند رکھ کا خط آیا لہو نے لکھا تھا:

بہت دنوں سے تمہارا کوئی خط نہیں ملا۔ میں نے سنا ہے۔ دادا کا لڑکا مر گیا ہے بڑا دکھ ہوا۔ مگر قدرت کے کاروبار۔ میں کون دست اندار ہو سکتا ہوں میں خیر انہیں بھیج سکتا۔ اس کی کمی وجوہات ہیں میں نوکر کی چھوڑ کر کلکتہ آ گیا ہوں۔ یہاں ایک بڑا دوائی خانہ کھولا ہے۔ مگر کیلانیام کا رو بار نہیں انجام دے سکتا۔ گھر پر نہیں جی کوئی خاص کام نہیں۔ خط پانے ہی یہاں آ جاؤ تمہارے آ جانے سے کام کاج میں ہر طرح سے سہولیت رہیگی۔ دوسروں کا تنہا نہیں کیا جا سکتا۔ تم پر تمام بار چھوڑ کر میں بے فکر ہو جاؤں گا۔ گھر کا حال لکھنا۔ پانچکھڑی نے خط پڑھ کر سب کو سنا دیا۔ منجھلی لہو نے بڑا بھلا کوئی جواب

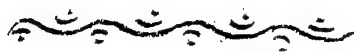
نہیں دیا۔ اس وقت وہ کسی جھگڑے میں نہیں تھیں۔ دوسرے لوگ بھی انہیں جھگڑے میں شامل کرنا نہیں چاہتے تھے

گو پانچوڑی کی ماں بھی پیش کے غم میں پڑی رہتی تھیں۔ تاہم انہیں گرجی کے کام کا رویہ دیکھتے ہی پٹختے تھے۔ اتنے دکھ و رنج میں بھی اگر گھر کی حالت سدھر جائے تو عینت سے وہ اسی فکر میں رہتی تھیں۔ وہ بولیں۔ لڑکے کے سر سے اگر اب بھی بھوت اتر جائے تو اچھا ہے۔ تو جانے لڑکھوڑا ہے۔ معلوم ہوتا تھا اب بھلا ہی ہو گا

چھوٹی بہو نے کتے ہی دیوی اور دیوتاؤں کی منیتیں مانیں۔ ماں کالی کے قدموں میں چھاتی کا خون چڑھانے کی مشق مانی۔ دل ہی دل میں کہتی تھیں ماما ان کے خیالات تبدیل کر دو۔ ہے ہری! انہیں مانتے پر لاؤ تمہارا سوا پانچ آنہ کا پرشاد چڑھاؤ گی۔ یا با ست نارائن ایک مرتبہ بھاگنی پر دیا کرو۔ تمہارا سوا روپے کا پرشاد چڑھاؤ گی؟

انہیں معلوم اس سادہ لوح کی چھاتی کا خون سوا پانچ آنے اور سوا پانچ روپے کے پرشاد کی لالچ کر کے بھگوان نے اسپر نظر کی یا انہیں مگر سب کی رائے سے پانچوڑی کا جانا ٹھیک ہو گیا۔ پانچوڑی بھی بغیر شیش کے گھر کو چھوڑ کر شانتی کے لالچ سے اسی رات کو نکلتے چلا گیا۔

پانچوڑی کی روانگی کے وقت چھوٹی بہو کی بہت خواہش ہوئی کہ وہ کھلا بچھے۔ ایک مرتبہ صرف ایک دن کے لئے اگر گھر سے ہو جائیں تو مگر شرم سے کچھ نہ کہہ سکی۔ دل کی بات دل ہی میں رہ گئی۔



ساتواں باب

اب کچھ خنیش چندر کے حالات پر روشنی ڈالنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ رام پور کا بازار ان کی سسرال سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر تھا۔ کچھ روپے ماہوار کے بلکے وہ صبح ساڑھے نو بجے وہاں جاتے تھے۔ اور رات کو آٹھ بجے کے قریب وہاں سے واپس آتے تھے۔ مہندہ اندھیرے اٹھ کر وہ اپنے سالے کی زمین اور کھیتی باڑی کا انتظام کرتے تھے۔ کھیت کھیت گھوم کر اور اپنا کام ختم کر کے کسی طرح گھر آ کر مہیا کھانا تازہ باسی کھانا کھا کر صبح ہو سکتا تھا۔ وہ رام پور چلے جاتے تھے۔ کسی کسی دن وہ صرف ناشتہ کر کے ہی روانہ ہو جاتے تھے۔

اس دن رام پور میں بازار کا دن تھا۔ ہفتہ میں دو دن اس گاؤں میں بازار لگتا تھا بازار کے دن بڑی نوکاری بھجلی۔ وال چاول الغرض کھانے پینے کی تمام چیزیں منی جلتی تھیں گاؤں کے لوگ کئی دلوں کے لیے بھجلی اور نوکاری وغیرہ لے کر رکھ لیتے تھے۔ روز بازار نہیں لگتا تھا۔

رات کے تقریباً نو بجے ہو گئے۔ اندھیری اور خوفناک رات تھی۔ اور کرکشن کیش آسمان بادلوں سے گھرا ہوا تھا ٹپ ٹپ بوندیں پڑ رہی تھیں۔ اسی وقت کندھے پر ایک کدور رکھے ہاتھ میں ایک بھجلی لیئے۔ اور بغل میں کتنے ہی کھانے پینے کی چیزوں کی ٹوٹی دباؤئے لکان سے چورنیش چندر رام پور کے بازار سے سسرال میں آئے۔ ہری چمن اس وقت گھر میں بیٹھے ہوئے ماں اور بہن کے ساتھ خوش گپیاں اڑا رہے تھے۔ شیش چندر ننگے پاؤں تھے۔ دونوں پاؤں کچھڑے ملت پت ہو رہے تھے۔ تمام

بدن پانی سے تر تہ تھا۔ من کی وہ ہیئت کدائی اگر آج من کی ماں یا بھائی دیکھتے تو یقیناً آنسو آنکھیں پھاڑ کر نکل آتے۔ مگر ہری چرن ہنسنے لگے۔ ستیش کی سانس بھی ہنسی طعن آمیز لہجے میں بولیں آؤ۔ کماؤ موت تمہیں رتی غیر عقل نہیں!

ستیش کی بیوی بھوس چڑھا کر الگ ہو بیٹھیں۔ بیچارے کا بوجھ کسی نے نہیں ہمارا دل ہی دل میں وہ گہرت دکھی ہوئے۔ آہنت آہنت بوجھ ہمارا کردہ بھری آواز سے جوے مانا درگاہا تھا۔ دل میں ابھی اور کیا ہے؟

ہری چرن نے ہنسنے ہوئے چوچھا۔ کیوں جی! کیا ہوا؟ آہنت آہنت کیا

کہتے ہو؟

ستیش چن رنے مایوسانہ لہجے میں کہا:۔ جب اپنی حالت خراب ہے۔ تو سوائے کرموں کے بچل کسے اور کیا کہوں؟

ہری:۔ تم بڑے بوڑھ ہو۔ اتنی رات کیوں کر دی؟ اور پیر میں کیا ہوا؟

ستیش:۔ اندھیرے میں ٹھوکر لگ گئی۔ انگوٹھا پھیل گیا۔

ہری چرن بتا دو ہوا خفہ پیو گے؟

ستیش:۔ ٹھہر و ذرا دم سے لوں گے

ہری چرن:۔ کیا کیا لائے؟

ستیش:۔ مچھلی۔ آلو۔ اور پھل وغیرہ سب کچھ لایا ہوں؟

ہری چرن:۔ اور ہماری چیز؟

ہماری چیز سے مطلب ایسوں سے تھا۔ وہ انہوں کھاتے تھے۔

ستیش:۔ لائے ہیں مگر تھوڑی سی

ہری چرن:۔ کتنی

ستیش:۔ چار آنے بھر!

ہری چرن - اتنی کم کیوں؟
 ستیش - پیسے پاس نہیں ہے۔ اس مہینہ کے روپے پیشگی لے کر دے دیئے ہیں
 آج جو کچھ پایا تو انہیں یہ سامان خرید لایا
 ہری چرن - تم میں بھی بڑا عیب ہے۔ کسب پہلے ہی سے لیکر کھا جاتے ہو
 ستیش :- بھوک جھنت زور سے لگی ہے۔
 ہری چرن :- دھوئی کے گھر سے کپڑے لائے ہو؟
 ستیش - ہاں لے آیا ہوں۔

ہری چرن - غلط پیو گتیا کو لائے ہو؟
 ستیش :- لایا ہوں مگر تھوڑی دیر صبر کرو۔ دم لے لوں۔ نو بھروس
 ہری چرن - اسم اس قدر رشتہ الود کیوں ہو؟ کامل آدمی اچھا نہیں ہوتا
 پہلے جلم بھر دو۔ اس کے بعد مانتھ پاؤں دھو کر کپڑے مانتا دو گے
 ستیش چندر سمجھ گئے ہری چرن کو اس وقت افیون کی خواہش ہو رہی ہے
 بغیر جلم بھرے چھٹکارا نہیں حاصل ہوگا۔ اسی وقت جلم بھر کر حقہ تازہ کر لے
 پہلے دو چار کش خود پی کر ہری چرن کو دیا۔ اس کے بعد مانتھ پاؤں دھو کر کپڑے
 بدے۔

ساس جی لو لیں۔ آج ہم سب گھوش مہاشے کے یہاں بیوتے ہیں گئے تھے
 تمہارا بی بیوتہ تھا۔ مگر تمہارا جانا تو ہوا نہیں۔ دیر کو کھانے کی جگہ سے ہری
 اور شب تو کھا بیٹھے نہیں تمہارے اکیلے کے لیے بننے سے رہا۔ تم چوٹے چبٹا لو
 کیوں ٹھیک ہے؟

سب ٹھیک ہی ہے ستیش چندر نے کہنے نہ کہے۔ یا۔ گمیت میں چوٹے
 فلا بازیاں کر رہے تھے۔

وقت پر دوٹھٹی یا چوٹے۔ آدھ پاؤ دو دھ اور نھوڑا سا گولہ ستیش چند نے چپ چاپ بیٹھ کر اسے زہر مار کر۔ کھاپی کر اپنی خواب گاہ میں گئے۔ سبھلی بھونے منانت آمیز لہجہ میں کیا خیریت پوچھی۔

نہایت ہی عاجزانہ کردار وانگیز لہجہ میں ستیش چند نے کہا: "ہنیں،" "ہنیں یہ کہہ کر سبھلی بھون اچھل کر پٹنگ پر بیٹھ گئیں۔ اور ایک ٹیکہ کو ٹیک کر بولیں جم انم منے اٹھا کیوں انہیں بیٹے۔ مجھ جیسی ابدی جلی کو تم بھی نہیں پوچھتے۔ کتنی گنو حنبیا اور جم ہتھ میں نے کی تھی۔ مٹے بھگوان! میرے پاؤں کا خاکہ نہیں! ایک سانش میں ایک یا نت کو فٹم کر کے سبھلی بھون پٹنگ پر منٹ پھر کر پڑ رہیں بہت دھکی اور پریشان خاطر ہو کر ستیش چند ربوے۔ ستو میری بات سنو میرا کوئی تصور نہیں۔ اگر میرے پاس ہونو کیا میں تمہارے لیے ایک کیڑا لاؤں ایسا کبھی ہو سکتا ہے۔

گر کیا کروں۔ بہت مصیبت میں ہوں۔ بھگوان نے اگر میری طرف اپنی نگاہیں پھیری تو سب ڈکھ دو کر ہو جاویگا۔ ورنہ یہ زندگی تو بڑی ہی گئی۔"

زبا دہ چا پوس کی ضرورت نہیں۔ بہت خوشامد ہو چلی۔ میرے نصیب میں آگ لگ گئی ہے۔ میں بہت یحیا ہوں۔ اسی وجہ سے تم جیسے لوگوں سے چیزیں ماننے کو کہتی ہوں۔ یہ کہہ کر سبھلی بھونے منٹھ ڈھانپ لیا۔

ستیش نے کہا کیا کروں، مینے میں چھ روپے ملتے ہیں اس میں ماٹ بازار کا خرچ پھر کچھ کو ہی کرنا پڑتا ہے آٹھ مرنہ مینے میں بازار لگتا ہے آٹھ روپے سے کم خرچ نہیں ہوتا تمہارے بھائی ایک پیسہ ہی نہیں دیتے!

بستر پر پاؤں ٹیک کر سبھلی بھون بولیں تم جیسا مفلس و کنگال دُنیا میں کوئی نہیں۔ دادا دو دو آدمیوں کو کھلاتے ہیں۔ اب اور کیا اپنا گوشت نوچ کر

دیں۔ ایک پیسہ کی بھیلی دو بیگن لانے میں اتنا غرہ! اچھی بات ہے۔ اب نہ لانا
 نہیں جہاں ٹھکانا ہو چلے جاؤ۔ میری قسمت میں جو لکھا ہے وہی ہو گا۔
 بالآخر بھیلی بھونے اپنی جلی کٹی باتوں سے تنیش کو بہت غلبہ اور پریشان
 کر دیا۔ تنیش کو جواب دینے کی بھی ہمت نہ ہوئی یہاں تک کہ بھیلی بھونے نہیں
 بستر پر بھی بیٹھ نہ دیا۔ تنیش پینگ پر جگہ نہ پا کر زمین پر بیٹھ کر ایک لمبی کتاب
 کا اشتہار پڑھنے لگے۔

اس کے بعد جب سنبھلی بھوسو گئیں۔ تو ایک کونے پر کر تنیش نے بھی کسی طرح
 رات کاٹی۔

آٹھواں باب

علی الصباح اٹھ کر ہری چرن نے تنیش سے کہا۔ کھیت میں مزدور جاتے ہیں
 کچھ مزدوروں کو دکن کے کھیت میں اور کچھ کو ہزارنے والے کھیت میں لگا
 کر بعد میں تم اپنے کام پر چلے جانا۔

تنیش چندر کچھ ہچکچا کر بولے۔ اہی دونوں کھیتوں میں کام بناتے بناتے
 دوپہر ہو جاوے گی پھر کام پرک جاؤنگا، کئی دنوں سے دیر کو جاتا ہوں۔ اسو
 سے کل وہ بکتے جھکتے تھے۔

ہری چرن :- تو اس کے بیٹے میں کیا کروں؟ یہ کام بھی تو دیکھنا۔ پچھ روپے
 ماہوار میں دونوں آدمیوں کا کھانا پینا کیسے بھر چلے گا؟
 تنیش چندر نے اور کوئی بات نہیں کہی کہ وہ پر چادر ڈال کر گھر سے
 باہر چلے گئے۔

دس بچے کے قریب ٹھکے مانے۔ پسینہ میں لت پت اور اس منہ بیلے جستیش
پنڈر دا پس آئے۔ اسوقت دیکھا کہ گھر میں ایک پول بجی ہوئی ہے ہری چرن
کے بڑے بہنوئی آئے ہوئے ہیں۔

انکا نام رائے چرن دے تھا۔ وہ ڈھاکے میں مناسب جلیلہ پرمنٹاز
تھے۔ زیادہ چوری وغیرہ ہونے سے انہیں خوب آمدنی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ
بہت کچھ کمائی تھی ان کی عمر قریباً پچاس سال کی تھی۔ مگر دیکھنے میں بہت بڑے سرتے
تھے۔ تھوڑے دنوں تک گاؤں کے پاٹ شمالا میں دو ایک کتابیں پڑھی تھیں
کھنٹا پڑھنا چاہتے جیسا ہو۔ مگر ان کی کمائی خوب ہوتی تھی ان کی بیوی کے جسم پر
سونے کے بیش قیمت زیورات تھے۔ اسی وجہ سے ان کی عزت بھی زیادہ
تھی۔

بہت سے مرد اور عورتیں انہیں گھیر کر کھڑے بیٹھی تھیں۔ وہ ہنس ہنس کر
سب سے باتیں کر رہے تھے ہری چرن کی ماں لائق داماد کے کھانے پینے کے غلام
میں بھرتی معرُوف تھیں۔

ستیش چند نے ان کو گھنٹیں پر زام کیا۔ رائے چرن خط و کتابت کے ذریعہ سے
ان کے واقف تھے ہنس کر بولے۔ کہو بھائی کیسے ہو؟

ستیش :- ایک طرح سے اچھا اسی ہوں۔

رائے جہانتے :- کہاں گئے تھے؟

ستیش :- کھیت اچھ مزدوروں کو کام بنانے گیا تھا۔

رائے :- یہ تو اچھا ہے۔ ہری بابو کا ماتھ جانا ہی چاہیئے۔

ستیش :- گھر میں تو سب اچھے ہیں۔

رائے :- جی ہاں !

ستیش نے جلدی جاری تھا کو لے کر ٹھٹھ بھرا خود پی کر رائے چرن کے ہاتھ میں دیدیا۔ اس کے بعد فوراً ہٹا دھو کر رسوئیں خانہ میں جا کر ساس سے پوچھا: کھانا ہو گیا ہے ناک چھٹا کر ساس جی بولیں۔ ایسے میں بھات کیو مگر بنے جانی یا بوا آگے ہیں کیا دیکھا رہیں تمہارے جسم پر انسان کا چمڑا نہیں ہے۔
ستیش۔ نیچے بازار جاتا ہے۔

ساس۔ تو کیا کروں۔ ایک دن نہ جائیگا تو کیا ہوگا۔
ستیش۔ آج ایک ضروری کام تھا۔

ساس۔ تو اس کہنے سے کیا ہوگا؟ بھات ہونے میں ابھی دیر ہے۔ پہلے رائے چرن کے بیٹے کھانا ہو جائے گا تب تمہارے بیٹے پکیسکا
ستیش۔ ابھی تو بہت دیر ہے تو آج جانا نہیں ہوگا۔ ناشتہ کے بیٹے کچھ ہوتے
ساس۔ یہ نہیں جلدی میں کچھ نہیں بن سکا۔ ذرا سا گڑے لو۔ اور پانی پی لو
ستیش چند رے گڑے کھا کر پانی پیا۔ اس کے بعد دیوی مند میں چلے گئے۔ اس دن کام پر نہیں جاسکے۔ اس بیٹے ان کا دل تلکین تھا۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آج کئی ضروری کام ہیں۔ مالک نے جلدی آنے کے لیے کہا تھا مگر جائیں کیونکہ کل اس وقت کھانا کھا یا تھا۔ شام کو ضرور چٹوڑے چھا کر ہی رہنا پڑا تھا۔ اس وقت بھوک کی وجہ سے وہ بیتاب ہو رہے تھے اور جسم کا بپ رہا تھا۔

رائے چرن نے ہٹا دھو کر ناشتہ کیا۔ بعد میں کچھ پیاز اس گھے کھائے۔ پان کھاتے کھاتے وہ دیوی مند میں پہنچے ہری چرن بھی ہٹا دھو کر ناشتہ کر کے وہیں آگئے۔ محلہ کے شیاما چرن ہری واس اور بل کار بھی آکر بیٹھے۔ سب کی رائے سے ٹھٹھ بھرتے کا کام ستیش چندر کے ہی سپرد ہو چکا تھا۔ بھر لائے۔ اس کے بعد ناشتہ کا کھیل شروع ہو گیا۔

گھٹے ڈیڑھ گھنٹے بعد رائے چرن اور ہری چرن کھانا کھانے کے لیے بکٹے گئے۔ ستیش چندر نے پوچھا۔ میں بھی چلوں؟
جواب ملا۔ نہیں تمہارے بچے ابھی نہیں بنا۔
ستیش چندر نے غصہ میں بھر کر اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ رائے چرن اور ہری چرن دونوں گھر کی طرف چلے گئے؟
شیاما چرن نے پوچھا۔ ستیش چندر تم کب کھانا کھاؤ گے۔
ستیش:- جب بنے گا۔

بکل دس بجے نہیں کھاؤ واما د آیا ہے۔ اس کے بیٹے عمہ عمہ چیزیں بنی ہیں۔ ہری چرن بھی انہیں کے ساتھ کھائی گئے۔ اور یہ گھر کے نوکر ہیں۔ کہ نہیں۔ ان کے لیے ابھی تک موٹا چاول نہیں ہوا۔

ستیش بابو جو اندام نہ تھا۔ آپ تو پڑھے لکھے۔ ذی فہم شخص ہیں عالی نسب ہیں پھر آپ یہاں کیوں پڑے ہیں؟ جب آپ کے گھر بار موجود ہے۔ تو وہاں کیوں نہیں رہتے؟ اگر بھائیوں سے نہیں ملتی۔ تو الگ رہیے۔ مگر کہا پڑے جو اس طرح ذلت و نیست کی زندگی بسر کرنا اچھا نہیں۔ سسرال کی غلامی کیا سہی ہوئی ہے؟

ستیش:- یہ سب بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

دس بجے پہنچے۔ بیچہ رائے چرن اور ہری چرن دونوں کھانا کھا کر واپس آئے۔ ہری چرن کے ستیش سے کہا۔ جاؤ تم بھی کھانا کھاؤ۔ حقہ پیتے جاؤ۔ بھر کر ڈبیا سے کھانا پیو۔ پھر کھانا کھانے جانا۔

نہایت ہی غمزوہ دل سے حقہ کے ستیش چندر گھر گئے اور حکم بجا کر کھانا کھانے بیٹھے ان کے لیے موٹے چاول ا بال و بے گئے نلھے بڑی دقتوں سے

تو داپنے پاس سے دیکر کل جو مچھلی لائے تھے اس میں سے ایک ٹکڑا بھی ستیش
چندر کو دلا۔ اس ہمارائی نے یہ کہہ کر سمجھا دیا رائے چرن بہت دنوں بعد کے
میں۔ جو مچھلی کل لائے تھے وہ آج کام میں آگئی۔ ہری بھی ساتھ ہی کھانے بیٹھ
گیا تھا۔ اسے بھی دینی پڑی۔ دو تین ٹکڑے باقی رہ گئے ہیں۔ رشتہ تو ابھی بیماری
سے اٹھتی ہے اس کے لیے رنجھی ہے۔ اور جو کچھ سزی ترکاریاں ہیں وہ شام کے
بیٹے رکھی رہیں گی۔ کیونکہ شام کو ٹکڑا کوری کہاں سے آئے گی۔ یہاں ملتی نہیں؟
ان باتوں پر ستیش چندر کو کسی قسم کی مخالفت یا مباحثہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی
اس لیے انہوں نے موٹے چاول دال اور عیاجی سے اپنا پیٹ بھر لیا۔ کچھ انہیں
پہلے بھی نہیں ملتا تھا۔ آج بھی نہیں ملا۔

تواں باب

رات کو کھانا وغیرہ سے فارغ ہو کر ستیش چندر کو بستر پر لیٹے۔ لیٹے کتنی
ہی دیر ہو گئی۔ مگر ان کی بیوی نہیں آئی۔ اب تک کیوں نہیں آئی؟ سوئیں خانہ
کا چراغ بجھا ہوا تھا۔ سب اپنا اپنا کام کر کے چلے گئے تھے ستیش چندر بھی باہر
چلے گئے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ آواز ان کی حافی پہنائی ہوئی تھی۔ ان کی بیوی کی آواز
تھی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ جھانک کر دیکھا۔ رائے چرن دبتر پر لیٹے ہوئے تھے
ان کی آنکھیں جھپک رہی تھیں پاس ہی سنجھلی ہوا بیٹھی ہوئی محبت کے رس
میں ڈوبا ہوا گانا گاتا رہی تھی۔ انہیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوا۔ مگر اتنا حوصلہ نہ
ہوا۔ کہ وہ بیوی کو بلا لیں۔ شاید وہ دینک گائی رہے۔ اسی وجہ سے وہ

وہاں سے برٹ بھی دے۔ چپ چاپ کھڑے ہوئے دیکھتے اور سستے رہے۔
عین اُسوقت ناگیاں اُن کی ساس جی بھی وہاں پہنچ گئیں تیش کو اس
جگہ کھڑے ہوئے جھانکتے دیکھ کر ایک مرتبہ نیل کے بیگن کی طرح جل اٹھیں
بیچیدہ آواز سے عرض کیا: "ذرا سوتو جی!"

تیش نے گھوم کر دیکھا۔ انکی ساس اُنہیں بلارہی تھی۔ وہ اُنہیں کے
کمرے میں چلے گئے ساس جی اماوس کی کالی رات کی طرح اپنا منہ بنا کر بولیں
وہاں کھڑے ہوئے کیا دیکھتے تھے؟

سینش بڑبڑا: "کچھ نہیں باہر جا رہا تھا۔ ذرا ادھر بھی نظر چلی گئی۔"

ساس: "بھلا اس طرح بھی کوئی دیکھتا ہے۔ ہنسوتی کے ساتھ سالی کیا
کرتی ہے۔ یہ اوٹ میں ٹھہر کر کون دیکھتا ہے؟"

تیش: "نہیں ماں! میں تو دیکھتا ہوں۔ شریف گھرنے کی پھوپھیاں بڑا
ہنسوتی کو بڑے بھائی کی طرح اور چھوٹے کو چھوٹے بھائی کی طرح مانتی ہیں
میری آنکھوں کے پئے یہ کیا نظارہ ہے؟"

یکایک خاموش ناگن جس طرح پتھر مارنے سے چونک کر زور سے پھینکاتی
ہے اسی طرح تیش کی ساس گرج کر بولی: "ہم سب بازاری رندیاں ہیں
اسی پئے ایسا کرتی ہیں بھاری مان نہیں سکتی اور ہم لوگ اسنی؟"

خوفناک اور کالی ناگن کو دیکھ کر جس طرح انسان خائف ہو جاتا ہے اسی
طرح تیش ڈر کر درو بھی آواز سے بولے: "ماں! مجھے معاف کرو۔
میں نے تو کچھ کہا بھی نہیں اور نہ کوئی بڑا کام کام کیا صرف ایک مرتبہ اُدھ دیکھا

ہی تھا؟"

اسپر بھی ساس کو غصہ فرد نہ ہوا۔ وہ بولیں: "تم نے کیوں دیکھا۔ ایسا بھین

دل تمہارے جیسے جاہلوں کا ہی ہونا ہے۔ اچھا اگر وہ اس وقت اپنے بہنوئی کے کاغذ پاؤں دیا تے ہوتی تو سیتیش کا دل دھڑکنے لگا۔ مگر کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ ساس بھارانی ان کے خاندانی تعلیم اور کم ظرفی پر مدلل تفسیر کرتے کرتے گھر چلی گئیں۔

معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے جا کر یہ تمام باتیں اپنی لڑکی کے گوشہ گزار کر دی ہیں اور اسے اپنی خواہشات میں سونے کا حکم دیا یا اس طرح بیس کی کالی گٹھا کی طرح اپنے منہ پر کالی ٹہیں چھٹکا کر شخص ہو اپنی خواہشات میں آئیں اور بیساکہ کی بارش کی طرح ٹھوڑی دیر تک برس گرنے کی تیش سے پوچھا۔

کیا ہوا؟

سیتیش چند رہسکر اٹھے۔ من کی مسکراہٹ روکھا پین بیٹے ہوئے غمی۔ پوسٹنگو بنجھلی بھو بھو بھو چڑھا کر بولیں۔ تم کیا دیکھنے لگے تھے؟ سیتیش:- اپنی شراذہ!

بنجھلی بھو:- اگر ایسا ہوتا۔ تو سب جھگڑے ہی نہ ہٹ گئے ہوتے۔ سیتیش:- میں بھی انیورسے رات وقت ہی درخواست کیا کرتا ہوں مگر تم سستی سے میری یہ درخواست منظور نہیں ہوتی۔

بنجھلی بھو:- باتیں بنانے میں تو بڑے شیر مرد ہو۔ ہر طرح سے جلاتے رہتے ہو ہر بات میں آگ برساتے ہو نہ تم جیسا جس عورت کو شہر ہے۔ اس جیسی لہجہ عورت دیا میں کوئی نہیں کر۔

سیتیش:- یہ بات جھوٹ نہیں ہے۔ آخر میں نے کیا کیا؟ اتنا غصہ کس بیٹے؟ بنجھلی بھو:- وہ کھاتے پینے کو دیتے والا کوئی نہیں۔ ناک کاٹنے والے کو سائیں اپنے خفیہ بہنوئی کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے میں ناامک جھاٹکے ہوتی ہے

اڑ میں جھٹکوں کھڑے بھی رہے۔ اور اُس پر ماں کو جو منٹھ میں بڑا بھلا آیا۔ کہہ سنا یا کیوں؟ اتنی گرمی کیوں؟ راجیگے۔ تو غلام بن کر اور دماغ ہو گا آسمان پر! سستیش نے میں نے کسی قسم کی گرمی کا اظہار نہیں کیا صرف غلام ہی کیوں؟ غلام ہو غلام بہ بھگوان نے جب اس حالت میں رکھا ہے۔ تو رہنا ہی پڑیگا۔ اپنے کریم بھلی بھگوان پڑے گا۔

سختھلی بھنو۔ جو جیسا شخص ہو۔ اسے اسی حالت میں رہنا مناسب ہے اپنے کریم بھلی بھلی آپ نہیں بھو گئے۔ تو کیا تمہارے لیے کوئی دوسرا ایگیا؟ سستیش:- یہ تو ٹھیک ہی ہے۔ اب رات زیادہ آگئی ہے۔ سونا ہو گیا نہیں؟ سختھلی بھنو۔ میں نہ سو سکی!

سستیش:- تو جیو بھنوئی صاحب کو دو چار گانے اور سناؤ! غصہ میں بھری ہوئی شیرنی کے سر پر پتھر مارنے سے جسطرح وہ اُچھل کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سختھلی بھنو بھی کھڑی ہو گئیں۔ اور گرج کر بولیں تو کیا ہیں گانا گاتی پھرتی ہوں۔ میں کیا۔۔۔۔۔

سستیش جتنے رگھو راہے۔ جلدی سے سختھلی بھنو کا ہاتھ پکڑ کر بولے۔ چلاؤ نہیں ایشور کے لیے آہستہ آہستہ بولو۔ میں نے تو تمہیں کچھ کہا نہیں۔ کہا بھی ہو تو معاف کرو۔ اگر تمہاری ماں سن لے گی۔ تو آکر سینکڑوں گالیاں سنائیگی۔ سختھلی بھنو:- تو یہاں رہتے کیوں رہتے ہو۔ اچھوں میں کیوں چلے جاتے؟ بڑا گرمی بڑا گرمی تو ان بڑوں میں کیوں رہتے ہو۔ اچھوں میں کیوں چلے جاتے؟ سستیش نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ سختھلی بھنو کی آواز تو سائیں آسمان تک پہنچتی جا رہی تھی۔ اگر کہیں ساس آگئی تو مہا بھارت بھا دیں گی۔ اسوجہ سے بیچارے خاموشی سے سختھلی بھنو تھوڑی دیر تک تھک کر سو رہیں۔

دسوال باب

دوسرے دن کچیت سے لوٹ کر جلدی جلدی ہنا کر تیش چندر جو وقت کھانا کھانے گئے اسوقت ساس جی ان کے سامنے بھانت کی بھانت کی رکھ کر بولیں۔ داماد گھر میں ہے۔ اتنے سویرے بھانت نہیں بن سکیگا۔ اسی وجہ سے کل رات کو ہی بنا کر رکھ دیا تھا۔

مسترت آمیز لہجہ میں تیش چندر بولے۔ اچھا کیا۔ کل کھانا نہ بنے سے کام پر نہیں جا سکا۔ کھانا نہ ہونے سے کام پر نہیں جاسکے اتنی بڑی بات ساس جی کو نا قابل برداشت ہوئی غصہ میں بھر کر بولیں۔ سنو جی! ہنساری باہیں گنواروں کی سی ہوتی رہیں۔ اسی لئے تم سے ہنساری ماں۔ اور بھائیوں سے نہیں بنتی۔ کبتیں کھانا نہیں ملا اب یہ کھنک کا ٹیکا لگاؤ گئے لوگ سینکے تو کیا کہیں گے۔ یہ میرے ہر ایک کے ہنا کھانا بھی نہیں۔

تیش چندر نے عاجزانہ انداز سے کہا۔ نہیں نہیں۔ میں نے تو یہ نہیں کہا۔ کل داد آئے تھے۔ اس لئے جلدی نہیں بن سکا تھا۔

ساس :- یہ دیکھو تمہاری بات نتیجہ ہوتی ہے۔ رٹے آئے ہیں۔ اسی وجہ سے نہیں کھانا نہیں ملا۔ ہنہ کی پانچوں انگلیاں برابر ہوتی ہیں کسی کو کاٹو۔ دیکھ کیساں ہی ہوگا۔ مگر ہر دم لوگ سینکے تو کیا کہیں گے ہکھانا کپڑا دیکر پالو پوسو۔ اس پر یہ کلنگ و سی سے کہتے ہیں کہ دودھ پلا کر سانپ پالنا!

جو بات کہی جاتی ہے۔ وہی آئی پڑتی ہے۔ یہ دیکھ کر تیش چندر خاموش رہ گئے اور کھاپی کر اپنے کمرے میں چلے گئے سبجملی ہو اپنے کمرے میں موجود

تھیں کل رات سے انہوں نے تیش چندر سے بول چال بند کر دی تھی سبب یہ تھا کہ
نے ایک پان مالکا۔ بھلی ہونے سنی ان سنی کر دی اور باہر چلیں گئیں۔
دو صر وقت ہو گیا تھا۔ اس بیٹے پان کا اسلر چھوڑ کر تیش چندر ایک بھٹا کرنا
پہنکر اور سبلی چادر کندھے پر ڈالکر اپنے کام پر چلے گئے۔ رات میں چھوٹے سائے
رادھا چرن کے ملاقات ہوئی۔ بہت دنوں کے بعد وہ گھر آ رہے تھے۔ دونوں
نے ایک دوسرے کی خیر و عافیت دریافت کی۔ اور اپنے اپنے راستے پر چلے
گئے۔

تیش چندر رات پر پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی ان کے مالک نے ڈانٹ
ڈیپٹ مزدور کی بالآخر انہوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ کوئی چالان کی مال گاڈیا
ٹیشن پر گئی تھیں۔ تمہیں انکے ساتھ جانے کو کہا تھا۔ مگر تم آئے نہیں۔ تمہارے
جیسے سٹت الوجو شخص سے ہمارا کام نہیں چلیگا۔ آج تم اپنا حساب کو کوئل سے
نہ آؤ گے۔

تیش چندر چپ چاپ سر جھکا کر کام کرنے لگے۔ گویا یہ باتیں کسی دوسرے
سے کہی جا رہی تھیں۔ اور ان سے کوئی مطلب ہی نہیں۔
وہ چار بار ایک جھک کر مالک صاحب کے سامنے خاموش ہو رہے۔ مگر بطور جبینہ طعنے
تقریر پر اس قدر کہہ دیا کہ اگر کچھ بھی ایسا ہو گا۔ تو گروں میں ہاتھ دے کر ہم دو کوئل
سے باہر نکال دیں گے۔

تیش چندر نے دل ہی دل میں سوچا۔ جس کے پاس روپیہ نہیں۔ اس سے
یہ کام بائیں برداشت کرنی چاہئیں۔ لیکن اگر اچھا لگے گا کوئی ہمدرد اور بھی
خواہ ہوتا۔ تو کہہ دیتا کہ روپے کے بیٹے وراثت اس طرح بے عزتی برداشت کرنے
سے مرنا ہی بہتر ہے۔ تیش کی بے عزتی کا سبب روپے کی عدم موجودگی نہیں تھی

اس کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔

ماں :- اچھا تو بڑھتا جا۔ رائے چرن سمجھاتے جائیگے؟
 رادھا چرن :- کیوں دے ماسٹرا! اچی رام رام! اٹوے ہاتھ کیا سمجھیں گے
 ان لوگوں میں یہ علم کہاں! رائے ہاتھ ابھی آئے نہیں وہ ہونے کو سمجھا دینا
 ماں کو بڑا تعجب ہوا۔ جو رادھا چرن کی سمجھ میں نہیں آیا جسے اتنے بڑے
 کماؤ داماد رائے چرن نہیں سمجھ سکتے۔ اسے سمجھا کیلئے۔ چھ روپے ماہوار کے ملازم
 رائے ہاتھ عرف سنیش۔

ماں کو اس بات پر یقین نہیں آیا۔ بولی :- رائے ہمارے پڑھے لکھے آدمی
 ہیں۔ تو بول تو سہی وہ سمجھا دینگے؟
 رائے چرن سر کھلانے ہوئے بتایا دیا کی بات ہے۔ اس کا کیا سمجھا
 اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ انسان کو انسان پر ہر بانی رکھنی چاہیئے۔ شاستر بھی
 یہی کہتا ہے؟

رادھا چرن ہانک کر کہنے لگا :- عین اسی وقت سنیش چند روکے آموچہ
 ہوئے۔ رادھا چرن بول اٹھا۔ آپ آگئے باا، وے ہاتھ سے نے بیگھنا دیکھو
 ایک شکر کا خوب زخم کیا۔ شئے۔ یہ کہہ کر اس نے پھر ہی شعر پڑھا۔ اور سنیش سے
 اس کا مطلب بیان کرنے کے لیے اصرار کیا۔ سنیش نے نہایت قابلیت سے
 اس کے مطالب ذہن نشین کر لئے۔ مگر ساجی کو اب بھی یقین نہ آیا وہ سمجھیں
 کہ بڑے چھائی بابو بہت سارے پیسے پیدا کرتے ہیں۔ تو اتنے روپے کمانے والا شخص
 کیا کبھی پڑھے لکھے میں کیا ہو سکتا ہے۔ انہیں یقین تھا کہ جو کچھ بڑے داماد نے بتایا
 ہے۔ وہی ٹھیک ہے۔ باقی سب غلط۔ اگر سنیش لکھنا پڑھنا جانتا۔ تو اس کی
 جبری حالت کیوں ہوتی۔ علاموں کی زندگی کس لیے بسر کرتا ہا رائے چرن عروے

پڑے کی طرح بچوں گئے۔ اسی غرور میں غصہ نے بھی اکرا اپنا قبضہ جمایا۔ مگر غصہ رادھا پر
پردہ آیا اس کی بوجھاڑ بد نصیبیتیش چندر پر پڑی تیش جیسے کمزور پر غصہ آتا ہے
سیارے اپنے کمرے میں چلے گئے ہا

رائے چرن بھی غصہ سے بھرے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے ساس نے
رکھی سے کہا: بیٹی جابھائی بابو کو پان دے آج جمانی کا مطلب رائے چرن سے
تھا اور رٹکی سے مطلب تیش چندر کی بیوی سے تھا۔ شیو موہنی اٹھیں اور
اٹھ کر عیسیں گئیں۔ رادھا چرن نے کچھ دیر پڑھ کر کتاب بند کر دی۔ اور
سب لوگ ریشی اپنی جگہ پر چلے گئے ہا

بجھلی بھو رائے چرن کے کمرے میں گئیں۔ تیش چندر نے کپڑے اتار کر
ہاتھ پاؤں دھونے چاہے۔ مگر پانی نہیں تھا۔ کچھ دیر تک سمجھلی بھو کا انتظار
کرتے رہے۔ مگر جب وہ نہ آئیں تو خود ہی گھڑا لے کر گئے۔ اور کنوئیں سے پانی
لا کر ہاتھ پاؤں دھوئے ازاں بعد خشک منہ اور اور اس نگاہوں سے
سمجھلی بھو کا راستہ دیکھنے لگے۔ مگر بہت دیر گزر گئی وہ نہ آئیں ہا

اب تیش چندر کے سر پر پیر دہی لگا نہ تھی کاجھوت سوار ہوا۔ باہر جا کر کمرے
کے پاس دبے پاؤں گئے اور دلی ہوئی گونگھکتی آواز میں پکارا:۔ ذرا یہاں

آؤ ایک کام ہے ہا
رائے چرن نے سمجھلی بھو سے کہاے جاؤ۔ جاؤ ہم شیر ہیں۔ تمہیں کھا جائیگے
تمہارے شوہر ڈرتے ہیں۔ کہ میا داکہیں کاٹ کھائیں گے
تیش یہ پراسرار گفتگو نہ سمجھ سکے۔ سمجھلی بھو غصہ میں بھری ہوئی بجلی کی طرح
چمکتی اور بادل کی طرح گرجتی ہوئی اپنی خوابگاہ میں آئیں۔ تیش پھر پیچھے پیچھے
تھے ہا

بجھلی ہوئے پھیل کر اور بجھوں چڑھا کر بولیں :- کیا ہوا؟ موت آنے لگی تھی
کیا جاتے ہو گئے شرم بھی نہیں آتی؟

ستیش :- بلایا اس لیے کہ بہت دیر سے تمہیں دیکھا نہیں تھا۔ اتنی دیر
اٹھے ہوئی ایک مرتبہ بھی پاس نہیں آئیں؟

بجھلی ہوئے :- جی جی! لوگ دیکھنے کے تو کیا کہیں گے؟

ستیش :- میرے پاس آنے سے لوگ سب کچھ کہیں گے اور بہنوئی کیساتھ
خلوت میں بیٹھنے سے کوئی کچھ نہ کہے گا؟

جتنے ہوئے بھی میں پانی کا جھینٹا پڑنے سے جس طرح زور سے لڑا کرتا تھا
بجھلی ہوئے اسی طرح جل اٹھیں۔ انگارے کی طرح لال لال چہرہ بنا کر غصہ
سے کانپتے ہوئے لہجہ میں گون کر بولیں :- جم باتم آؤ اور مجھے جاؤ۔ بٹے میں کہاں
چلی جاؤں۔ بہنوئی کے پاس بیٹھنے سے اتنی بدگمانی!

لڑکی کی یہ گفتگو رگڑ رگڑ کر اس غصہ سے کانپتی ہوئی آہنچی؟

ماں کو دیکھ کر لڑکی چلا اٹھی۔ روتے روتے بولی :- میں لگے میں پھانسی لگا کر
مر جاؤں گی۔ دے ہمارے پاس ہے بھگوان! میں مر جاؤں! ابھی مر جاؤں
اب کیا تھا؟ اللہ دے اور بندہ دے، والی مثل صادق آئی۔ چلا کر اس

ہمارا بی بیوں سے ہمارا چھاتی پر بیٹھا بیٹھا کھائے گا۔ ہمارے ہی
گھر میں رہے گا۔ اور ہمارا لڑکی کو اس طرح جلائے گا۔ تیرے لیے کیا اب ہمارے
رشتہ دار نہیں آئیں گے۔ یا ہمارے لڑکے یا لے گھر میں نہیں رہیں گے؟

چہ شہ شہ شہ

باب ہواں

اس دن تمام مکان میں ایک کھرام سا بیج گیا۔ محلہ کے چند لوگ گھبرا کر دماغ نیچے۔ ساس ہمارا لانی کے منہ سے سب نے یہ سنا کہ شبہ موہنی کو رائے چرن کے کمرے میں صرف ایک مرتبہ جاتے ہوئے دیکھ کر ستیش چند نے اسے بہت کچھ برا بھلا کہا ہے۔ اور مارنے کے لیے بھی تیار ہوئے تھے۔ رائے چرن کو ستیش سے پہلے ہی جلے بھٹے بیٹھے تھے۔ اس وقت موقع پا کر بڑے خانہ داد اور پالو گشتا یہ دونوں جب کسی دوسرے کو گھر میں آنے ہوئے دیکھتے ہیں تو جل مرتے ہیں۔ اس لیے میں یہاں نہیں رہوں گا۔ کل صبح ہی چلا جاؤنگا۔

ساس جی بولیں :- ہے بھگوان اب میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ اس وقت اگر گھوش بوڑھے کھوسٹ کو ہائی۔ تو جھاڑو مار مار کر تمام کسز نکال لیتی۔ اسی جل موٹے نے میری سونے کی پتی کو ایسے بد نصیب کے ماتھے میں دیا تھا مجھے اور میری بچی کو جلا جلا کر خاک کئے ڈالتا ہے۔

ہری چرن بڑے برس نو ستیش! اب تم اپنے لیے کوئی اور گھر دیکھو۔ تمہارا گھر اب یہاں نہ ہو گا۔

ستیش چند را بچی تک خاموش کھڑے تھے۔ ہری چرن کی یہ بات شکوہ ہے۔ ایسا ہی ہو گا۔ اچھی بات ہے یا یہ کہہ کر ہری چرن چلے گئے رٹ چرن جی بڑ بڑاتے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوئے۔ رفتہ رفتہ تمام لوگ روانہ ہوئے صرف ستیش ہی اس کمرے میں بیٹھے رہے ان کی حالت دماغ میں گرفتار جاوے کی تھی

ان کے دل میں اس وقت اگرچہ جل رہی تھی۔ کس نے ہم نے کیا کہا؟ سمجھتی تھی۔

میں دیکھیں اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں کیا یہی اس کا معاوضہ ہے
 دل کی اندرونی رگوں سے ایک آہ سرد نکلی وہ بستر پر جا کر پڑے۔ رقتہ رقتہ
 رات زیادہ گزر گئی۔ راتے چرن اور ہری چرن جب کھانا کھا چکے تو سیتش
 بٹائے گئے انہوں نے کہہ دیا میں اس وقت نہیں کھاؤنگا۔ طبیعت ٹھک نہیں
 سس بولیں۔ بابو پرامان گئے ہیں تو مانا کریں یہاں کوئی برداشت کرنے
 والا نہیں ہے کھانا وغیرہ کھا کر پان چبانے چبانے وقت مقررہ پر بھجلی
 ہو نہ خواہ گاہ میں آئیں۔ مگر سیتش سے بغیر بولے چالے ہی بستر پر پڑے سیتش
 نے بھی کچھ نہیں کہا۔ جب رات بہت گزر گئی اور گھر کے سب لوگ اپنے اپنے
 ٹھکانے پہنچ گئے۔ تو بھجلی ہو کو جگا کر سیتش نے کہا: تمہکر ذرا میری ایک بات
 سن لو۔ بہت لا پر واہی اور غصہ میں بھری ہو میں بھجلی ہو بولیں: آدھی رات
 کو کسی بات کہنی ہے۔ نہ معلوم کب بھگوان تمہارے پنجہ سے مجھے نجات دلاؤ گے
 ایک سرد آہ بھر کر سیتش نے کہا: آج ہی آج ہی آخری رات ہے آج سے
 تم آرام سے رہنا بھجلی ہو! جان سے زیادہ تمہیں پیا رکھا۔ تمہارے بٹے
 مان بھائی بھادراج جیسے گھر بار بھی چھوڑ دیا۔ گاؤں چھوڑ۔ پرلے دروازے
 پر پڑ کر غلامی کی۔ یہ عزتی گوارا کی۔ گائیاں سیتیں۔ تمہاری محنت کے دام
 میں پھنس کر کیا کیا نہیں کیا ہاں مگر تم نے اس کا معاوضہ خوب دیا
 غمنہ لال کر کے تمہیں چڑھا کر۔ تمکنت آمیز لہجہ میں بھجلی ہو نے کہا
 میرے ہی لئے سب کچھ چھوڑا۔ میں ہی تمہاری دشمن ہوں۔ تو پھر تم میرے ساتھ
 کیوں رہتے ہو۔ جہاں شکہ ہے وہاں کیوں نہیں چلے جاتے؟
 سیتش نے: وہاں بائیں وہاں اب نہ جاؤنگا۔ دنیا دیکھی۔ دنیا کی محنت
 دیکھی اب جہاں روپیہ ہے۔ وہاں جاؤنگا

منجھلی بھوہ۔ جہاں مرضی ہو۔ وہاں جاؤ میٹھے کیا ہاتھ جگا کر جلاتے کیوں ہو؟
 ستیش :- اگر تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔ نواب نہ جگاؤ لگا۔ تم سکھ سے سو رہو
 مگر ایک بات سن لو۔ تمہارے بیٹے ایک شیشی نہایت ہی خوشبو دار تیل لے آیا
 ہوں وہ لے لو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب اس زندگی میں اور کوئی چیز نہ دے کو لگا
 ستیش کی آنکھیں کھل گئیں۔ تیل کی شیشی منجھلی بھوہ کے ہاتھ میں دیدی
 اس قدر خاطر کی ضرورت نہیں کہ لگا منجھلی بھوہ شیشی اٹکی طرف پھینک دی
 منجھلی بھوہ بستر پر تھیں ستیش پیچھے بیٹھے ہوئے تھے شیشی اگر ستیش کے سر پر پڑی
 ٹوٹی نہیں۔ مگر سر چٹ کر ایک جگہ سے خون نکلنے لگا۔ منجھلی بھوہ نے ایک بار نظر
 ڈالی۔ اور کروٹ بدل کر پڑیں۔ خون بند کرنے کے لیے کوئی تدبیر نہ کی
 ستیش پیٹھ پر ہونے والے پانی سے زخم دھویا۔ اس کے کرتا۔ چادر اور ٹوٹا
 بچھا کر لے کر منجھلی بھوہ اور اٹھ کر دروازہ کھولا۔ اس زندگی
 میں کبھی ملاقات نہ ہوگی یہی ملاقات آخری ہے
 منجھلی بھوہ نے کروٹ بدلا کر دیکھا ستیش کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو
 رہی ہیں اور انکا تمام جسم درد و غم کا ایک جڑ قلعہ نظر آ رہا ہے۔ سر سے
 اب تک خون بہہ رہا ہے

ستیش چندر پھر وہاں نہیں ٹھہرے۔ اسی خاموش اور پرسکون رات کے
 سناٹے میں گھر سے نکل پڑے۔

منجھلی بھوہ نے سوچا کہ ابھی بوٹ آئیگی۔ مگرے میں شمع مزار کی طرح
 ایک دھندلی سی روشنی کا چراغ ٹٹا رہا تھا۔ کھڑکی کے ذریعہ ہوا آہستہ
 آہستہ آہی تھی۔ اور؟ سکی روشنی کانپ رہی تھی اور شیشی سے گھرے ہوئے
 تیل کی خوشبو درد و دیوار کو محسوس کر رہی تھی۔ اب اتنے ہیں۔ اسی فکر میں

بجھلی ہو دینک انتظار کرتی رہیں۔ مگر کوئی نہ آیا۔ تو کیا نہ آئیے؟ ہر چیخ پلے گئے۔ دوائے جواب ہی دیدیا تھا۔ ماں نے بھی بڑی بھلی سنائی تھیں مجھ سیاہ بخت نے بھی جلی گئی سنائے میں کس نہ رکھی شیشی پھینک کر خون کی دھار رواں کر دی اس لیے کیا اب نہ آئیے؟ تو میں نے جانے سے کیوں نہیں روکا؟ اگر میں روکتی۔ تو وہ ہرگز نہ جاتے۔ بجھلی ہو کی آنکھوں میں آنسو آگئے آنچل سے آنسو پوچھ کر وہ دروازے کے پاس لگیں۔ باہر جھانک کر دیکھا تو چاروں طرف حیات کا تار بکی چھائی ہوئی تھی وہ دروازہ بند کر کے دینر بیٹھیں

تیرھواں باب

بجھلی ہو۔ جب صبح سوکر اٹھیں تو انھیں تمام مکان بالکل سونا سا معلوم ہوا۔ ہر چمن نے ماں سے پوچھا تمہارے چھوٹے داماد کہاں پھر لکھت جائیگے یا نہیں؟

مجھ پر چڑھا کر ماں نے کہا: کیا معلوم؟ مجھے یہ سب باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ رائے چرن کل ناراض ہو گئے تھے۔ آج صبح جانے کو کہنے لگے اب کیا کچھ ہر چرن:۔ کہیں گے کیا؟ وہ کیا ایسا کر سکتے ہیں۔ ایسا آدمی ہونا مشکل ہے۔ مگر نہ معلوم کس نپٹیا کے پھل سے یہ چھوٹے داماد ملے

ماں: قسمت پیری پھوٹی قسمت کے پھل سے

ہری چرن:۔ اب وہ کہاں گئے۔ دکن کے کھیت میں جانا ضروری ہے؟

ماں:۔ تلاش کرو۔

ہری چرن:۔ سب تو سے پوچھو۔

ماں نے جا کر بیٹی سے پوچھا۔ بڑے باپ کے بیٹے کہاں گئے؟
 وہ عمو کا ستیش کو تہ بڑے باپ کے بیٹے کا کہہ کر مٹا دیتی تھیں۔
 شبتو نے ٹھیکین لہجہ میں کہا۔۔۔ کل رات کو کہیں چلے گئے۔
 ماں :- جا بیٹے کہاں؟ گھر ہی گئے ہو گئے۔ گئے تو جانے دو۔ بچے بائیں اچھی نہیں
 لگتیں اور دنوں میں جب کوئی ستیش کو کچھ کہتا۔ تو سمجھتی۔ بھوکو کہ اچھی ناگو اور خاطر
 نہ معلوم ہوتا تھا مگر آج انہیں ماں کی باتیں بہت بُری معلوم ہوئیں۔ بولیں
 اگر چلے گئے تو جبر کیا کیا؟ کیا ہمیشہ ہی تمہارے گھر پر رہے ہونگے؟
 ماں نے رطائی کی بات نہیں سنی۔ بیٹے سے جا کر کہنے لگیں ستیش کل رات
 کو کہیں چلے گئے؟

ہرچرن بہت غصہ ہو کر بولے۔ دیکھو کیسا تک حرام ہے؟ ان دنوں کام زیادہ
 اچھا تھا اسی وجہ سے بھاگ گیا۔

رادھا چرن بھائی کی بات سن کر بہت دکھی ہوئے وولے۔ کل تم لوگوں نے
 انہیں جو جو باتیں کہیں۔ انہیں سن کر وہ چلے نہ جائیں۔ تو کیا کریں؟ تم نے
 جیسا حقیر سمجھ رکھا ہے وہیے نہیں ہیں۔ تم لوگ انہیں جتنی رہہ حیثیت سمجھتے
 ہو۔ دراصل نہیں ہیں۔ مگر کیا کریں؟ ہمیشہ ایک سے دن نہیں رہتے!

انسو کوں سے بھری ہوئی آنکھوں سے جھٹکی ہوئے رادھا چرن کے چہرہ
 پر نظر ڈالتے ہوئے یہ بات سنی۔ اندر کی گہری سانس اندر ہی دبا کر لے لیں
 میں نے سینکڑوں قصور کئے مگر انہوں نے مجھے کبھی آدمی بات نہیں کہی
 دن کیساں نہیں رہتے!

جھٹکی ہوئے رادھا چرن کو تنہائی میں بلا کر کہا۔ ایک بات کہتی ہوں کہ:-
 رادھا چرن:- کہو کیا؟

سبحانہ! یہ ہے۔ میں پیسے دینا چاہتا تھا۔ کسی آدمی کو سسرال بھیجتے۔
 برا دھا چرن۔ کیوں؟ رائے ہاشمی کی خیر کے لیے؟
 سبحانہ! یہ ہے۔ میں دھار دے گا۔ یہ بھی طرح تو پہنچ گئے! یہ بڑے آئے
 برا دھا۔ اچھا جاتا ہوں۔ پیسے نہیں نہیں دیتے پڑیں گے۔ میرے پاس ہیں
 سبحانہ! یہ ہے۔ میں دھار دے گا۔ یہ بھی طرح تو پہنچ گئے! یہ بڑے آئے
 پائے۔ اس سے کہہ رہے ہیں کہ میرے پاس ہیں۔ تو اسے بھی دینا اور ایسا ہی ہو گا
 آتا اور پلا وہ داتا ہیں۔ وہ سسرال دے گا۔ وہ شام کو لوٹ
 آیا اور پلا وہ داتا ہیں۔ وہ سسرال دے گا۔ وہ شام کو لوٹ

برا دھا چرن نے یہ خبر اپنی بہن کو سنائی۔ یہ شکر سبحانہ! یہ بہن پریشان ہوئی
 یہ بہن نہیں جانتی تھیں کہ ان کے چلے جانے پر دل بختر بختر ہو گیا
 یہ بہن نے جب سہیل کو توں نے دھا بھیجی تھی۔ تو مجھ پر نصیب
 نہ ہوئی نہ کچھ تھا۔ جب اس نے دے دیا تو میں نے بھی دے دیا تو میں نے بھی دے دیا
 دے دیا تو میں نے بھی دے دیا تو میں نے بھی دے دیا تو میں نے بھی دے دیا

چوتھا حصہ ختم ہوا

ساس جی بوڑھی ہوئیں لوگ کہتے ہیں۔ ان کا مزاج بگڑ گیا ہے۔ اور وہ باہری باہر
مہینے۔ یہ سب سے فیصلوں کا پھل ہے۔ منجھل دیدی کسی سانت پانچ ہیں انہیں
ایک لہنا سا انجیل پر لکھ کر اس سہارا پایا تھا۔ تم جلی جاؤ گی تو اس گھر میں میں کبلی
بہنہ مکر رہو گی۔

بڑی بہنو: بہن امیرے لئے بغیر نہ بیگا۔ جتنی جلدی ممکن ہوگا۔ میں جلی آؤں گی
وہ لکھی صحت مقدم ہے۔

چھوٹی بہنو: جائے بغیر نہ بنے گا۔ کیوں انہیں؟ وہ تمہارے کون ہیں؟
موسیٰ کی ساس! ایسے دور کے رشتہ ہیں تو کوئی آتا جا تا نہیں۔

بڑی بہنو: جو انہیں جاتے۔ وہ اچھا نہیں کرتے۔ میرا ہی بہن ہا منہ و عورتوں
کا یہ دھرم انہیں۔ یہ بات تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں۔ تعلقات اور رشتہ داروں
کا خیال نہ کرتے ہوئے مریض کی تیمارداری۔ غم میں تسلی دینا عورتوں کا ہی دھرم
ہے جو ٹھٹھے جو اپنی شرین میں آئے اس کی مدد ضرور ہی کرنی چاہیے!

چھوٹی بہنو: تو جلدی آتا!

بڑی بہنو: ماں ماں جلدی آ جاؤ گی۔ چھوٹے دیور جی کا خط آئے تو مجھے ضرور
اطلا عہ بناؤ!

چھوٹی بہنو: یہ امید موموم ہے۔ ہوائی قلعہ سے زیادہ وقت نہیں کتنی
پانچوڑی جب سے گلے لگے ہیں۔ ان کے پانچ جھ خط آئے۔ مگر انہوں نے
ایک خط بھی نہ بھیجا اور پانچوڑی کے خط کا مطلب سمجھیں نہیں

بڑی بہنو: ماں وہ تو رائڈ اب بھی چڑیل کی طرح پیچھے لگی ہوئی ہے!

چھوٹی بہنو: اس چڑیل کا کیا قصور ہے

بڑی بہنو نے ہنسر کہا:۔ تجھے بس میں کرنا نہیں آتا!

چھوٹی بہو۔۔ یہ جھوٹ نہیں۔ اگر مجھ میں یہ طاقت ہوتی۔ تو کیا تم مجھے چوڑا کر چلی جا سکتی تھیں ہی
بڑی بہو جی چھوٹی بہو کا پیار سے منہ چوم کر اٹھ کھڑی ہوئیں چھوٹی بہو بھی اٹھ
پچھے پچھے چلیں۔

اسی دن رات کے آخری وقت ایک سیل کا ڈی پر چڑھ کر بڑی بہو گیارہ
کائی میں اپنے رشتہ دار کے گھر اس کی نیا درواری و خدمت کے بیٹے چلی گئیں
جہاں درو تھا۔ جہاں رنج تھا اور جہاں تکلیف تھی۔ بڑی بہو وہاں جا کر
تن من سے خدمت کرنے لگیں یہی انکی زندگی کا برت تھا۔ انہیں دنیا کے جھگڑوں
سے کوئی غرض نہیں تھی صرف لوگوں کی خدمت کر کے ہی روحانی سکھ کا احساس
کرتی تھیں۔

بڑی بہو چلی گئیں۔ گھر میں منجھلی بہو۔ چھوٹی بہو۔ مالکن رام سیوک کی ماں
اور رشتہ دار رہ گئیں ساس بڑی تھیں اور موکھ کی آگ سے جلی ہوئیں۔ بس
بیٹے وہ کبھی رسوائیں خانہ میں نہیں جاتی تھیں۔ منجھلی بہو بیٹے کے سوگ میں تھی
وہ قصداً اس گھر میں جانے سے گریز کرتی تھیں رام سیوک کی ماں گھر کی
لڑکی کی طرح کسی کام میں مانگہ نہیں لگاتی تھیں۔ گھر کا کام کام کا جنتا۔
گی مد سے چھوٹی بہو ہی کرتی تھیں۔ وہ اس قدر کام کرنے میں کسی قسم کی تکلیف
محسوس نہ کرتی تھی۔ علی الصباح اٹھ کر رات کو ایک پہنچک وہ کام کرتی ہوتی تھیں
یہ بڑی بہو کی تعلیم کا پھل تھا بڑی بہو نے اسے تعلیم دی تھی عورت صرف کام کرنے
پہن ہی پیدا کی گئی خدمت کرنا ہی اس کے بیٹے بڑے دست برد تھے۔ چھوٹی
بہو دل و جان سے بڑی بہو کی اس بے محنت پر عمل کرتی تھی۔

جیسے پہاڑ کی بلند تہ چوٹی پر چڑھا ہوا شخص ہوا کے زبردست جھونکوں۔۔۔

کی تیزی اور بارش کی برہم بوجھاڑوں کی سخت نکالیف کے باوجود بھی ہے قدرت کی ہر طرف چھائی ہوئی بڑھتی ہوئی و فزیب نظاروں کو دیکھ کر جو ہوتا اسی طرح چھوٹی ہوشوہر کی لاپرواہی فرقہ کی کوفت اعلیٰ کی شکایت اور فانی مصروفیتوں کے ہونے ہوئے بھی اپنے شوہر کی یاد میں ہمیشہ مگن رہتی تھیں۔ اور ہمیشہ ان کی سلامتی کی دعائیں مانگا کرتی تھیں۔ یہ تعلیم اسے بڑی ہونے والی تھی شوہر جس سے خوش رہے۔ وہی کرنا چاہئے۔ عورت کا شکہ اور اور کیا ہے۔ شوہر کے شکہ سے ہی عورت کا شکہ ہے جس عورت نے اپنے دل شوہر کا پیغم کر لیا ہے جس نے شوہر کی موثری اپنے دل کے مندر میں تنہا بیت کر لی ہے۔ جس نے شوہر کی محبت کے تسخیر میں اپنے آپ کو جلا دیا ہے۔ اس کے لیے شوہر کی جدائی کی تکلیف کوئی بہت بڑی تکلیف نہیں وہ کیوں دیکھی ہوگی بڑی ہوگی اس پاکیزہ تعلیم کو شانتی نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ پہلے بچے دیکھے بغیر وہ بچپن ہو جاتی تھی جس کی ہیریں اور بیاری آواز سننے سے وہ بیتا ہو اٹھتی تھی۔ جسے بیٹے اس کا دل وہ رہ کر اندر ہی اندر بچل جاتا تھا۔ اس وقت وہی شوہر سوت کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے وہ انہیں ایک دم بھر کے لیے بھی نہیں دیکھ سکتی یہ سب جان بوجھ کر بھی وہ زندہ تھی۔ جو یار شباب کی پہلی کٹی تھی اور محبت کی آبیاری سے شاداب کی گئی تھی۔ اسے جان سے زیادہ عزیز دولت کو چھوٹی چھوٹی کشیش کے بچوں کے بچوں جیسے نازک کاٹھ سے باندھ رکھا۔ چاہتی تھیں۔ جن کی پیاری آواز سن جانے سے اجماع سے مرغ رہتا پر آوازوں کے موتی نیوچھاڑ ہونے لگے جنکی لاپرواہی کے خوف سے نرم دل کا نہ اٹھتا تھا اس کی وہ خواہش اب دوسرے کی تھی۔

جب یہ تمام باتیں یاد آئی تھیں۔ اس وقت اس کا کلیجہ شق ہوتا تھا۔ وہ دس ہی

دل میں سوچتی۔ میں اُن کی خدمت نہ کر سکتی پر اُن کی ماں۔ اُن کے بھائی۔ اُن کی بھادو جوں وغیرہ کی خدمت کرنے کا موقع پانچواں اتالیقی میز پر بڑی خوش نصیبی سے۔ اُن کی خوشی۔ اُن کا شک کہ کیوں ضائع کروں؟ وہ شک سے رہیں جس سے اُن کا ایک بال بیکا نہ ہو۔ میں بد نصیب اسی اُمید میں اپنے زندگی کے دن کاٹ دوں۔

مگر اس قدر سوچتے پر بھی بد نصیب شانتی کو شانتی نہ ملی۔ رام سیوک کی پانی لگائیں اس مقدس خوبصورتی کی مجسم مورتی پر پھریں۔

دوسرا باب

رام سیوک نے ان کئی مہینوں میں گاؤں کے بہت سے لوگوں سے دوستی پیدا کرتی تھی مگر شریف اشخاص کے پاس وہ کبھی جو لکڑ بھی نہ پھینکتے تھے چار گھنٹے دن چڑھے بغیر وہ کبھی اُٹھتے نہ تھے۔ کسی کسی دن اور بھی دیر ہو جاتی تھی اُنکی ماں جب خستہ بھر کو بجاتی تھی۔ تو اب پرنگ سے نیچے قدم رکھتے تھے۔ نیچے اُن کو کر ایک چلم لٹیا کو اور چھوٹے تھے۔ اس کے بعد جھوڑیاں سے فارغ ہوتے تھے لوٹا کا اندھ میں لے کر گھاٹ کے رات پر جا بیٹھتے تھے۔ اسوقت اس رات سے گاؤں کی بہت سی عورتیں ہنارے کے لیے جاتی تھیں۔ رام سیوک لٹیا لٹی ہوئی لگاؤں سے اُنہیں گھر لے کر آتے تھے پھر گھر میں آکر روتیوں خانہ کے دروازے پر پانچوں پھیلا کر بیٹھ جانے لگے۔ وہاں اُنکی ماں اور بوا وغیرہ بھی آکر بیٹھ جاتی تھیں۔ رام سیوک کی پاپ سے بھری ہوئی بینا باند لگاؤں دریاے مسرت میں غوطے کھانے لگ جاتی تھی۔ اور دل ہی دل میں سوچتی تھیں۔ کہ جنم جہانتر کی تپسیا کے پھل

سے انہیں ایسا کروں بہار تن بلا ہے مگر ان کی بوا کو رام سیوک کی یہ باتیں اور ان کا یہ رنگ و صنگ اچھا معلوم ہونا تھا۔ وہ دل ہی دل میں کہتیں۔ کہ اگر رام سیوک کی شادی کسی اچھے گھر میں ہوئی تو اس کی لڑکی ڈوب جائے گی۔
 اس کے بعد تیل کی مالش ہوئی۔ اس میں بھی آپ کے قیمتی وقت کا بہت سا حصہ نکل جانا تھا۔ مالش کے بعد نہانے کے لیے جاتے تھے۔ نہانے وقت پانی میں بہت دیر تک تیرنے میں بھی کافی وقت ضائع کیا جاتا تھا۔ بعد ازیں گھر آتے۔ اور کھانسی کے کھٹکھٹوں بانو کے سنوارنے میں صرف کرنے۔ پھر کھانا کھا کر سیرا ستر اٹھ پر آرام کرتے اور گھنٹوں کو خواب رہتے تھے۔
 شام کو اٹھ کر افقہ منہ دھوئے اور کپڑے بدل کر ادر بال بنا کر باہر گھومنے کے لیے گاؤں سے اُٹھتے۔ غرضیکہ اسی طرح ان کا دن گذرتا تھا۔ اور پھر رات کی یلہ کا آغاز ہوتا تھا۔

رام سیوک کسی دن بچہ کو کسی شریف شخص کے پاس نہیں جانے دے گا۔
 میں شام کو لفقوں اور بچوں کی ایک گھنٹی ہوتی تھی۔ آپ اس کے صدر مجلس تھے۔
 بلاناغہ دکان تشریف لیجاتے تھے۔

اس سب کا پس راج نیستی۔ سماج نیستی۔ دھرم نیستی۔ دلچیان اور درشن وغیرہ اور بعض تمام علوم پر دشمنوں و محارقتہ رہیں ہوتی تھیں۔ فن موسیقی۔ یہ بالخصوص بہت زیادہ گھٹا ہوا تھا۔ اس مجمع میں رام سیوک ہی ایک زبردست تقاریر نویس۔ کسی اور کو ان کے سامنے دم مارنے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی۔ سب ان کی عجیب و غریب گفتگو سے حیرت منگ رہے جاتے تھے۔

رام سیوک اپنی تقریر میں ذکر کرتے۔ مانی کو رٹ کے برج جابل محض ہیں۔ کلکتہ کے نام لوگ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت سب کے سب عرق کلاب سے نہایت

ہیں۔ انگریزوں کے لڑکے پیدا ہوتے ہی شراب میں ڈال کر رکھتے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اس قدر مضبوط ہوتے ہیں سکندر یا دشاہ نامی گورنر کے بیٹے ہیں۔ لالٹ صاحب نے دس ہزار روپے میں ان کا دماغ خرید لیا ہے ان کے مرنے پر دماغ کو توڑ کر دیکھینگے۔ کہ ان میں کتنا عقل ہے اور کتنا دماغ ٹیگور کھتے پڑھنے سے قطعی بے بہرہ تھے۔ اسی دمکے سے دیکھی ہو کر ایک دن وہ دیکھ کر کہنگا جی میں ڈوبنے لگے تھے۔ عین اسی وقت ایک مسرتی ماٹنے آکر انہیں دعا دی۔ اسی دن سے وہ شاعر ہو گئے۔ ان کا ایک بہت بڑا گروہ ہے۔ اور اسی گروہ کے وہ سرغنہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ جیسے تنگ رام سیوک کچھ دیتے رہتے تھے۔ تب تک لوگ سمجھتا تھے کہ ان کی طرف دیکھنے رہتے۔ غانمہ تقریر واہ وا اور سر جہا کے نعرے بلند ہوتے جہاز کا ایل کی چٹا سے رام سیوک کا گشت دل شاداب ہو جاتا تھا۔

اس کے علاوہ ان کی بزرگی کا ایک خاص سبب اور بھی تھا۔ کہ انہوں نے مجھے ہیں۔ وہ ایک بڑے دھارمک شخص تھے جسے جانتے تھے لگے میں روڑ راکش کی مالا سر پر بڑے بڑے بال جہیں وہ ہمیشہ بنایا کرتے تھے اور پیشانی پر ایک بہت بڑا لکڑیا ہوتا تھا۔ ڈمرو بھی وہ ٹٹت اچھا بجاتے تھے۔ اور کبھی کبھی گوریلک ہے اگلا کا کہ وہ ہیں اگر ناچتے بھی تھے۔ دھرم شاستر کی گفتائیں بھی وہ بڑے حقوق سے کہتے تھے۔ بشی کرن منتر جھاڑ چھونک اور دواؤں کی تجویز بھی انتہا قابلیت سے کرتے تھے۔

وہ حمدن دھرم شاستر کی توجہ کرنے بیٹھے تھے۔ اس دن سامعین کانپتے ہوئے عقیدت آمیز دل سے انکی تقریر سنتے۔ کسی دن لوگ شاستر کے حوالے دیتے کبھی ہما بھارت کی گفتائیں سناتے اور زیادہ تو برنج لیلک کے نغمے

دکھانے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ضعیف کسانوں کے دلیہاں ان کی بڑی عزت تھی کبھی کبھی اگر کوئی مخالفت بھی آجاتا تو مباحثہ بھی ہونے لگتا تھا۔ ایک دن دھنوا می ایک لکھا بھانجا اپنے ماموں کے گھر آیا۔ شام کو جب سب لوگ جمع ہوئے تو دھنوا بھی رام سیوک کا نام سنکر دمان پہنچا۔ دھنوا کمرشٹن بھگت تھا اس نے پختین بھانگوٹ کتہہ را بن بہار وغیرہ دو چار کتابیں پڑھی تھیں۔ بہار کی تیلی نے رام سیوک کا پتہ دیا۔ اور رام سیوک سے کمرشٹن کھٹا کہنے کا اصرار کیا۔ رام سیوک دھنوا سے خود نمائی کے جوش میں بھرے ہوئے تھے گا بھانجا پیسے کی وجہ سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ مسکرا کر متین اور بخوبیہ و ہجہ میں کھٹا کہنی شروع کی۔

ایک دن شہریتی را دھا متھرا کے بازاروں میں گھوم رہی تھیں۔ اسی وقت گوپال جی گایوں کو بیٹے ہوئے جھنا کے کنارے سے آئے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ نگاہیں چار ہوئیں اور انہوں نے جام عشقی بلایا کھانجی نے را دھکا جی کو دیکھ کر یہ گانا شروع کیا۔

را دھے کا ہے تمہارو یہ بھیس

دیکھتے دیکھتے بوری ہوئی کیوں کہیو آویس

را دھے کا ہے تمہارو یہ بھیس

رام سیوک صرف کھٹا کہہ کر ہی خاموش نہ ہوئے۔ بلکہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے سامعین کو وہ وا کیا کہتے ہیں۔ آفرین! اے، وغیرہ کے غریب دکھائے لگے۔ گردھنوں کی ان باتوں سے تسلی نہ ہوئی۔ اس نے سوچا کہ ان کا متھان لینا چاہیے ذرا دیکھوں تو سہی۔ کتے پانی میں ہیں بولا پر بھو جیسا دوسرا کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ میں جاہل ہوں۔ بھگوان کو پر نام کرنا ہوں۔ مگر اسکا

مطلب تنگ نہیں جانتا۔ ہر بانی فرما کر اس کا مطلب سمجھا دیتے تھے۔
 رام سیوک بولے :- بولو۔ بولو۔ کہو کہو۔ کون منتر ہے۔

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय

رام سیوک بھلاکب خاموش رہنے والے تھے۔ ذرا دیر خاموش رہ کر بولے
 بھائی! ان منتروں کی توضیح کیا ہر شخص کر سکتا ہے گو رو کی کر پاسے ہم کچھ کچھ
 بتا سکتے ہیں۔

سیا ہے کہ نہیں۔ اگیا کی کے پاس جو تین من دس سیر سے گیارہ کی کے پاس وہی
 پورا سولہ سیر ہے۔ بانی کا مطلب ہم خود ہی سمجھ گئے ہو گئے۔ اسی طرح شام کو
 رام سیوک کی بیلا ہوتی تھی۔

دھنوا رام سیوک کا یہ ترجمہ سن کر چونک اٹھا۔ اس کے بعد ب نے رام پوک
 کی قابلیت پر جے کار کا نعرے بلند کئے۔

رام سیوک کے بہت سے شاگرد بھی ہو گئے تھے۔ انہیں بھی آپ نے گائچا پینا
 سکھا دیا تھا۔ گھر میں کھانے کو نہیں۔ مہاجن کے تقاضوں سے چین نہیں اہم
 اپنی شفقت کی گمانی کو گائچے کی جلم میں رکھ کر پھونکنے لگے۔

دوسروں کو پا کر رام سیوک نے بھی مقدار بڑھا دی گا سچ پانی کو نشہ نہیں چڑھ کر
 وہ گھر لوٹتے تھے کبھی اس دھن میں گھر پر بڑا گول مال پچاتے تھے۔

تیسرا باب

شام کی بیلا ٹھم کر گھر آنے آئے رام سیوک کو بہت دیر ہو جاتی تھی۔ وہ

کسی دن گیارہ بجے سے پہلے نہیں اُتے تھے۔ کیسی کھچی اس سے بھی زیادہ دیر ہو جاتی تھی۔ مگر رات کو خواہ وہ کسی وقت آئیں۔ اُنہیں کھانا گرم ہی رہنا چاہیے؟

چھوٹی بہو کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ گھر میں اور کوئی مرد تھا نہیں۔ جب سے بڑی بہو چلی گئی تھیں۔ اُس وقت سے کھانا کھچی اُسی کو بنا رہا تھا۔ اُن کی ساس کی طبیعت خراب رہتی تھی ہر روز شام سے پہلے ہی اُنہیں سجا کر چھ آتا تھا۔ اُس نے رات کو وہ روسیوں خانہ کی طرف منت کر کے بھی نہیں بیٹھ سکتی تھیں۔ اُٹا تو وہ رہا۔ منجھلی بہو سر شام سے ہی سو جانا کرتی تھیں صرف چھوٹی بہو ہی کھانا پکا کر رکھتے ہوئے رام سینگ کا انتظار کیا کرتی تھیں۔ اگر کسی دن چھوٹی بہو کے اصرار پر نستا کو رحم آ جاتا تھا۔ تو وہ روسیوں خانہ کے دروازہ پر پڑ جاتی تھی اور جس دن طبیعت نہ چاہتی تھی۔ اُس دن شام سے ہی گھر چلی جاتی تھی۔ چھوٹی بہو بیچاری کیسی کھانا کھانے بیٹھی رہتی تھی۔

پہلے نوشانی تے اس تکلیف کو محسوس نہ کیا۔ مگر جب رام سینگ کے عشق کی بارش ہونی شروع ہوئی۔ تو وہ بوجھاڑ چھوٹی بہو نہ برداشت کر سکیں وہ سمجھ گئی کہ اُن کے دو پرانی محبت کا پہلا ٹوٹنے والا ہے۔ پھر جس دن رام سینگ گلابی کی مقدار پر جاوے تھے۔ جس دن اُن کی رنگینی اور کھجی بڑھ جاتی تھی گلاب کی لال آنکھیں دیکھ کر چھوٹی بہو کی محنت تقاضا نہ کرتی تھی۔ نہ وہ کھانا لیکر اُن کے پاس جا بیٹیں۔ وہ اُن کی مان کو بلانی تھیں۔

رام سینگ کی مل چھوٹی بہو پر اس بات سے بہت غم ہوئی تھیں کہتی تھیں وہ میرا شیر خوار بچہ ہے۔ اُس سے شرم کیسی؟ اور خوف کیا؟ جسکا دل پیالی ہے۔ اُسے ہر جگہ پاپ ہی دکھائی دیتا ہے۔ ایسی باتیں کہہ کر وہ رام سینگ کو کھلاتی

رام سبک اپنے گانچے کے نقشہ سے لال لال منہ والی آنکھوں کے آئینہ بان چلا کر کہتا دیکھو ماں! میں کوئی کیا شیر ہوں۔ جو کھا جاؤ لگاؤ

چھوٹی چھو رام سبک سے بات چیت نہیں کرتی تھیں آنکھ کے سامنے سنہا گھونگھٹ نکال کر آتی تھیں۔ چھوٹی ٹہو کے اس سبک سے رام سبک اسکا معتمد اٹھایا کرتے تھے وہ جس وقت تنہائی میں گھونگھٹ ہٹا کر کام کاج کیا کرتی تھیں۔ اس وقت وہ کینہہ صفات آؤں کھڑا ہو کر چھوٹی ٹہو کو گھوڑا کرنا تھا۔ اور ہنس کر چپ چاپ سرک جاسا تھا۔ یہ دیکھ کر شانتی کا کیجو دھڑکنے لگتا تھا۔ وہ جلدی سے گھونگھٹ لٹکا لکڑ خوف سے اپنے کمرے میں چلی جاتی تھی ساس سے سب حال کہتے پر وہ یہ کہہ کر بیٹھ کر ہو جاتی تھی۔ کہ منجھلی ٹہو سے کہو گی جب منجھلی ٹہو سے کہتی وہ جواب دیتی تھی

چھوٹی ٹہو تیرا من بڑا پاپی ہے رام تو پیٹ کے لڑکے کی طرح ہے۔ ہنستا ہے تو کیا ہوا جانا کام کر باہر

چھوٹی ٹہو اور کچھ نہ کہہ سکتی۔ اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار رواں ہو جاتی تھی دل ہی دل میں دوسرے کے دام میں پھنسے ہوئے شوہر کو یاد کر کے کہتی۔ پرائیڈور اہل کے دیوتا مجھے اس طرح اور کتنے دنوں تک ڈکھ میں رکھو گے؟ میں کتنی اُمیدیں کیا کرتی تھیں کہ تعلیم سے فارغ ہونے پر جہاں کہیں تھاری نوکری ہوگی۔ میں بھی وہیں تمہارے پاس رہو گی روزانہ خدمت کر کے قدرتی خاک اپنے سر پر لگاؤ گی۔ مگر پران ناتھ اتم نے اس طرح مجھے کیوں پاؤں سے ٹھکرایا یہ میں کھنسا پڑھنا نہیں جانتی۔ گانا بجانا نہیں جانتی۔ مگر تھاری خاطر داریوں میں اپنی خدمت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت ذکر فی مبری خدمات سے کیا تھارا دل نہ پہنچتا ہ اگر تھارے دل میں ہی تھا۔ تو مجھے گانا بجانا اور لکھنا

بڑھنا کیوں نہ سکھایا سکھا دیتے تمہاری دل بستگی کے بیٹے میں کیا نہ کر سکتی
مجھے کیوں پاؤں ٹھکرا دیا ہو اگر تم ہی ایسا کرو گے ہا تو اس دنیا میں تمہارے
سوا میرا اور کوئی ہے ہا میں کس کی ہو کر رہ جوں کی ہلے دھرم راج! اب کہہ پا
کر کے میری لاج رکھو۔ تمہارے سوا اب اور کوئی سہارا نظر نہیں آتا ہا تمہیں
مجھے بے کس دے بس کی پناہ ہو۔ ایشور نے مجھے بھلا دیا ہے۔ مگر تم نہ بھلا سکتی
جلد ہو کے مجھے پناہ دو۔ دینا ناخدا! اس وقت سولے تمہارے اور کوئی نہیں
مگر دکھ درد کے اس رقت اثر افسانہ پر کسی نے توجہ بھی نہ دی۔

ایک دن شام کی وقت چھوٹی بھو کو تنہا پاکر رام سیوک نے سوچکر کہا۔ میں
پاپی نہیں ہوں۔ میں زبردست یوگی اور یجنت ہوں۔ تم میری مدد کرو۔ کبھی
بنو۔ اور میرے ساتھ اس لیل کرو۔ ہم دونوں کو اسی زندگی میں مالک کا درشن
ہوگا اور چھوٹے زخم پر چڑھ کر۔۔۔

چھوٹی بھو نے ان تمام بیہودہ باتوں پر توجہ نہ دی۔ سن نہ سکی۔ وہ
روتے روتے اندوہ لگن سانس بچتے ہوئے بھاگ گئی اس دن کی یہ بات
اس نے سانس جی دور متبھلی بھوکے گوشگوار کر دی۔ مگر اس پر بھی کوئی مفید
نتیجہ نہ ہوا۔ رفتہ رفتہ رام سیوک کا حوصلہ بڑھنا لگا۔

چوتھا باب

اس واقعہ کے بعد ایک دن رام سیوک نے بڑی زیادتی سکام لیا جتن بھلی ہو
رام سیوک کے سامنے کھانا رکھ کر لوٹ رہی تھیں۔ اسی وقت کم بخت
نے آپنل پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور کچھ ایسے الفاظ کہے کہ چھوٹی بھو شرم اور خوف

سے دل ہی دل میں جیسے مری گئیں وہ اپنے کمرے میں جا کر چھوٹ چھوٹ کر رونے لگیں۔

رام سبک کی ماں اسی وقت وہاں آکر موجود ہوئیں۔ چھوٹی بہو انہیں پہلے ہی بلا آئی تھیں آتے ہیں ذرا دیر ہوگئی تھی۔ چھوٹی بہو کو رونے ہوئے ماں دیکھ کر دلیں روتی کیوں ہو؟ آج کیا ہوا! چھوٹی بہو کچھ کہنا چاہتی تھیں۔ مگر ان سے پہلے رام سبک نے کہا اس گھر میں اب میرا رہنا نہیں ہوگا۔ ماں۔ میں کیا اس کا جیشہ یا سسر ہوں اگر کھانے کی محتالی پک دے۔ اور چلی گئیں۔ میں نے صرف اسی قدر کہا سو اگر اس طرح دنیا ہے تو اس دیمے سے دینا ہی بچا ہے۔ بس اسی بات پر رونے لگیں۔ اور رونے رونے یہاں چلی آئیں۔

رام سبک کی ماں جل اٹھیں۔ بولیں۔ واہ رے چھوٹی بہو! میرا لڑکا کیا تیرے ٹکڑوں پر پڑا ہے تو اسکو دیکھ کر اسقدر کیوں جلتی ہے؟ اس کی بوا کا لڑکا مر گیا ہے اب رام سبک کے سوا اور کون سے جیسے دیکھ کر کچھ کھٹنہ آہو۔ نہ نہاں کھانے نہ نہاں رائیے۔ اس کے علاوہ میرا اسقدر سستی پن بھی اچھا نہیں۔

چھوٹی بہو نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دیکھ سے اس کی چھانی پھٹنے لگی پاؤں کے نیچے سے جیسے زمین ٹکل گئی۔ آنسوؤں کے ورپا میں غوطہ کھاتی ہوئی وہ منجھل گہو کے کمرے میں پہنچی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ کہ اس سے کہنے کا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا۔

منجھل بہو اس وقت خوب سو رہی تھی۔ نہایت ہی درد آلود لہجہ میں چھوٹی بہو نے کہا منجھل ویدی! ذرا آنسو تو سہی۔ میری ایک بات سنو!

بجھلی ہوئی نیند نہ کھلی۔ اسوقت چھوٹی لہو نے اس کے پاؤں کو ہلا کر کہا
ویدی! میری ایک بات سنو!

بجھلی ہوئی لہو نے کروٹ لی۔ آنکھیں ملے ملتے بولیں۔ کیوں بہ مجھے کہیں جگایا
چھوٹی لہو نے رونے رونے تمام حال کہہ سنایا۔ رام سیوک نے کہا غما
باسانی نہ ماننے سے ظلم کرونگا۔ کسی میں طاقت نہیں کہ میرے منہ کے آگے سے

یہ شکار چھین لے دو سوکان میرے ماتحت ہیں۔ کہیں سے لہجا کر کہیں
پھینک دوں گا۔ اور کسی کو قانونی کان خیز بھی نہ ہوگی۔ اس سے تو یہی بہتر ہے
کہ میرا کہنا مان لو۔ اور زندگی کے دن عیش و آرام سے بسر کرو۔ چھوٹی لہو نے
اس قدر کہہ کر بجھلی ہوئے پاؤں پکڑ لیے۔ اور زار و زار روتے ہوئے بولی کہ
ویدی! میری حفاظت کرو۔ میں تمہاری ہی پناہ میں ہوں۔ اور تمہاری ہی
پہن ہوں۔ تم اگر میری مدد نہ کرو گی۔ تو اور کون مجھے پناہ دے گا؟ تمہارے سوا
میرا کون محافظ ہے؟

دُنیا کا اوج نہیج نہ دیکھی ہوئی عورت نہیں جانتی تھی کہ اس راستہ میں دُک کے
سے اٹھ کر کاناں نہیں وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ کہ درود پکی لے بھی اس طرح
پکڑ کر بلا پ کیا تھا۔ اور پناہ مانگنی تھی۔ بجھلی ہوئی عفت و عفت آج عورت
نہیں سستی کی بے عزتی کا تذکرہ سن کر انہیں بھی دُک ہو گیا۔ وہ بیٹھی ہوئیں کچھ
سوچ رہی تھیں۔ بیکار رام سیوک کی ماں کے شور و شر سے تمام مکان گونج
اٹھا۔ اری لکھا کی ڈانٹا کہتی ہوئیں وہ بجھلی ہوئے کمرے میں داخل ہوئیں
اور چھوٹی لہو کی طرف علامت آمیز نگاہوں سے دیکھ کر عفت ناک لہجہ میں بولیں
اے کوں لکھ پائی بیٹگی۔ میرے بچے کے چچے ہی پڑ گئی۔ وہ اپنے بوائے ٹھہرایا
ہے جو کون مر کر نہیں آیا نیزے بھروسے نہیں۔ اوہو! ایسی بیعزنی! ا!

{بھول جھوٹے} بس بس اب مجھے رخصت دو۔ ہم اپنے گھر جائیں۔ اس سے یہ بیعتی نہیں برداشت کھا سکتی۔ اس قسم کی باتوں کی انہوں نے یہ چھاڑ کر دی اور غیب کے طور پر رام سیوک نے جو کچھ کہا تھا سنا دیا۔ بھول جھوٹے سب شکر چھوٹی بھوئی کو قصور وار سمجھا۔ اس بے امنوں نے دو چار کھری کھوٹی سنا کر چھوٹی بھوئی کو رخصت کیا۔

چھوٹی بھوئی اس وقت کہاں جا رہی تھی اس کے کمرے میں گئیں اس دن انہیں بہت سجا رہا تھا۔ اس نے دو ایک یا جسم پر ماتہ پھیر کر دیکھ کر سجا کر لگی سے جیسے سر پھٹا جا رہا تھا اس لیے وہ واپس ہو کر گھر جانے لگی۔ راستہ میں بخت رام سیوک کھڑا ہوا تھا۔ عجیب غریب طور پر منہ نہ بولا۔ نواہ کہیں جاؤ مجھ سے چھٹکارا پانا محال ہے۔ مجھے بابا، گناہیگا اور میری خواہش پوری کرنی ہی پڑے گی۔ ورنہ تمہارے باپ کے باب بھی آجائیں۔ تو میرے بچے سے نہیں چھڑا سکتے۔

بشر کو دیکھ کر جس طرح ہر نی جیسا ہو کر بھاگ جاتی ہے۔ اسی طرح چھوٹی بھوئی بھی رام سیوک کو دیکھ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ کانپتے کانپتے اپنے کمرے پہنچ گئی اور دروازہ بند کر کے بستر پر چھوٹ چھوٹ کر رونے لگی روتے روتے دل ہی دل میں کہنے لگی پر بھوئی کے دل کے دیوتا۔ ابا عورتوں کے محافظ! تم اس وقت کہاں ہو؟ آؤ۔ دیکھو۔ تمہارے ہی گھر میں تمہاری واپسی کا شکار ہوا چاہتا ہے۔ تمہارے ہی گھر میں تمہاری بد نصیب داسکی غصہ ایک پانی کے دریے ہے۔ ہائے کیا اس وقت بھی اگر حفاظت نہ کر دے؟ میں تمہارے کسی دیوتا کو نہیں جانتی۔ انہیں میرے ایشو سے۔ اے اتم اس وقت بھی نہیں آنے اے عورت ذات کا جو دم ہے۔ جو اس کی خصوصیت اور تقدیر

ہے۔ اسی کو مٹی میں ملانے کے لیے طرح طرح کے خوف دکھارے جھگڑاں بھگت
جب تمہیں پکارتا ہے۔ تو تم سے کسی طرح خاموش نہیں رہا جاتا۔ پھر کیوں نہ
اُدھے بہ ہیں انہیں جانتی کہ تمہاری پوجا کیونکر کی جاتی ہے یہ انہیں بلاتے مٹی
زبان مجھے معلوم نہیں کیا اسی بیٹے انہیں آتے ہ

اس کے بعد بہت دیر تک چھوٹی لٹو بستر پر پڑی تڑپتی رہیں۔ اس کے بعد
دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ کہ اگر اس پاپی نے جیسا کہا ہے۔ ویسا ہی کیا
تو میری حفاظت کون کوسے گا؟ اگر یکا یک کسی رات کو چند کسانوں کی مدد
سے مجھ کسی طرح نکال لے گیا۔ تو مجھے کون ان کے ہتھ سے نجات دلوایگا
مائے اسوقت میری کیا حالت ہوگی؟ اس کا عضو عضو خیال آتے ہی کانپ
اٹھتا اور لگام بدن پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اس خوف سے اسے نیند نہ آئی۔ اٹھ کر
بیٹھ گئی۔ بیٹھنے پر بھی شانتی نہ ملی۔ پھر لیٹی اس کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ میں کہیں
بھاگ جاؤں گی۔

ایک مرتبہ خیال آیا۔ کہ اس کی ساس کو شدید سجار ہے۔ اس کے چلے
جانے پر اس کی نیارداری کون کرے گا؟ یہ خیال آتے ہی اس کا دل جیسے
چوڑا چوڑا ہونے لگا۔ آنکھوں سے پھر آنسوؤں کی دھار بہنے لگی۔

چلتے وقت اپنی چیزوں کو دیکھ کر بولی۔ رہو! تم سب یہیں رہو۔ میں جاتی ہوں
اور ہمیشہ کے لیے جاتی ہوں اگر پرانے ہاتھ آئیں۔ تو ان سے کہہ دینا۔ کہ شانتی
ہمیں تمہارے لیے چھوڑ گئی ہے مگر مائے اس نے بے سوچا۔ کہ میں کہاں جاؤں گی
اُسکے لیے جائے پناہ کس جگہ ہے؟ آنکھوں سے آنسوؤں کا تاریندھا تھا اور درد
دلدار پر حسرت اودھنگا میں ڈال رہی تھی۔ ایسا معلوم ہونا تھا گویا یہ آخری
ملاپ ہے۔ اس سے پھر یہ صورت نہ دکھائی دیگی۔

یہ سب کہہ کر چھوٹی بھو روتی ہوئی گھر سے باہر نکلیں۔ ہر چار طرف تارکی
 چھائی تھی۔ بلا کا سناٹا تھا وہ سناٹا خود لوں کو ملوں کو بتاتا ہے۔ راستہ پر پہنچ کر
 اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ہر چار طرف نگاہ ڈالی فرط خوف سے
 تمام جسم ہوا سے ہتے ہوئے تپہ کی طرح تھوڑے تھوڑے ٹپنے لگا۔ تھوڑی دیر تک اس
 کی یہی حالت رہی اس کے بعد یہ حالت جاتی رہی اس کا عضو عفتہ ساکن ہو
 گیا۔ غفلت جاتی رہی۔ اور بالگوں کی طرح اسی نامعلوم راستہ میں گام زن ہوئی۔

پانچواں باب

پانچواں دور در دھچر سے بیتاب بدحواس لوگوں کی طرح اس شان دور
 تاریک راستہ میں چھوٹی بھو تمام رات سفر کرتی کہیں کہیں راستے سے کہاں جا چکی
 اس سے وہ قطعی بے فکر تھیں اس وقت اپنی حالت کا ذرا بھی علم نہ تھا صرف
 بھاگنے کے لیے ہی وہ چلیں تھیں۔ چلتے چلتے ایک دریا کے کنارے پہنچیں
 دریا خوب زور شور سے نہیں لے رہا تھا۔

راستہ ختم ہوا اور وہ دریا کے کنارے پہنچی۔ ذرا سے اپنی حالت یاد آئی
 سوچنے لگیں لیکن دریا کے عبور کئے ہوئے آگے جانے کا راستہ نہیں۔ گیان ہوتے
 ہی پھر خوف معلوم ہوا اور اس خوف سے اچھی طرح اپنے دل پر تسلط کر لیا
 یہ چین ہو کر وہ ایک پہل کے درخت کے نیچے بیٹھ گئیں۔
 اس وقت انہیں اپنی زندگی کی داستان یاد آ گئی۔ تفکرات اور بے کسی نے
 دل میں حسرتوں کا ایک گھوٹاں پھانسیا کر دیا۔ دل کو اندر ہی اندر جیسے کوئی سوس
 رہا تھا۔ وہ کہاں جا رہی ہے یہ نہ گیا کر سکی۔

دونوں نازک پاؤں راستہ کے کانٹوں سے زخمی ہو کر خون کا لوار بہا رہے تھے۔ جسم نکان سے چور چور ہو رہا تھا۔ دیر تک اسی درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی آنسو بہاتی رہی۔ روتے روتے یہ حواس ہو گئی۔ یکایک دریا کے کنارے کوئی پرند چلا اٹھا۔ اس کی آواز سے جھوٹی ہوا کو پھر جیسے ہوش سہا گیا چونک کر یہ چار طرف دیکھنے لگی۔ دیکھا مشرق کی جانب بیلگون آسان پر شفق پھولی ہوئی تھی۔ نامعلوم بیسنت کے خوف سے اس کا دل کانپ اٹھا اس نے دل میں سوچا جب صبح ہو جائیگی اور دن نکل آئے گا تو وہ بد نصیب کہاں اپنا غم چھپائے گی؟

اسی وقت ایک چھوٹا دریا سے پھیلی پوکر کا تار اٹھا اچلا۔ چھوٹی پتھر کے کانوں میں اس درد آلود غم نے غم کی رقت اثر نہیں بچا سکی صبح کی مانند ہوا میں یہ آواز طرہا کر اور بھی رقت انگیز ہو گئی تھی۔ اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔

باتا خرسو پہنے لگی۔ خوف کس کا اس وقت تو میرے ماتھے میں ہے۔ اس صاف شفاف پانی میں گود کرگین بھی اسی میں غرق ہو جاؤں تو کیا میری مہینہ نکلا جائے نہ ہو گا کیا اس میں ہمیشہ کے لیے غوطہ لگانے سے بھی شافی نہ ملے گی یا زندگی کے اس دشوار گزار سفر اور غیر مصائب سفر میں ہی ایک بد نصیب کو سہارا ہے یہ انسان کی آواز شک جھٹی ہو کچھ پتھل ہو گئیں۔ انسان کے درختیں سے کیا پھر پھر یہ جسم آنشکہ بن جائے گا۔ نہیں پانچوں انگلیاں بروہ نہیں ہونیں انسان میں ہی بعض بعض پاک ہستیاں دیوتاؤں کا خواص رکھتی ہیں یہ خیال آئے ہی آنکھ کھری ہوئی۔ اور جی طرف سے آواز آتی تھی اس سے محال تھا راستہ پر کام زن ہوئی۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ شمشان کے کنارے پہنچ گئی۔

نیسج کی ادا میں ہوا۔ سامنے دریا کا بھاؤ۔ اوپر ٹیلگوں آسمان میں مٹم تاروں کا نظارہ اور چھوٹی بھوس وقت شمشان میں!

اس کا دل تلگین تھا۔ جذبات علم اندوز تھے۔ شمشان میں کھڑے ہوئے مردہ غور جانور اور کشتوں کی خوفناک آواز جو ایک لاش کے لیے آپس میں لڑ رہے تھے ہر چہار طرف سے گوشت پرستہ سے خالی انسانی ہڈیوں کے غالب گویا زبان حال سے کہہ رہے تھے۔ مستواہم میں بھی کبھی حشر تھا۔ جو بن تھا۔ دھن لبت کام کر دہ۔ مودہ۔ اعضا غرض ہر چیز نفی۔ اس وقت اس کے انجام پر نظر کر دہیم سوختہ لکڑیوں کی طرح آہستہ آہستہ شلگ کر دہیم کی یہ حالت ہوئی ہے خیر وار کبھی کسی بات پر غور نہ کر۔ ہمارا حال دیکھ کر عبرت حاصل کر دہیم کو وہ یہ جگہ ہے جہاں برہمن کھشتی۔ دیش بدور۔ راجا رنگ سب کی یکساں حالت ہے اور سب کا ایک ہی انجام ہے!

چھوٹی بھوس نظارے کو دیکھ کر خائف نہیں ہو میں اس کا رہا مہا فوج بھی جاتا رہا طبیعت نہیں چاہتی تھی۔ کہ وہ کسی طرح وہاں سے ہٹے۔ وہ سبھی کہ یہاں کسی قسم کا ختم نہ ہو گا۔ بڑے بڑے رام سیوک جیسے جفا کار و ظالموں کے سر پہلے آکر جھک گئے ہیں۔

مگر سڑی ہوئی لاشوں کی بدلو سے چھوٹی بھو دیر تک وہاں نہ ٹھہر سکیں وہ وہاں سے پھر چلنے لگی۔ رفتہ رفتہ صبح ہو گئی سورج کی شہری کرنیں صغیر عالم پر پھیلی ہوئیں دیکھ کر اوس کا دل دہل اڑا۔ چھوٹی بھو کو خوف و اندیشہ ہوا اس وقت وہ کس طرح اپنی خفاقت کر سکتی۔ یہ کیا آستہی وہ نہیں ہو سکتی؟

درخت درخت پر کوئے۔ کونکلیں۔ پیپیا۔ کھنجن۔ وغیرہ وغیرہ پرندہ اس مزید سب ہلکے چٹا اڑھے جو اکسم کی سرخ سرخ ٹیلیں و رختوں کی بلند شاخوں پر

پنے لگیں۔ ان کا عکس دریا کے نیلگون پانی میں پڑھ کر ایک عجیب و غریب تعلق دکھانے لگا۔

خوف در دو غم اور نکان سے پور پور ہو کر ماں کا کہہ کر چھوٹی ہو دریا کے پاس رہنے کے ڈھیر پر بیٹھ گئیں۔

اسی وقت پیچھے سے کسی نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ جو ضیاء حسن سے اس ویرانہ کو منور کر رہی ہو پھر وہی کھنٹ اور ستینا ناسی حسن! چھوٹی ہو چونک اٹھیں دیکھا مٹی کے ٹھکڑے پل میں بیٹے ہوئے دو ضعیف عورتیں اس کے پیچھے کھڑی ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی چھوٹی ہو نے اٹھ کر بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر بھاگ نہ سکی نکان سے چور چور۔ پاؤں نہ اٹھ سکے۔ وہ رونے لگیں۔

ایک نے کہا بیٹی خوف کی کیا بات ہے۔ تم بھی عورت ہو۔ اور میں بھی عورت ہوں! بتاؤ۔ تم کہاں جاتی ہو؟

درد آلود لہجہ میں چھوٹی ہو نے کہا۔ ماں! میں بہت ڈونگی ہوں۔ کہاں جاتی ہوں اس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ جم کے گھر کا راستہ دھوڑ رہی ہوں۔ مگر نہیں ملتا۔ ان دونوں عورتوں نے سمجھا۔ کہ ساس نند سے لڑ کر یا شوم کے ظلم سے گھر آکر گھر چھوڑ کر یہ لڑکی اپنے باپ کے گھر جا رہی ہے۔ راستہ بھولی کر ادھر آگئی ہے اس کے رقیب الغلب دل میں رحم آگیا۔ بولی۔ تم میرے گھر چلو گی کسی قسم کا خوف نہیں ہم غریب ہوتی ہوئیں بھی شریف گھرانے کی ہیں۔

چھوٹی ہو نے منظور کر لیا دل میں سوچا۔ دن کے وقت کہاں جاؤ گی؟ راستہ میں بہت ہی تنہا لیف کا احتمال ہے۔ ابھی اس کے گھر میں رہوں پھر دیکھا جائیگا باپ کے گھر کا راستہ بھی پورے طور پر معلوم نہیں اگر کہاں رو گئی تو کچھ محنت مزدوری کر کے بھی اپنا پیٹ پال سکتی ہوں غم و الم کے دن تو کسی طرح کاٹنے ہی

پڑیے۔ یہ سوچ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں عورتیں گھڑا بھر کر اسے اپنے ساتھ لے
چلیں۔

موسم بہت بھی وہی صبح کا سماں تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی چڑیاں پر بھاتی
گا رہی تھیں۔ بچوں کی عزیز طراوت سے بشارم جان سطر ہو رہے تھے۔ گاؤں
کے مہاجن شبنمو رائے صبح کی سیر کی غرض سے باہر نکلے تھے۔ راستہ میں ان لوگوں
سے ان کی ملاقات ہوئی۔

شبنمو رائے کی عمر چالیس سال سے کچھ تجاوز کر گئی تھی۔ وہ نوم کے بھر بھونچے
تھے ٹھیکال میں انکو وہ کانپہ کٹیج بہمن بن بیٹے تھے۔ گنگارام پور نامی گاؤں کے نام گاؤں
کے مہاجن تھے۔ روپیہ دیتے تھے۔

سکائوں کی عورتوں کے ساتھ ایک مجرم جن کو دیکھ کر وہ متحیر ہو گئے تھے۔ ایسا
جانسوز حسن۔ طاقت اور جسم کی یہ ساخت! ان لہعوں کے دامن میں ہی نکلنے والی ہوش
پاگل ہو سکتی ہیں رونے سے آنکھوں میں غضب کے مٹرج ڈورے۔ خوف اور
شرم سے آہستہ آہستہ ہوا میں ہلتی ہوئی بیل کی طرح اور خوف سے لانیستی ہوئی ہوتی
کی طرح شہیر و شوح تھے۔

شبنمو چند رحمن کی یہ آب و تاب دیکھ کر ریشہ خطی ہو گئے۔ مہائی ہوئی آواز
سے بولے وہ بھو! یہ کون ہے؟
وہ بھو مشکوک لہجہ میں بولیں۔ کیا جانوں۔ گھاٹ کے پاس تن تنہا بیٹھی ہوئی
رو رہی تھی اب گھر بیٹے جاتی ہوں۔

شبنمو چند رے۔ بار بار بغیر آسودہ نگاہوں سے چھوٹی بھو کی طرف دیکھتے ہوئے
گھر چلے گئے وہ بھی اپنے گھر گئیں۔
مگر شبنمو چند رے کو چھوٹی بھو کے حسن نے بھی طرح چھید دیا تھا گھر پہنچے

پریمی وہ اسے بھول نہ سکے۔ اُن کا چال چلن عجزانہ ہونے پر بھی بالکل پاک صاف نہ تھا اس سے پہلے صن کا ایسا نشہ اُنہیں کبھی نہیں چڑھا تھا۔ کبھی اس قدر بھی نہیں ہوئی تھی اُنہوں نے سبیل کی ماں کو ہلکا کر پوسٹہ طور پر نلام حال کہا۔ اور اسے دیکھتے کے گھر بھیجا

سبیل کی ماں نے ہمیشہ کل میں جنم پایا تھا۔ وہ دولٹ کے اور تین لڑکی کی ماں ہوتی پر بھی وہ محلہ میں نوین کے پرکے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اُن کے ساتھ گورنگ رس میں ستوالی ہو گئی۔ اسی سادھن کے نفل سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام سبیل رکھا رکھا گیا۔ سبیل چھوٹی سی ہی عمر میں گورنگ پور کو رہی ہوا اس وقت نورین بابا جی بھی کہیں چلے گئے تھے عمر بھی دھوکا دے چکی تھی۔ اس لئے ادھر ادھر گھروں میں کام کر کے اور بڑے ہوئے اوباش لوگوں کا میل ملاپ کرنے سے جو کچھ ملنا تھا اُسی پر گزارہ کرتی تھی۔

وہ دے ہاتھ کے گھر جا کر پہلے تو اُن کی بیوی سے بات چیت کرتی رہیں۔ بعد ازاں کئی ہوئی نیل کی طرح مایوس اور غم آلود شکل بنا کر چھوٹی بھوکے پاس گئیں اور رائے ہاتھ کے عشق کا اظہار کرنے لگیں یہ بھی کہا۔ کہ تم ہی تمام مال و دولت کی مالک بنو گئی۔ چھوٹی بھو یہ شکہ روئے لگیں۔

سبیل کی ماں اپنا نشہ سائیکوٹ آئیں۔ اور رائے ہاتھ سے نلام حال بیان کیا رائے صاحب بہت پریشان ہوئے۔ مگر مہت و حوصلہ کو جواب نہ دیا

چھٹا باب

حسن متھے جڑا کہوں، یا بھلا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تو عالم

ناگوار مان گئے۔ شام کے بعد دسے ہماشے اور ان کی بیوی میں بات چیت ہوا
نہی۔ اس گھر میں اور کوئی نہیں تھا۔ بات چیت بہت بہت آہستہ آہستہ ہو رہی تھی
دسے ہماشے کی بیوی بھویں چڑھا کر بولیں یہ کیسی نہ ہو گا۔

دسے۔ کیا جرح ہے۔ وہ ہماری کون ہے یا

دسے کی بیوی۔ کوئی نہ ہو۔ مگر وہ ہمارے اوپر بھروسہ کر کے آئی ہے +
دسے۔ اس قدر دھارک بننے سے دنیا کا کام نہیں چل سکتا۔

دسے کی بیوی: جی جی! تم کیا کہتے ہو بالکل تمہارے دل میں ذرا بھی رحم
و انصاف نہیں ہے اے! لڑکی کا منہ دیکھ کر بھی تم کس دل سے اسے شرم
منہ میں دینے کی جرأت کرتے ہو۔ سستی کی مدد کرنی چاہیے اس کے برعکس
اس کی عصمت کے درپے ہوئے بھگوان ایسا کرنے سے ہماری کیا حالت ہو گی
وے ہماشے کی نگاہیں صورت غلبین تو ہو گئی۔ بولے کیا کروں یا ہاجن۔
دسے ہماشے کی بیوی غصناک ہو میں بولیں۔ چٹھے بھٹا میں جائے ہاجن! اجڑ
سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

دسے۔ بڑا تو کوئی نہیں مگر جب گھر بار بکولے گا۔ تب +

دسے کی بیوی بد رائے ہماشے بوڑھے ہو گئے مگر پھر بھی یہ باتیں! ابھی رائے
ٹھکانی درائے کی بیوی سے مڑوں کے پاس جاتی ہوں۔ سستی سستی کی عزت خوب
سمجھتی ہے۔ دسے ہماشے دسے ہماشے چونک اٹھے۔ بولے کہیں ایسا اندیشہ
نہ کرنا۔ سب پر یاد ہو جائیگا۔ سونے ہوئے شرم کو چکانا مناسب نہیں

دسے کی بیوی۔ تو کیا دھرم سچ کھا بیٹیں۔ بہت کر لگا گھر یا بکولے گا۔ ہم ٹیکہ
مانگ کھا بیٹیں گے نہ ہو گا۔ یہ گاؤں چھوڑ دیجئے!

دسے۔ ایک خوف اور بھی ہے!

فریب ہے۔ نہ کہ ہشتی شے ہے۔ ورنہ ہشت میں بھیسری تعلیم کیوں ہوتی ہے
 غلو ہنار سبھا۔ مینکا۔ اکروشی پرانند رتھ پر کیوں باغونما شراب کا اسقدر
 لالچ کیوں باہشتی ہونے سے ہی توہر سہ عالم کے زریب و نہر بنت ہے ٹیڑھے
 تیر نظر سے گھائیل ہو کر ہشتی مٹی ریاضت جھوڑ کر اپنی ریاضت ٹیڑھے قد و پیر
 نثار کر دیتے ہیں۔ شاعر اپنی نازک خیالیوں کا گراں ہنسا سرمایہ نہایت غرضی
 سے تیری نظر کو ناہے کام دینا بڑا ہی ٹھیکت کار ہی ہے۔ تیری یہ سب خوبیاں جب
 خیال میں آتی ہیں۔ تو بے اختیار ہو کر تیری مدحت سرائی کوئی پڑتی ہے۔ تیری
 لطیف صورت دیکھنے کے لیے طبیعت یحییٰ ہو جاتی ہے۔ مگر جب یہ دیکھا جاتا
 ہے۔ کہ تیری ایک جھلک سے ہی انسان کو کس قدر یاب سُر نہ دھونے ہیں۔ کتنی بھیسی
 کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جتنے کہ تیر سے دام میں آکر وہ اپنے ایغور تک کو بھٹل
 جاتا ہے۔ اس وقت ہی طبیعت چاہتی ہے۔ کہ کچھ جی بھر کر کہیں۔ اور جہاں ہیں
 بادلوں کی بجلی آسمان سے گر کر ہی سب کچھ صاف کر دیتی ہے
 رائے ہاشے بھی من کی آگ میں تڑپنے اور جھٹکنے کے نفع کی روشنی میں پروانہ
 بھی شاید اسی طرح جلتا ہے۔ ان کے دل ہیں ہر وقت چھینی رہتی تھی تسکین اور
 طمانیت جاتی رہی انہوں نے گویا دل دے کو بٹایا۔ گویا دل دے کی بیوی نے ہی
 چھوٹی ہٹ کو پناہ دی تھی۔

کچھت سے لوٹ کر گویا دل دے رائے ہاشے کے گھر آئے رائے صاحب نہیں
 تنہائی میں لیگے دونوں میں خوب بات چیت ہوتی رہی۔ نحوڑی دیر بعد سے
 ہاشے نے کہا:- اچھا ایسا ہی ہو گا آپ ہمارے جن ہیں۔ مالک ہیں۔ میں آپ کی
 رائے کے خلاف کچھ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔
 سے ہاشے جلتے تھے۔ مگر ان کا منہ دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی قدر

دے کی بیوی :- وہ کیا بہ

دے :- انہوں نے کہا تھا۔ شام کے بعد تین چار آدمی بھیج کر۔

ابھی دے ہمارے نے اپنی تقریر ختم نہ کی تھی کہ ان کی بیوی نے بان کاٹ کر کہا بیچھینے تو بیچھینے دو۔ دیکھوں تو سہی وہ کیا کرتے ہیں۔ جھٹاڑ دیکھ کھتوں کی تمام سچی کر کری کر دو مگر یہ بیچا نا کوئی دلو تو نہیں ہے؟

دے ہمارے نے چراغ کی جھلکائی ہوئی مٹم روشنی میں دیکھا۔ ان کی بیوی کا عضو عضو کی طرح اپنی آب و تاب دکھا رہا ہے۔ انہیں اور کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اٹھ کر باہر چلے گئے مگر مہاجن کے خوف سے دل ہی دل میں بہت پریشان ہو گئے تھے، کی بیوی اسوقت غصہ میں بھر کر سڑکیں مٹا نہ میں چلی گئیں

چھوٹی لہو اسوقت اسی پاس والے کمرے میں بیٹھی ہوئی رہ رہی تھیں جبوقت بیوی اور شوہر کے درمیان آہستہ آہستہ باتیں ہو رہی تھیں۔ اسوقت وہ کام باتیں سن رہی تھیں ایک تو گھر سے نکلنے کا غم دوسرے سبیل کی ماں کی باتوں نے اور بھی زخم جگ پر چرے لگا دیئے تھے۔ اس کے کانوں میں ایک معمولی لفظ بھی بادلوں کی گنگناہ رنگ و رنگ کی طرح سنائی دیتا تھا۔ شوہر اور بیوی کی ان باتوں نے اور بھی زخموں پر نمک پاشی کی تھی +

ان کے چلے جانے پر چھوٹی لہو بہت دیر تک بیٹھی بیٹھی سوچتی رہیں۔ اس کے بعد دلو مضبوط کر کے غمہ کیا۔ بہانہ بیٹھنے سے کام نہیں چلیگا۔ جیت جیتی کا کام کیا ہے اس کی بغیر اجازت محلے والوں کی مدد نہ کر گھر بار چھوڑ دیا اور اتنا بڑا باپ کیا۔ تو اب اس کا کفارہ کسی نہ کسی طرح اٹھانا ہی پڑے گا۔ اور یہ کفارہ بغیر زندگی کی قربانی کئے ہوئے نہ ہو سکیگا۔

اس نے سوچا۔ یہاں رہنے سے میرا سب کچھ برباد ہو سکتا ہے۔ ایک عورت

میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ کہ وہ سپاہی پیادوں کے ہاتھ سے مجھے بچائے اور اگر ایسا ممکن ہو تو اس کے لیے اس بچاری کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ محض انہی ساتھیوں کے اس کے خاندان پر کہیں مصیبت میں ڈالوں؟ جب زندگی کی قربانی کے بغیر چھٹکارا نہیں۔ تو پھر ان لوگوں کو کیوں برباد کروں؟ پاس ہی دریا ہے۔ بہت آسانی سے میل کام بن جائیگا۔ پھر خیال آتا ہے ہی اس نے غفلت کو راہ نہ دی۔ دم بھر بھی نہ سوچا۔ چپ چاپ مگر سے باہر نکل گئی۔

چاندنی رات تھی۔ اسی تھرکتی ہوئی چاندنی میں چھوٹی بھو دریا کے کنارے پہنچی اور نہایت ہی درد آلود لہجہ میں بولی: پڑھو! میں جاتی ہوں۔ صرف ایک مرتبہ میں دیکھنے کی دل میں لالسا تھی۔ مگر افسوس! یہ بھی پوری نہ ہوئی۔ اتنا کھٹک سا غم لگتا ہے جاتی ہوں۔

اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ ایک اونچے ٹیلے پر سے دریا میں کود پڑی۔ دوڑ پر ایک کشتی جا رہی تھی اس میں چراغ جل رہا تھا اس کشتی پر سے کسی نے چلا کر کہا طراح جلدی دیکھو دریا میں کوئی شخص کو دپڑا ہے جلدی کرو۔ جلدی۔

ساتواں باب

چھوٹی بھو ٹھہر چھوڑ کر کہیں چلیں گیئیں خاندان میں دانغ لگ گیا اتنا نام لیتے ہی سب لوگ لعنت و نفرین بھیجتے تھے۔ مگر اس کا تینہ کسی نے بھی نہیں لگایا یہ کوئی بھی نہ سمجھ سکا کہ کس ظلم کی وجہ سے انہوں نے ایسی حکمت کی۔ لوگوں نے کچھ اور ہی سمجھا۔ کچھ اور ہی سنا۔ رام سیوک اور اسکی ماں نے

نہام گاؤں میں یہ بات مشہور کر دی کہ چھوٹی بھوکے میکے کا ایک لڑکا چھپ کر ہمیشہ اُسکے پاس آکر ٹانھا پھینکے۔ اُس کا چند کسی نے نہیں پایا۔ رام سیوک کے آنے پر اُس کے آنے میں بہت کچھ رُکا وٹا ہونے لگی۔ کیونکہ رام سیوک بہت رات گئے گھر لوٹنا تھا۔ اس لیے یہاں سہولیت نہ دیکھ کر چھوٹی بھوکے ساتھ نکل بھاگی۔ تھوڑے دنوں تک اس نے یہی بات پر لوگ برا مضحکہ اڑاتے رہے۔ وہ لوگ میں مردوں میں گھٹا پر پاٹا شاہین میں شریف اشخاص کی محفلوں میں غرض جہاں دیکھو وہی بات چیت۔ یہی ذکر اور یہی چرچا رہتا تھا۔ مگر چار پانچ دن بعد اس میں بہت کچھ کمی آگئی۔

حکمران کے دشمنوں سر کر بہت کچھ سوچا۔ بچار کرنے پر بھی اس کا اصل سبب نہیں سمجھ سکے وہ جانتے تھے کہ چھوٹی بھوکے گھر کی بیٹی ہے۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ اس میں جیسی کشمشی ہے گاؤں میں نہیں ہے۔ یہی سنی کشمشی کسی کے ساتھ نکل جائے شہر کی جگہ چھوڑ دے۔ یہ تو اہل یقین بات نہیں۔ وہ شام کیوقت ضرورت سے غارت ہو کر اور کچھ کھائی کو ایک لالہین اور لالھی سے کہہ آہستہ آہستہ خلیش چٹ کر کے گھر پہنچے۔

چلتی چٹ رکی ماں اسوقت جتنی ہوئی تھیں۔ صرف کڑھری باقی تھی اور اسی وجہ سے وہ چار پائی سے انہیں اٹھ سکتی تھی۔ چھوٹی بھوکے اس طرح نکل بھاگنے سے دلالت بیچاری پڑی رو یا کر لی تھی اور اپنے پھوٹے انیسوں کی شہادت کیا کرتی تھی۔

دشمنوں سرکار کے پاس جا کر بولے:- بھوکہ کیسی ہو؟
 جنتیش کی ماں انہیں دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔
 دشمنوں سرکار لالہین اور لالھی ایک کونے میں رکھ کر ایک آسن پر بیٹھ گئے۔ اور لے

تہو ذرا بات تو بتاؤ کیا ہے بوسینہ پر مانگہ کھڑک جیتیش کی ماں نے کہا کہ دیورہی میں تو کچھ بھی نہیں جانتی کہ

کسی قدر۔ طیش میں آکر وشنو سرکار بولے۔ تم کچھ نہیں جانتی تو میں جانتا ہوں تم کسی طرف توجہ نہیں دیتیں۔ کسی بات پر بھی طرح غور کر کے ملکہ رآمد نہیں کرتیں۔ اور خانہ داری کے فرائض کو معقول طور پر ادا نہیں کر سکتیں۔ اسی وجہ سے تمہارے گھر کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ جو عورت اپنے گھر کی طرف توجہ نہیں دیتی اور سب کھوسٹ قائم نہیں رکھ سکتی۔ اس کا گھر اسی طرح بڑا یاد ہو جاتا ہے کہ یہاں سب اس کے کچھ جیتیش چندہ کی ماں خاموش ہو رہیں۔

ویشنو سرکار بولے۔ بچہ تو ایسا معلوم ہوتا۔ کہ اس بڑے کام میں رام سیوک کا لگاؤ کچھ ضرور ہے۔

جیتیش کی ماں بے کسی کا ہو کر ہیں تو اب کہیں کی نہ رہی؟
ویشنو۔ ایک مرتبہ وصلی گھر کی دے کر رام سیوک سے پوچھنا چاہیئے تھا
جیتیش چندہ کی ماں نے نہ دیویدتی ایسا کام نہ کرنا۔ زخم پر تک پاشی ہوئی۔ گھبراہٹ میں رہنے پاؤں لگی۔

ویشنو بتا اسی طرح ڈر ڈر کے تو تم نے گھر کا سنبھالا کر دیا۔ خواہ کچھ ہی ہو بغیر پوچھے کام نہیں چلے گا جب تک ٹھیک ٹھیک سبب نہ معلوم نہ ہو ایک بھلے گھر کی لڑکی کو قصور وار نہیں ٹھہرا سکتے۔ اگر وہ فی الحقیقت قصور وار ہے۔ صرف کسی پاپی کے چکر میں چنس گئی ہے تو اس حالت میں اس پاپی کو ضرور معنی چاہیئے۔

یہ کہند ویشنو سرکار نے نتا کو آواز دی۔ نتا کے آنے پر بکثور کار کا پوچھا
”رام سیوک کہاں ہیں؟“

نستارؑ کھانا کھا کر باہر جانے کو تیار ہیں۔
 وشنو:- اچھا ذرا بٹا تو لاؤ۔

نستار نے رام سیوک سے جا کر کہا۔ رام سیوک پانچ جاتے غودواری کے
 زعم میں جھوٹے آئے۔ وشنو چند رنے آنکھیں پڑھا کر رام سیوک کو سرت
 پاؤں تک دیکھا اور بولے جیہٹو نہ تم سے کچھ کہنا ہے۔
 رام سیوک ۱۔ جو کچھ کہنا ہو۔ بھٹ پٹ کہئے۔ میرے پاس بیٹھنے کے لئے
 وقت نہیں ہے۔

وشنو:- اب تمہیں اس گھر کے کرتا دھرتا ہو۔ اس بڑے تمہیں ہر بات
 کی خبر رکھنی چاہیے۔

رام سیوک:- بس بس ایسی باتیں کہہ کر جی نہ بھلائیے۔ بھلا میں کسی بات
 کی خبر نہیں رکھتا۔

چھوٹی لڑکی:- بھاگ گئی ہیں۔ تو کیا میری آنکھوں میں دھول جھونک کر چلی گئی
 وشنو:- تو یہ لوگ باگ کیا کہہ رہے ہیں۔ اچھا جو تم نے دیکھا ہے تم سن
 کہہ سناؤں۔

رام سیوک سنو گئے کیا۔ بھو کی عادت اچھی نہیں تھی۔

وشنو:- "خیر بات تو سناؤ۔ اصل میں کیا تھی؟"

رام سیوک:- جب میں باہر سے رات کو گھر لوٹتا۔ تو عموماً ہر روز دیکھا کرتا
 تھا کہ۔۔۔

عین اسی وقت رام سیوک کی ماں پانتے اپنے آس جگہ آگئیں۔ وشنو بکر
 بھی بڑے چلے ہوئے شخص تھے۔ کہیں لڑکے کو کچھ سکھا پڑھا نہ دے۔ یہ سنکر
 آپ اُن کے پاس ہی سرک گئے۔ وشنو ۱۰۱۔ تو تم نے کیا دیکھا؟

رام سیوک کی ماں جدی سے بول اٹھیں :- ”ماں جی! اُسی نے کیوں؟ میں نے بھی
کئی دن دیکھا۔ اُف! یاد آنے پر اب مٹی کیجیہ لاپٹا اٹھتا ہے؟
وشنو :- ”تم نے کہا دیکھا رام سیوک؟“

رام سیوک :- ”ایک رات کا — زیادہ عمر کا نہیں میرے ہی جیسا۔“
وشنو :- ”اچھا پھر؟“

رام سیوک :- ”میں نے دو ایک دن اُسے ڈانٹا ہی تھا۔
وشنو :- ”وہ چھوٹی بہن جی کے بیٹے آتا تھا۔ یہ کیسے جانتا ہے؟“
رام سیوک کی ماں بول اٹھیں :- ”واہ جی! میں نے دونوں کو ایک جگہ کھڑے
ہوئے باتیں کرتے دیکھے ہیں۔“

وشنو :- ”یہ بات پہلے اور کسی شخص سے کہی تھی؟“
رام سیوک :- ”نہ سننا ر سے کہی تھی۔“

وشنو چند ر نے سننا نہ کر سکا کہ پوچھا۔ اس نے صاف صاف کہہ دیا :-

”نہیں نہیں۔ مجھ سے اس قسم کی کوئی بات انہوں نے نہیں کہی تھی۔“
رام سیوک کی ماں جگلا کر بولی اٹھی :- ”کیوں کی کہنت! جھوٹ بولتی ہے؟ اُسی کی
بواکھا کٹیگی اور اُسی سے یہ باتیں؟ میرے ہی رُو برو۔ تو اس نے سچ سے کہا تھا
جس نیلی ہیں کھاتی ہے۔ اُسی میں سوراخ کرتی ہے یا درگھ تک پھوٹ پھوٹ
کر نکلے گا؟“

نستار نے کچھ گویاں نہیں کھیلی تھیں۔ ایسے دم دلائوں میں وہ کب آنے
لگی تھی انگلیاں سجا کر بولی :- ”کھاتی ہوں تو کیا جھوٹ بولتے کے لئے کوئی
ایسا بڑا جھک ہے۔ راجہ رُو ٹھیکے۔ راج لیں گے رانی رُو ٹھیکے سواگرے
گی۔ اور بند کی اپنی راہ لے گی۔“

رام سیوک کی ماں کسی قدر نرم ہو کر بولی :- اچھا ! اچھا تم کہوں جاؤ گے ۔
 ہم جی سب کو کھٹکتے ہیں چلے جائیے ۔
 وشنتو جھگڑا مت کرو ۔ جھگڑے کا کام نہیں ۔ جو میں نے پھینکا وہی نہ پڑے ۔
 بان جی ۔ رام سیوک گھر کی نوکرانی کے علاوہ تم نے یہ بات کسی اور کو بھی کہی تھی
 رام سیوک :- نہیں کسی اور سے نہیں کہی تھی ۔
 رام سیوک کی ماں نے کہنے سے لوگ غبر مانتے ہیں ۔ کہہ کر کیا بہ
 وشنتو رام سیوک ! تم نے کبھی یہ بات اپنی بوا سے بھی کہی ہے ؟
 رام سیوک :- ہاں کہی کہوں نہ تھی ۔
 وشنتو :- ہم ان سے پوچھ سکتے ہیں ۔
 رام سیوک :- آپ سے تو وہ بات چیت نہیں کر سکتی ۔
 وشنتو :- کہیں وہ ہماری جہد ہیں ۔ ہم سے بات چیت کہیں نہیں کر سکتی ۔
 رام سیوک کی ماں بیچ میں ہی بول اٹھیں :- اس نے تو کبھی بھی غرو نہ کیا
 کے غم میں پڑی ہوئی تھیں ۔ سمجھی ہوں ۔ یا نہ سمجھی ہوں یہ کون کہہ سکتا ہے ؟
 وشنتو :- معلوم ہو گیا ۔ رام سیوک ! ایک بات ہے ۔
 رام سیوک کہیے
 وشنتو :- تم ہی اس واقعہ کی جڑ ہو
 رام سیوک :- کون ہیں ؟
 وشنتو :- ہاں ! تم ۔ تمہارے ہی ظلموں سے وہ بھولی بھالی لڑکی ۔
 گھر سے باہر نکل کھڑی ہوئی ۔
 رام سیوک :- فیہر لیا ہی تھی
 وشنتو :- فیہر لیا ہی تھی کے بہرہ سے نہ رہنا ۔ یہ نہ سمجھتا کہ تم جیسے لڑکی

منہ اڑا دیا کر دئے ؟
 بھگوان سب کچھ دیکھتے ہیں ۔ پاپ کئے جاؤ ۔ آخر میں میل بھگنا پڑے گا
 جب بھگنا پڑے گا ۔ بھوکھئے ؟ یہ کہہ کر رام سیوک چلے لگا
 دشنو چندر ہوئے ۔ دشنو رام سیوک ۔ ایسی سچی بات بنا دو ۔ بڑاڑ کی خوف
 سے بھاگ گئی تھی تو اس کا پتہ لگا نہیں
 رام سیوک منہ پھیر کر بولا یہ کس ملک کا رواج ہے کہ بھالگی ہوئی تہ نہ پھر کھریں
 رکھیں ؟
 یہ کہہ کر رام سیوک چلا پ ۔ رام سیوک کی ماں نے بھی بیٹے کی باتوں پر صا د کیا
 دشنو چندر اپنا سامنہ لے کر چلے گئے
 جنتیش نے کی ماں اپنے مرحوم شوہر ۔ بیٹے جنتیش چندر اور دانیش کا نام لے
 کر رونے لگیں

آٹھواں باب

بادلوں کو چھید کر زمین آفتاب کی کرنیں بیکایک کھیتوں اور باغوں کے پھولوں
 پر پڑیں ۔ اور دھڑنک پہنچ گئیں ۔ ہر طرف سے دھو دھو کا غنہ سنائی دے
 رہا تھا ۔ چارو نظرف بلا کا سکون اور سناٹا تھا کسانوں نے دھان کاٹ لیے
 تھے ۔ صرف کھیتوں کی زمین ہیں دھان کی کھوٹیاں رہ گئیں نہیں ۔ سورج کی گرمی
 سے زمین سخت پتھر کی طرح ہو گئی تھی
 بہان کے بچوں شیخ ایکٹھس بھی ۔ جس میں کمڑنی بڑی پھولی ہوئی تھی جھیل کے
 کنارے مختلف خوشنما پرند اس نیلے پانی میں ہانا ہنا کر گارہے تھے ۔

جھیل کے پاس ہی ایک انگریز سائیکل پر جا رہا تھا۔ رفتار بہت تیز تھی۔
 یکا یک ایک پتھر سے ٹکرا کر گاڑی اُلٹی گئی اور صاحب بھاڑ پیچھے آ پڑے
 ایک مسافر دُور پر ایک درخت کے نیچے آرام کر رہا تھا۔ صاحب کو گرتے
 دیکھ کر وہ فوراً دوڑ آیا۔ یہ مسافر ستیش چندہ تھے۔

ستیش چندہ نے صاحب کے پاس آکر دیکھا۔ ضرب شدید آئی ہے دل
 میٹ گیا تھا خون کا فوارہ اُبل رہا تھا صاحب ایک طرح پر بیہوش تھے گاڑی
 چور چور ہو گئی تھی۔

ستیش نے جلدی جلدی اپنی دھوتی سے تھوڑا سا کپڑا بچھا کر بازو باندھا اور جھیل
 سے کھمکل کے پتوں پر پانی لا کر کپڑا تر کیا ہاتھ منہ دھویا۔ آنکھوں پر پانی کے چھینٹے دیئے
 بہت دیر کے بعد صاحب کو ہوش دیا۔

ہوش آنے پر صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے ایک مرتبہ ہر جہاں طرف اچھی طرح نظر
 ڈالی شاید انہیں پہلی بات یاد آگئی۔ اس کے بعد سر پر ہاتھ بھیر کر ستیش کی طرف
 دیکھا۔ بولے تم کون ہو۔

ستیش :- میں ایک غریب مسافر ہوں۔ اس درخت کے نیچے بیٹھا ہوا آرام کر
 رہا تھا۔ یکا یک آپ پر آئی ہوئی آفت دیکھ کر یہاں دوڑ آیا۔ آپ کون ہیں اور
 یہاں کیوں آئے ہیں کہاں جاتے ہیں۔ آپ کی گاڑی بالکل ٹوٹ پھوٹ گئی
 اب آپ کس طرح جائیگے؟

صاحب :- میں اُڑیہ کے گاؤں دیکھنے کے لئے نکلا تھا۔ اس دس میں بڑا قحط
 پڑا ہے اُس کی خبر لینے آیا تھا۔ میں کلندہ کے ایک اخبار کا مجرم نامہ لگا رہوئی اس
 وقت پوری کی طرف جا رہا تھا۔ آپ کہاں جائیگے؟

ستیش :- میرے جانے کا کوئی ٹھیک نہیں۔ میں بڑا تنگ دست ہوں۔ ماوراء کرا

کے لیے گھر سے نکلا ہوں۔
صاحب :- آپ بنگالی معلوم ہوتے ہیں۔ نوکری کے لیے اس ملک میں کیوں آئے
آئے یہاں تو قحط بڑھنے لگتا نہیں کئے کیا؟
ستیش :- کلکتہ بھی خراب تھا۔ مگر وہاں بھی کوئی ملازمت نہیں ملی۔ کوئی رشتہ دار
اور دوست نہ ہونے سے وہاں نوکری نہیں ملتی۔

صاحب :- اسی سے آپ کی بنگالی قوم دنیا میں اپنے آپ کو بہت ترقی یافتہ
کہتی ہے مگر ہمارے جیسے تندرست کام صرف سچا س روپیہ ماہوار میں باآسانی
چل سکتا ہے اگر چار دو تین مل کر نہیں پندرہ پندرہ روپے ماہوار دیا کریں
تو تم اپنے کنبہ کی بخوبی پرورش کر سکتے ہو۔ جو قوم اپنے بھائی کی مدد کرنا نہیں
جانتی۔ اس کے دکھ کو اپنا دکھ نہیں سمجھتی تو وہ کسی تعلیم یافتہ کنبہ کی منتی
نہیں۔

ستیش :- صاحب! شام ہونے کو آئی۔ آپ کی گاڑی تو ٹوٹ ہی گئی۔ پوری کا قافلہ
یہاں سے سات آٹھ میل کا ہے۔ اس لیے آپ کس طرح وہاں پہنچیں گے؟
صاحب :- میں ہی سوچ رہا ہوں۔ آپ کہاں جائیں گے؟

ستیش :- میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔ کہ میں اس دیس سے بالکل مالاوقف
شخص ہوں۔ ٹیویک نہیں بنا سکتا کہ کہاں جاؤنگا؟ اس سامنے والے گاؤں میں
آج کی رات کاٹنے کا ارادہ ہے۔

صاحب :- تو چلیے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ میری بات چیت
اس ملک کے لوگ نہیں سمجھتے۔ اس ملک میں بھی انگریزی زبان کا رواج بہت کم ہے
آپ کے ساتھ رہنے میں مجھے بہت کچھ سہولیت ہوگی۔ آپ کو تو میرے ساتھ
رہنے میں کوئی انکار نہیں۔

ستیش :- کوئی انکار نہیں۔ آپ چلیے۔ مگر آپ کی گاڑی کس طرح جائیگی؟ کہیں کہ گاؤں کا فاصلہ یہاں سے ایک میل سے کم نہیں معلوم ہوتا۔
صاحب :- گاؤں میں پہنچ کر کسی مزدور سے اٹھوائینگے۔ اس کے سوا اور کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔

”ٹھیک ہے چلیے۔ یہ کہہ کر ستیش چندرا اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ صاحب بھی اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ بہت سا خون نکل جانے کی وجہ سے صاحب بہت کمزور ہو گئے تھے اس لیے آہستہ آہستہ چلتے گئے۔ ستیش بھی صاحب کے ساتھ ساتھ گاؤں کی طرف چلے۔ شام کو دونوں گاؤں میں پہنچے۔ بچہ گاؤں ناریل کے درختوں سے گھرا ہوا تھا لوگ بالکل جاہل تھے۔ وہ لوگ صاحب کو بیکار دیکھا بہت خائف ہوئے ستیش اگرچہ آریا، زبان اپنی طرح نہیں جانتے تھے۔ تاہم کسی نہ کسی طرح انہوں نے ان لوگوں کے ذہن نشین کر دیا گیا کہ وہ دونوں بہت تکلیف میں ہیں اور ایک بات کے لیے ان کے ہمارے رہنا چاہتے ہیں۔ خوف کی کوئی بات انہیں سے نہ ایک ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے میں ان کو جگہ دی گئی۔ ستیش صاحب کو دہاں ہی چھوڑ کر ایک مزدور پر گاڑی اٹھا کر ساتھ کر دیا۔

پچھلے وقت صاحب ستیش چندر سے بولے۔ بابو صاحب! میں آپ کی خاطر و مدت سے بہت خوش ہوا۔ آپ بھی میرے ساتھ ہی پوری چلیے۔
ستیش صاحب! میں یہاں حرف نوکری کے لیے نہیں آیا۔ اس دیس کے جگنا تھ ہمارے خاص دیوتا ہیں۔ ان کے درشن کرونگا۔ میں بھی گھومونگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اگر کوئی ملازمت مل گئی۔ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ ورنہ پھر کلت جلاؤنگا صاحب۔ سچاؤنگے ہم کچھ نہیں سچیں گے۔ میں مجھ سے ضرور ملے گا۔ اور کلت جلاؤنگا ستیش نے اپنا نام۔ گاؤں کا نام بتایا صاحب نے اُسے اپنی پاکٹ میں لکھ لیا۔

چھٹا حصہ

پہلا باب

مہو باز در سڑک میں لب سڑک ایک عالیشان سے منزل مکان کے سامنے ایک دو خانہ جو درختوں میں بہت بڑا اور شاندار نظر آتا تھا پانچ چھ شخص کام کرتے تھے۔ جسے رخور وازہ پر ایک ہنایت ہی خوبصورت سائیں پور ڈیگ تھا سڑائی ۱۶ س کا انگریزی دو خانہ عبارت مولیٰ اور نمایاں حروف میں لکھی تھی نیچے چھوٹے حروف میں لکھا تھا۔ اس دو خانہ میں ڈاکٹر ڈی۔ سی۔ رائے۔ ایل۔ ایم۔ ایس ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اور مریضوں کی دیکھ بھال ہنایت ہی غور و فکر سے بغیر فیس کرتے ہیں۔

اس مکان کے دو حصے تھے۔ جو بڑا تھا۔ اس میں ایک والدہ مار واری سیٹھ معہ اپنے عیال و اطفال کے رہتے تھے۔ دوسرے حصہ میں یو تھکا۔ ڈاکٹر ڈی سی رائے کے ساتھ قیام پذیر تھی۔ پانچوڑی بھی اگر اسی منزل میں ٹھہرا۔

جموں کی گدھنی جس طرح ایک کشت کے ٹکڑے کو حریصانہ مگر میٹھی نرمی سے نگاہوں سے دیکھتی ہے اسی طرح یو تھکا نے پانچوڑی کے من جانسوز پر نظر ڈالی جیسے ظلم نیز دریا کا لہریں مارنا مٹوا پانی کی پل کے ستونوں سے ٹکرا کر اور بھی زیادہ جوش و خروش سے بہنا ہے اور ڈھڑا کی روانی میں تیزی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح یو تھکا کے دل میں ہر لمحہ خواہشات نفسانی کی کبھی تابو میں نہ آنے والی نرمیوں پانچوڑی اپنے پاس مٹے بیٹھے آتے جاتے اپنی مناسب حدود سے باہر نکلنے لگیں۔ اور بے قابو ہو کر

دل بدن ضرور و طافت حاصل کرنے لگیں۔ جتنی کہ اُن پر فتح پانا تو ٹھکائے
پائے محال ہو گیا۔

ایک روز شام کیوقت تیسری منزل کے چھت پر ٹوٹھکا اور پانچوڑی و دآرام
گروہوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اوپر لا محدود آسمان کا نیلگون شامیانہ تھا ہوا ٹھانچا چاند کی
پُر نور کرنیں پیشمار تیاروں کی جیھی جیھی روشنی کے ساتھ ملکر ایک ہنایت ہی لطافت
غیر اور سر بادہ عینیت سے محو کر کر میوالا سماں پیدا کر رہی تھیں۔ تمام دنیا اس
نجات کی بھیجا مار سے شرابور نظر آتی تھی۔ چھوٹوں کی بوسے خوش ہیں بلی ہوئی طریقہ
غیر اور فرحت افزہ ہو کر لکھیلیاں کرتی ہوئی چل رہی تھی۔ نیچے ملک پر مار بیٹے کی دلکش
صدا میں رنگین طبع لوگوں کے دل کو مفرار کئے دیتی تھی۔ تھرکتا ہوئی چاندنی دلی میں
ایک طرف غیز گدگدی پیدا کر رہی تھی۔

پوٹھکا۔ پر اس دن غضب لکھیا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں یہ عہد کیا تھا کہ
اب یہ ناقابل برداشت ہے۔ غم فراق کے ایک ایک لمحہ ہزاروں سال سے بھی قوت
طلب معذوم ہوتا ہے۔ آج ہی اس کا خاتمہ ہو گا۔ ہوسکا توڑ سے اپنے تخت دل پر
رونق افروز کروٹکی ورتہ باسی پھیلوٹکے مار کی طرح پاؤں کے نیچے روند کر مسل لوٹکی
اسی وجہ سے آج شام کو اس نے نیا کوسٹنگار میں اپنی تھم لطافتیں صرف کر دی
تھیں عہد و زین خوش قطع بیش قیمت لباس زیب تن کیا۔ گراں بہا۔ چکرا زو بھو
جڑاؤ زینورات سے اپنے جسم کو مزین کیا۔ فرحت اثر اور دلکش عطر سے تمام پوشاک
رنگائی کالے کالے گھونگر والے بال تیل میں بسا کر کنگھی پھیرتی اور جب اندازے
جوڑاؤ گوندھا آرام گوسی پر رونق افروز ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان سے
نور کی ایک ٹمٹم پری فضا کے دہریں اتر آئی۔ جس کے نور سے درد دیوار چمکائے
جا رہے ہیں پانچوڑی اس کے سامنے موجود تھا۔ اس کے چہرے سے خمیہ لگی

اور استقلال پس رہا تھا۔ یہ بہت پاکیزہ عمدہ دکش اور نہایت ہی مستحکم تھا۔
کی وضع قطع ہیں جو بانیکن اور لفظی تھی۔ سیاہ لہرائی ہوئی زلفوں میں جو دلہرائی
اُن متوالی نگاہوں میں جو عجز ساسری۔ سرخ گلابی ہونٹوں میں جو شیرینی اور
ملاحظہ رنگت میں جو دلاویزی اور ناوک خراگاہ میں جو تیزی اور سرعت تھی
اُسے دیکھ کر ایسا کون شخص تھا جو اپنے دل کسل کو قابو میں رکھ سکتا۔ مگر انہیں ہلک
دل پانچکوڑی پران سب کا کچھ اثر نہ ہوا۔

پانچکوڑی کیا کوئی یوگی تھا۔ جو ایسے زاہد فریب حسن و جمال کو دیکھ کر کبھی نہ
ڈگمگایا۔ جسے دیکھ کر بڑے بڑے عابد و زاہد از خود رفتہ ہو جاتے۔ پانچکوڑی
کون تھا۔ پانچکوڑی ماما کا آپا سرک اور شکتی کا سیوک تھا۔ اُس نے اس بے نظیر
اور لائق حسن و جمال میں اپنی آپا سیا دیوی (معبود) ماما کا موڑتی رکھے جمال
کا اظہار خیال کیا۔ اور نہایت تجلی کی سے اُس کی طرف دیکھنا ہوا اپنے خیالات
میں محو ہو گیا۔ اُس نے دشمن عقیدت سے بھرے ہوئے لہجہ میں اپنے دل ہی
دل میں ماما کہہ کر اُسے پر نام کیا۔ آما، ماما کا لفظ کتنا شیریں اور میٹھا ہے۔ ماما
کہنے سے سخت سے سخت غصہ میں بھرا ہوا دشمن ٹھٹا اہو جاتا ہے رُوح خوشی سے
ناچنے لگتی ہے۔ اکہمہوں میں مسرت کے آنسو ڈبڈباتے ہیں۔ اُس نے ماما کہہ
چکارنے کی تعلیم پائی تھی۔ لا محذور حسن و جمال تر و تازگی۔ خوشبو۔ خوش آواز بے
نظیر ماما کو پہچان لیا تھا۔ اُس نے پانچکوڑی سچ اپنے نفس امارہ پر ایسا تعجب اب تھا
جب تک حواس ان محسوسات کے ہمو کے رہتے ہیں۔ جب تک وہ لذات نفسانی
سے سیر نہیں ہوتے۔ تب تک اُن میں کئی تھی خواہشات پیدا ہوتی جاتی ہیں۔
دل میں نت نئی آرزوؤں کا لہو فان پرا ہوتا ہے جو اپنا اثر دلے بغیر کبھی ختم نہیں
ہوتی۔ قدرت نے اسی طرح ہمیں اپنے جال میں پھنسا رکھا ہے۔ لیکن اگر اس لالچ و

قدرت کو سب کے لیے اگر نبی طاعت کی صورت میں پہچان لیا جائے اور بلند نظرین کو ماں کہہ دیا کریں۔ تو اس کا سارا جسم ٹوٹ جاتا ہے وہ اپنی ذات کو بھولی ہوئی روح کو دنیاوی عیش و عشرت میں پھنسا کر طرح طرح کی خرابیوں میں ڈال رہی ہے ذرا اسے ماما کہہ دیا کرو۔ اس وقت نہیں معلوم ہو گا کہ وہ رحم اور محبت سے بھری ہوئی ماں جس راستے سے آ رہی تھی اسی راستے پر واپس چلی گئی اس طرح غائب ہو کر وہ اس شخص کو جس کے اپنی زندگی کے راستے پر اپنے نقش قدم گم کر دیئے تھے۔ پھر اس کی رہنمائی کرنے لگتی ہے اسی کو شکست کا سادھن کہتے ہیں ماری شکست کا سادھن کرنے والوں کا نام شکست کا سادھن ہے۔ اسی پچھلے جنم کے سادھن کے پھل سے ہی آج پانچگوڑی اپنے نفس امارہ پر فقیہانہ ہوئے

یو تھکا نے کہا۔ پانچگوڑی اسٹو۔ ذرا تمھارا ٹھکانا میرے دل کی طرف دیکھو۔ ذرے ذرے میں تمہارا ہی جلوہ ہے۔ میں تمہیں دل و جان سے بیا کر رہتی ہوں پانچگوڑی نے نہایت عجیب لہجے سے جواب دیا۔ کیوں فضول خواہشات میں مبتلا ہوتی ہو؟ میں تو تمہارا بیٹا ہوں۔

یو تھکا۔ اب ان پرانی باتوں کو چھوڑو یہ بار اسٹن چکی ہوں۔ چونکہ ایک آزاد خیال عورت ہوں۔ کسی کے ساتھ میرا کوئی خاص تعلق نہیں میں جو چاہتی ہوں کرتی ہوں۔ انہی ظلمتات تمہیں اپنے سینے سے لپٹا کر تمہارے پیار و محبت کی کلی بھار لوٹنا چاہتی ہوں۔ پیارے! آؤ۔ اب بہت دن بڑیاؤ۔ میرے ہو جاؤ پانچگوڑی:- تم تو میری ماں ہو۔

یو تھکا۔ پھر وہی بات: تم اس امر کا کچھ خوف نہ کرو۔ کہ تمہارے بھائی صاحب پر ہم راز افشاں ہو جائیگا۔ ہم دونوں پوشیدہ طور پر ہی اپنے دل کے حوصلے نکالیں گے اور دل کہو کہ ایک دوسرے کے سر مائے شباب سے اپنی لاشکی رنق کرینگے

پانچکڑی :- ماما اب مجھے اور برا بھلا نہ کہو
 ٹوٹھکا :- سنو پانچکڑی سنو۔ تم کون ہو؟ میں کے قدموں پر گر کر میں اس طرح
 جڑا جڑا رہی ہوں۔ اس زندگی میں نے کسی ایسی منت و خوشامد سے کام نہیں لیا
 میری ایک ایک ادا پر کتنے ہی جنت کے شوالے اس شمع حن پر پروانہ وار نشانہ ہونے
 کے لیے تیار رہے ہیں۔ تو بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ میں نہیں کہوں انہیں بھول سکتی ہوں
 کہیں مجھ کو بھی تو یہ کہکری لاج رکھ لو۔ کہ میں نہیں چاہتا ہوں تاکہ میں اپنے
 آپ کو کامیاب سمجھوں۔ اور اس کامیابی کی خوشی ایک عرصہ دراز تک اپنے دل
 میں رکھ سکوں۔

پانچکڑی :- پوٹھکا! میں کون ہوں؟ میرے لیے تم اس قدر راز خود رخصت کیوں ہو؟
 چچی چچی! مجھے بھول جاؤ۔ دیکھو میرے اس جسم کو کاٹ کر دیکھو۔ یہ تو مھن گتوں اور
 گیدڑوں کی خوراک ہے۔ اگر ایسے کچھ دیر پڑا رہنے دو گی۔ تو اس میں سے ایسی عورت
 رہیگی۔ کہ یہاں ٹھہر بھی نہ سکیگی؟

ٹوٹھکا :- سنگدل! پھر ہی شرارت! پھر ہی وہو کا بازی!!!
 پانچکڑی :- میں تو تمہیں ماما کی مورتی کی حیثیت سے دیکھتا ہوں
 اور اُسی لیے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں۔ ماما مجھے معاف کرو۔ اور میری حفاظت
 کرو۔ ٹوٹھکا کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے فرط غضب سے اُس کا چہرہ
 سرخ ہو گیا، ہر کہتی اور گوجتی ہوئی آواز سے بولی میری عاجزانہ منت سماجت
 بیقرارانہ درخواست کیا یوں ہی رانگاں جا سے گی۔ کیا تم مجھے کسی طرح بھی
 قبول نہ کرو گے؟

پانچکڑی نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ نہیں۔ ہرگز نہیں!!
 ٹوٹھکا :- دیوانہ وار کھڑی ہوئی۔ ہاتھ اٹھا کر نہایت تیز اور دلخراش لہجہ میں

بولی تو پھر تیار ہو جاؤ یہ نہ سمجھنا کہ مجھے اس طرح بھلا کر پا کر تم آرام سے رہ کر کھو
یاد رکھو تمہیں بھی اس شعلہ زن آگ میں جل جل کر خاک ہونا پڑیگا۔
یہ کہہ کر گونہ کھانے پاس ٹپسے ہوئے کوئچ کے پیچھے سے ایک چیز نکال کر پانچکھوڑی
کو دکھائی۔ اور بولی پہچانو!

پانچکھوڑی :- پہچانتا ہوں

گونہ کھکا :- اب تم کس حالت میں ہو جانتے ہو!

پانچکھوڑی :- جانتا ہوں

گونہ کھکا :- اب میں تمہیں مجرم کہہ کر گرفتار کر آؤنگی!

پانچکھوڑی :- میں نے کیا قصور کیا ہے۔

گونہ کھکا :- گونہ کھکا کی زندگی کو اپنے پانچوں میں ڈاکٹر نم نے نہایت بے رحمی سے
کھینچا ہے اور اس کے بیشہ دل کو اپنے سنگ بے اعتنائی سے چور چور کر دیا
ہے اب میں دیکھونگی کہ تم کس طرح بآرام زندگی بسر کرتے ہو اور کس کھوٹکی
کہ کیسے کھنک کے ٹپسے سے اپنی پیشانی محفوظ رکھتے ہو۔ بولو۔ بولو!! ابھی کچھ نہیں
گیا وقت ہے کہو! کیا تم میرے ہو گے، پھر وقت نہ رہیگا۔ ابسا مونہہ مجھ پر کھ
نہ آئے گا۔ آؤ اب مجھ میرے ہو۔ جاؤ۔ آؤ جان سے بھی پیار سے اب مجھ پر آنا

بنادو

پانچکھوڑی :- خاموش کھڑا ہوا اب مستنار ما۔ اس کا دل ذرا بھی ڈانواں
ڈول نہ ہوا! اسی دلیل نہ استقلال سے جواب دیا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

گونہ کھکا :- ہونٹ چباتی اور دانت پیستی ہوئی چلا کر بولی۔ کیا اب بھی نہیں
پانچکھوڑی :- نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ ماں کے سامنے بیٹے کا بڑناؤ ہر
وقت یکساں رہیگا!

یو ٹھکا :- اب ایک منٹ بھی وہاں نہ ٹھہریگی میں بھری ناگن کی طرح جوش میں
آئی ہوئی سر سر کرتی وہاں سے چل دی۔ پانچکوٹری کو جو چیز اس نے دکھائی تھی
جاتے ہوئے اسے بھی اپنے ساتھ لے گئی۔

پانچکوٹری :- بیٹھا بیٹھا کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ بعد ازاں نہایت ہی بیٹھے
سرف میں گیت کا ایک حصہ گنگنا رہا تو اپنے چلا گیا۔ گیت یہ تھا۔

کالی۔ کال بھی ہرن ماری

چھانڈو نہ موہے کال مکھ میں ماری

کاپے کرو دھ کرو ماتا۔ میں تو بال نیٹ اناری

کالی۔ کال بھی ہرن ماری

دوسرا باب

عورت کیسا ہے بہ لاکھ دود کی ایک شان کا رینات کی عظمت۔ آفرینش کا کمال
عورت عیاش کا عیش۔ زاہد کا زہد۔ عاید کی عبادت ستا ستر تاض کی ریت
یوگی کا دھیان اور میتھی کا پران ہے۔ عورت حسن و جمال کا معدن۔ شیرینی کا
خزان۔ ودفنوی کی نفوس پر اور پاکیزگی کا نمونہ ہے۔ عورت جنت کی منداگنی
تقدیس کی گوہری۔ رحم و کرم کی بجا گیر تھی۔ اور پریم کی چھلگو ہے اسی عورت
کی طاقت برداشت سبنا تھی برت ساؤنری اور جلال درو پدی کے
روپ میں نمودار ہے۔ عورت گھر کے کام کاج کیوہ سے گرنی مکشی پتوں کی
پرورش کے لحاظ سے جنتی۔ بھوک دھور کرنے کے خیال سے ان پورما اور
بیکس دیے بس پر رحم ہونے کے باعث پاروئی عورت کے لاکھ دوداوصاف

محمد و الغافل کی زنجیروں میں جکڑے نہیں جاسکتے۔ اس کی تشریح نامکن ہے۔ دیوی کیسوں کا کھینچا ہوا جانی ہے۔ عورت بس بھری کیوں بن جاتی ہے بیعت و عفت عورتوں کا بھشتی دھرم ہے اور ہر لحاظ سے عورت کا مکمل ہونا دنیاوی شان ہے جو اس سے محروم ہے۔ وہ عورت کے درجہ سے گر گئی ہے۔ یہ وہ منزل ہے جس میں دیوی راکھشی اور معمولی عورت ناگن ہو جاتی ہے گلاب کی خوشبو دور ہو جاتے سے محض ایک کاٹھارہ جاتا ہے۔ سوگ کے مکمل کی جھک دوڑ ہو جاتے یہ وہ اکھ کا بھٹول جیسا رہ جاتا ہے۔

گوٹھکائے خواہشات نفسانی کی نیز ترنگوں میں پڑ کر اپنا یہ پیش قیمت خزانہ گم کر دیا تھا۔ وہ اپنے اس بلند ترین درجہ سے گر گئی تھی۔ اس بے دیوی سے راکھت سی اور عورت سے ناگن ہو گئی تھی۔ پانچکوڑی کی نفس کشی کیوجہ سے اس کی خواہش اور بھی تیز ہو گئی تھی۔ اس کی ناخیزانہ درخواستوں کے نامعلوم ہونے کے باعث اس کی آرزوں نے اپنے دامن اور بھی پھیلادئیے تھے۔ اسی لئے اس وقت وہ ایک بس بھری ناگن کی طرح بیٹھکا رہی مارتی تھی۔ خواہشات نفسانی کے شرارے اس کی آنکھوں سے نکل رہے تھے۔ اس کے سانس سانس سے شعلے پیک رہے تھے اور بات نہ بات سے نہر ٹپک رہا تھا۔

والتیری منزل سے دوسری منزل میں آئی اور فرش پر بیٹھ گئی۔ ڈاکر کو حکم دیا کہ ڈاکٹر صاحب کو بلا لاؤ۔

نوکر چلا گیا۔ کمرہ گیس کی روشنی سے نورانیلا ٹورینا ہوا تھا۔ گوٹھکا فرش سے اٹھ کر پاس ہی دیوار سے لٹے ہوئے ایک بٹے آئینہ کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ ساور اس میں اپنا عکس و جمال بٹے غور سے دیکھنے لگی۔ اس کے بعد ایک گھنچ پر آکر بیٹھ گئی اور آہستہ آہستہ کہنے لگی۔ نادان! ایسی مجھ حور کو تو نے اپنے پاؤں سے

ٹھکرا دیا۔ مغرور پارسا! دیکھو گی پنچ میں کس قدر غرور اور زہد ہے؟ ایسی لکشل اور سوہنی موٹی ایسا اٹھتا ہوا نوخیز جوہن ایسا حسن و سلیف۔ محبت کا انداز نہ لے کر تیرے رو بہ وجود ہوئی۔ منت و سماجت کی۔ رو کی چوٹی۔ گڑ گڑائی۔ مگر تجھے اس قدر غرور کسی طرح تو راضی دھوا۔ اور سنگدل اب اسکی مناسب سزا قبول کرنے کے لیے تیار ہو جاہ تیرے رہتے تو تھکا کا دل تھکانے نہیں ہو گا۔ جس سے تیری زندگی کے کبھل کا خاتمہ ہو آج سے میں یہی کروں گی۔ اسی وقت دانش چنے آئے۔ وہ تو تھکا کا بنا و سنگار دیکھ کر دنگ رہ گئے انہوں نے اس سے پیشتر تو تھکا کو اس طرح نے ٹھنے کسی نہ دیکھا تھا۔ تعجب انگیز لہجہ میں بولے۔ یہ بناؤ سنگا کیوں؟

تو تھکا۔ کچھ سنا۔

دانش: بہت سی باتیں سناتا ہوں۔ مگر تمہاری محبت کے رس میں ڈوبی ہوئی بانیں بغیر سنے ہوئے دل محفوظ نہیں ہوتا۔
تو تھکا:۔ دانش کا راگ چھوڑو۔ بات بڑی خطرناک ہے۔
دانش: کیا۔

تو تھکا نے دانش کو وہی چیز دکھائی۔ دانش دیکھتے ہی چونک پڑے۔ یہ کیا کیسے آیا؟
تو تھکا:۔ تمہارے بھائی صاحب کی کڑوتوٹ ہے۔
دانش: بھائی صاحب کا سامان ہوا؟
تو تھکا:۔ مجھے سب معلوم ہو گیا اور وہ بھی جان گئے ہیں۔

دانش: اب کیا ہو گا؟

تو تھکا:۔ تو تھکا پولیس میں جائینگے۔ گرفتار کرائینگے۔

دانش:۔ آف غائب ہو گیا۔ اسے یہ تمہارا ہی لائی ہوئی مصیبت ہے

میں اُسے جانتا ہوں۔ اسی وجہ سے منظر پر سے بھاگ دیا تھا۔ ٹم نے پھر مایا یا اب جلدی کوئی تدبیر کرنی چاہیے ورنہ تمام شے ہی کر کر کے ہو جائے گی اور نئی بنائی عزت خاک میں بجا لگے گی۔ کچھ بھی ہو جیسا نہ تو دیکھنا ہی پڑے گا۔

یو تو بھکا :- ایک کام کرو۔ میں راجہ صاحب کی ماں کے پاس جاتی ہوں، تم انہیں ایک خط لکھ دو اور اس میں لکھو کہ میں پانچلو ٹری کو ابھی گھر سے نکالے دیتا ہوں تب مجھے اس کے پئے معاف فرمائیے، تم صرف اتنی بات لکھ دو۔ باقی میں کہ سن لو گی دانیس کچھ دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد بولے نہ ہی ٹھیک ہے۔

یو تو بھکا :- جو تم کو اب وہ جان گئے ہیں۔ اس سب سے گرا پانچلو ٹری اور یہ مارو توں چھپا دیئے جائیں۔ یہ بھی کیوں نہ کر دے گا۔ وہ مجھے بطور گواہ کے پیش کر دے گا۔ اور میں تم میں جان دیتے ہوئے کبھی چھوٹ نہیں بولوں گی۔ یہ انگریزی سلطنت ہے پانچلو ٹری بھاگ کر کہاں جائیگا؟

دانیس :- اچھا خط اس طرح لکھوں کہ کوئی قانونی گرفت نہ ہو۔ یو تو بھکا نے اپنی رائے دی۔ دانیس نے بھکانے میرا منہ دیکھ کر مجھے معاف کر دیا گئے۔ اسی کہاں سے انصاف کرتا ہوں۔ دانیس :-

یو تو بھکا وہ خط اور مارے کر چلی گئی۔ دانیس نے پانچلو ٹری کو بلوایا۔

بات یہ تھی کہ اس مکان کے دوسرے حصے میں جو مارواری رہتے تھے۔ ان کی بیوی کا بیش قیمت مارواری ایک انگوٹھی کھو گئی تھی۔ مارواری کی بیوی نے خوف کی وجہ سے اپنے شوہر سے نہیں تھا یا تھا۔ دو تین دن بعد جب مارواری کو یہ بات معلوم ہو گئی؟ اور انہوں نے دریافت کیا۔ تو ان کی بیوی نے یہ بات بتائی۔ کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ گم ہو گیا۔ مارواری ہمارے اپنی بیوی پر بہت اعتبار نہیں کرتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ان کا چال چلن خود اچھا نہیں تھا ورنہ ان کی

بیوی تو بالکل لکشی نہیں مارواڑی جہاٹے نے پولیس میں رپورٹ کر دی تھی ایک مکان میں رہتے کی وجہ سے یہ بات سب جان گئے تھے ۵

یہ فزارت کو تھکا کی تھی۔ پانچلوڑی کو دوام بلا میں پھنسانے کے لئے اس نے یہ کام پہلے سے ہی کر رکھا تھا۔ مارواڑی کے گھر میں تو تھکا آتی جاتی تھی۔ اس لئے ایک دن موقع پا کر وہ مارچرالاٹی۔ نوکر کے ساتھ آکر پانچلوڑی بھائی کے روبرو کھڑا ہو گیا نوکر کو رخصت کر کے دائیش نے عضبتا لہجہ میں کہا۔ میری جان لینے اور سب میں برابر سہنچا کرانے کے لئے تو یہاں کیوں آیا؟

پانچلوڑی :- کیوں؟ میں نے کیا کیا؟

دائیش :- اب بھی پوچھنا ہے۔ کیا کیا۔ پاجی بد معاش!! تیری وجہ سے مجھ پر تنہا ہی اتبوالی ہے۔ مارکیوں چڑایا؟

پانچلوڑی :- مار میں نے نہیں چڑایا۔

دائیش :- او جاہل مطلق! تو کیا میں نے چڑایا؟

پانچلوڑی :- میں آپ کے پاؤں چھو کر کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں نے نہیں چڑایا۔ وہ مار میں نے تو تھکا کے پاس دیکھا تھا۔

دائیش :- نیک حرام تو تھکا نے تیرے ساتھ کیسے کیسے احسانات کیے۔ وہ تجھ کو بیٹے سے زیادہ سہمتی ہے۔ تیرے لئے دوسروں سے معافی مانگنے لگی اور تو کہنا سے کر تو تھکا کے لہجہ میں دیکھا تھا او کینہ صفات! جا ابھی میری نظروں سے دوڑ ہو جا اور اس گھر سے نکل جا۔

آنسوؤں سے برز آتھو نے بھائی کی طرف دیکھ کر پانچلوڑی بولا۔ جو تھکا میری ماں ہے۔ پیار کیوں نہ کر لگی۔ میں کل صبح کی گاڑی سے چلا جاؤں گا۔ مگر دادا! بڑا ایک بات غور سے سن لیجئے۔ آپ بڑے بھائی ہیں۔ آپکا منگل میرا ہی منگل ہے

آپ پتھکا کاس تو چھوڑ بیٹ گھر کی لکھنوی تو دانو لکھ بغیر بھوکوں مر رہی ہے اور آپ اس میں بھری ناگن کے دام میں پھنسنے ہوئے ہیں؟
 وائیش نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کہتے چمکتے رہے پانچوٹری گھر جانے کی خاطر اپنے کپڑے باندھے کانا افسلام کرنے لگا۔

تیسرا باب

مار داری حدیثے کا نام جو پچھلے ہو۔ مگر سب انہیں راجہ صاحب کہا کرتے تھے یہ خطاب انہیں کہاں سے ملا تھا؟ اسکی کسی کو خبر نہ تھی وہ عوام میں راجہ صاحب کے ہی نام سے مشہور تھے۔ ہم بھی انہیں اسی نام سے منسوب کر بیٹھے۔
 راجہ صاحب کا طرز معاشرت یا نکل نچی روشنی کا سا تھا۔ وہ ذات پانت کے مسئلہ پر نہ یاد دہ تو قہ نہیں دیتے تھے ان کے باپ اپنے ویس سے کلکتہ آکر کچھ دلوں پر طے کی بھیری گرتے تھے اس کے بعد ایک دوکان کولی۔ اور خوب روپیہ کبابا راجہ صاحب کلکتہ میں ہی پیدا ہوئے تھے۔ اور یہاں ہی انہوں نے انگریزی کی تعلیم حاصل کی تھی۔

ان کی عمر تیس سال سے نہ باوہ تھیں۔ وہ کوئی روزگار یا تجارت نہیں کرتے تھے وہ مکان انہیں کا قہلہ بڑے رچھے میں خود رہتے تھے۔ چھوٹا مٹھکا اور دانیش کو کرایہ پر دے رکھا تھا۔ پتھکا کے اوپر ان کی عاشقانہ نظریں پڑی تھیں مگر پتھکا اب وہ پہلی سی پتھکا نہیں تھی اس کا دل اسوقت فکر و تردد کا جولاں تھا۔ یہ گیا تھا۔ وہ ایک شخص کی محبت کے دام میں گرفتار ہو گئی تھی۔ سونج کی سندھیا کرین جیسے کسی رنگ کے برتن پر پڑ کر وہی رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ محبت کا بیج ہی سہ

جو تھکا کو یہ بھی طرح معلوم تھا کہ راجہ صاحب سے چاہتے ہیں۔ مگر اس نے ہر بھی کمر
بھی راجہ صاحب کی طرف نظر نہیں کی تھی۔ آج جو تھکا اپنی مرضی سے راجہ صاحب
کے پاس گئی۔ اور انہیں شکلیہ میں لجا کر ان کے روبرو ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

راجہ صاحب نے کہا۔ ڈاکٹر صاحب! کہیے آج نویری خوش نصیبی کا ستارہ
کیا ایک چمک اٹھا۔ آپ نے بڑی نوازش کی۔ کہ غریب خانہ پر کرم کیا۔ کہنے کیا ارض ہے
یہ تھکا۔ خوش نصیبی اور بد نصیبی تو میں جانتی نہیں۔ راجہ صاحب! میں آپ کو پیار
کرتی ہوں۔ کیا تم کو کھانا مجھ سے جینے جی دیکھا نہیں جاتا اسی لئے آیا ہوں۔
راجہ صاحب! پیار کرتی ہوں، مائے کیسا پیارا لفظ ہے۔ کانوں میں جیسے آسمیات
ٹپکا دیا۔ مگر کہئے۔ کیسا نقصان؟

جو تھکا۔ سہرا خیال ہے کہ اس کے سننے سے آپ کو تکلیف ہوگی۔
راجہ صاحب! یہ اسی کیا بات ہے۔ میں سننے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کہئے۔
جو تھکا۔ یہ جو کہ میں آپ کو بہت پیار کرتی ہوں۔ اس لئے کہنے آئی ہوں محبت
ہونے کی وجہ سے آپ کی بربادی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ افسوس آپ کی فائسگی
میں ایسا۔

راجہ صاحب! وہ اب پہیلیاں نہ بچھائیے۔ جلد کہئے۔ میں بہت بیتاب ہوں
اس کے کہیات میں نہ کہ کاؤنڈ کہاں سے ٹپک پڑی۔ بربادی کیسی دماغ بھگوان
کی وجہ سے ہوئی ہوگی۔

جو تھکا۔ آپ کی بیوی صاحبہ اگرچہ ایک نہایت ہی نیک عورت ہیں۔ مگر
مقام شباب کی مست خیر خواہشات نے انکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔
ڈاکٹر صاحب کے بھائی پانچلو ٹری سے۔

راجہ صاحب! اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ غصہ سے اٹھا جسم تھر تھر کانپنے لگا

پاؤں ٹپک کر گرفت ہوج میں بولے۔ یہ بات آپ سے کس نے کہی؟
 یو تھکا:۔ سنئے راجہ صاحب! میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں۔ مگر آپ کو جان
 سے زیادہ چاہتی ہوں۔ اسی وجہ سے یہ کہنے آئی ہوں۔ آپ گھبراہٹ میں منتقل
 سے کام لیتے بغور سنئے۔

راجہ صاحب۔ کہئے کہئے۔ جلد کہئے۔ مختصر کہئے۔ آپ کو فہم نہ ہو رہی ہو تو
 کہئے جلد کہئے۔ جلد
 یو تھکا:۔ آپ کی بیوی نے اپنا مارا اور انگوٹھی پہنچائی کہ وہاں رہتے
 محبت نہ رکھتے ہیں

راجہ صاحب:۔ نے نہایت ہی بینا باندہ انداز سے کہا۔ یو تھکا: بات آپ
 کو یہ چھوٹی خبر کس نے دی؟ مار چوری کیا ہے؟
 یو تھکا:۔ اگر چوری جانتا تو آپ کی بیوی صاحبہ اتنے دلائل تک ہر شے کیوں
 رکھتیں وہی مارا اور انگوٹھی۔

راجہ صاحب کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی۔ انت پیسہ کر بولے وہاں رہتے
 پکڑ پکڑ! یا

یو تھکا:۔ گھبراہٹ میں نہیں اور نہ اس قدر طیش میں آئیے۔ آپ مردم ہیں پور توں
 کی طرح اس قدر زود رنجی مناسب نہیں۔ سنئے پہلے تمام باتیں سنیں پھر
 راجہ صاحب:۔ میں بس اب کچھ نہیں۔ اچھا کہتا

یو تھکا:۔ اسی لئے ڈاکٹر صاحب نے آپ کو ایک خط لکھا ہے۔ میں آپ
 سے معافی مانگتی ہے۔ آپ کو معاف کرنا پڑے گا۔ یہ کہہ کر یو تھکا نے راجہ صاحب
 کے ہاتھ میں خط دیدیا۔ راجہ صاحب نے پڑھا اور چاک کر دیا۔ اب
 ہنکارا سما شک بھی جانتا رہا گرفت ہوج میں بولے معافی نہیں۔ مرکز

بیغیر پانچوٹری کا خون کپٹے میرے دل کی آگ نہ بجھ سکی۔
 یو تھکا:۔ اب آپ اس قدر گھبراہٹ سے کام لینے لگے۔ راجہ صاحب اعلان
 آرزو! میں نہیں دل سے پیار کرتی ہوں۔ اسی وجہ سے کام باقیں صاف
 کہی ہیں۔ مگر آپ ضبط سے کام لیجئے۔ میں آپ کو پریشان دیکھنا نہیں چاہتی
 نظر انداز کیجئے۔

راجہ صاحب:۔ کتنا سُر۔ ایسے شخص کا خون کرنے میں کوئی پاپ نہیں
 یو تھکا:۔ مگر آپ پر بھی مصیبت آنے کا خوف ہے۔

راجہ صاحب:۔ اب اس سے زیادہ مصیبت اور کیا آسکے گی جس کی پیروی
 دوسرے پر فریفتہ۔ اس کے لیے اور مصیبت کیا؟

یو تھکا:۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب مجھے بہت پیار کرتے ہیں۔ مگر میرا دل ہمیشہ آپ کے
 لیے بے چین رہتا ہے

راجہ صاحب:۔ اب اس وقت ان باتوں پر غور کرنے کا موقع نہیں ہے دل کا ایک
 حصہ آگ میں جل رہا ہے بیغیر پانچوٹری کا خون دیکھئے یہ آگ نہیں بجھ سکی۔

یو تھکا:۔ دل ہی دل میں بڑت خوش ہوئی۔ کووار خالی نہیں گیا۔ سلاہرتا
 آئینہ اجیہ میں بولی۔ تو آپ اب کیا کرنا چاہتے ہیں؟

راجہ صاحب:۔ پانچوٹری کا خون!
 یو تھکا:۔ ایک معمولی سی بات کے لیے آپ مصیبت کو کیوں بلاتے ہیں یہ لکیری

سلطنت ہے۔
 راجہ صاحب:۔ آپ دے معمولی بات کہتی ہیں۔ مگر ایسی بات بھی معمولی

ہے۔ تو پھر ذہن میں بیغیر معمولی کیا ہے؟ مجھے سب کچھ منظور ہے۔ بچا نسی چرمن
 بھی قبول ہے۔

یو تھکا نہ نہ اسیا دیکھئے۔ آپ اہے جیہنا نہ سمجھو اویکھے۔
جوں جوں یو تھکا راجہ صاحب کو تھکا کرتے کی کوشش کرتی۔ جوں جوں راجہ صاحب
کا غصہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور ان باتوں سے کہنے سے یو تھکا کا بھی مقصد ہی تھا کہ
راجہ صاحب غصہ میں اندھا ہو کر پانچوڑی کا خون کر گزریں۔
راجہ صاحب بڑے جیل وریل تھیں۔ خون ہو گا خون امیر خون ہی بنگالیوں
کے خون کی طرح سرد نہیں ہوا۔

یو تھکا اٹھ کر مڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے جیسے شرار سے نکلنے لگے لیلی
تو ایسا ہی سی۔ مگر آج ہی یہ کام ختم کر دینا چاہیے۔ سنے راجہ صاحب پانچوڑی
نے سب کچھ برباد کیا۔ میرے ساتھ ظلم کیا۔ میری سمیت کے دریپے ہوئے۔ کچھ پچھ
تھے وہ بھی چھین لیے۔ اس کی موت سے مجھے بھی شک ہے۔ اس کے خون سے
مجھے بھی شانتی ملے گی۔ مگر یہ کام آپ خود نہ کیجئے۔ کسی دوسرے سے کرائیے۔ کل
وہ گھر چلا جائیگا۔ اس لیے آج رات کو ہی کام ختم کر دینا چاہیے۔ وہ دو اخیانیں
سوٹا ہے میں دروازہ کھلا رکھوں گی

راجہ صاحب کچھ نہیں سمجھے تھے۔ راکشی کا جکر ان پر چل گیا۔ اپنے مقصد میں
کامیابی دیکھ کر یو تھکا بخوشی ان سے رخصت ہوئی۔ یو تھکا کے جانے پر راجہ
صاحب نے اپنے ہمایوت ہی قابل اعتماد باورچی کو بلا یا۔ اور اس سے پانچوڑی
کا خون کرنے کے لیے احرا کیا دو ہزار روپے کے انعام کا لالچ بھی دیا ساتھ ہی
یہ بھی کہہ دیا کہ کام تمام کر کے اور روپے لے کر تم جمع ہی اپنے کار پر چلے جانا
براہمن دو ہزار روپے کا لالچ نہ چھوڑ سکا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا
اس کے بعد منظر کر لیا۔

چوتھا باب

دو خانہ کا نوکر ملا تانہ علی الصبح اگر دروازہ کھٹکھٹانا تھا۔ پانچ کوڑی جاگ اٹھتا تھا۔ اور اٹھ کر کھول دیتا تھا۔ نوکر مکان میں داخل ہو کر صفائی وغیرہ کرتا تھا اس دن بھی وہ وقت مقررہ پر آیا۔ ایک معمولی ادھکا لٹے ہی دروازہ کھٹکھٹا۔ نوکر تھیر ہو کر اندر داخل ہوا۔ اور پانچ کوڑی کے بستر کے پاس پہنچے ہی چٹا اٹھا پانچ کوڑی بستر پر نہیں تھا۔ تمام بستر خان میں لٹ پٹ تھا۔ اور خون پیچھے نہ تھا رہا تھا۔ یہ مبتلاک نظارہ دیکھ کر نوکر خون بخون اچھلتا ہوا باہر باہر آیا۔ دانتیں۔ نوکر شور و شر مچا کر اٹھے اور دوڑ دوڑ کر آئے یہ افسوسناک نظارہ دیکھ کر اٹھ کر شور و غل مچا کر پیرہ والہ سی آگیا رفتہ رفتہ راجہ صاحب کو تھکا دیکر اشتیاق بھی دلوں آکر جمع ہو گئے راجہ صاحب نے پانچ کوڑی کا خون دیکھ کر ایک آہ سرد بھری یو تھکا کی آنکھیں بند ہو گئیں اس کے دل سے حسرت آمیز نعرہ بلند ہوا۔ اپنے ٹوٹے ہوئے دل کو دونوں ہاتھوں سے غلام کر دل ہی دل میں بولی آئے ایران پیار سے پانچ کوڑی انم کہاں گئے۔ اسی آنکھوں میں آنسو بہائیں تھے۔ منہ خشک ہو گیا ہو گیا تھا۔ اور مشکل باتوں جیسی ہو گئی تھی۔

یو تھکا۔ پہلے یہ نہیں جانتی تھی۔ کہ پانچ کوڑی کے مر جانے پر اس کے دل کی آگ اس قدر بھڑک اٹھے گی۔ وہ نہیں سمجھتی تھی۔ کہ جسے ساتھ پریم کہا جاتا ہے اس پر غرور اور غصہ کام نہیں کرتا۔ اس نے پہلے کسی پریم کا مزہ نہیں پایا تھا۔ محبت کی قدر و قیمت اور اس کا حاصل نہیں سمجھتی تھی۔ اب تک وہ دوا

کے دل کو کھلونا بنا کر اور دام محبت میں پھنسا کر کھیل کر کرنی تھی دوسروں کے دلوں کو پیروں کے نیچے مسلاتا ہی اس کا کام تھا۔ مگر پانچوٹری کو وہ نے حقیقت پیار کرتی تھی۔ پانچوٹری کے ساتھ اس کی سچی محبت تھی وہ اس کا دل جبین کر چلا گیا۔ بسے یہ کیسی بنہی و بربادی آگئی تو تھکا کے پانچوٹری کا خون نہیں کرایا بلکہ اپنا ہی کیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں کھڑی ماری۔ اپنی جان کی آپہمی دشمن ہو گئی۔ خون! خون! خون! ابر کا خون ہر جان سے زیادہ پیار سے پانچوٹری کا خون۔ زندگی کے سب کچھ پیار سے پانچوٹری کا خون۔ اُف کب سہیتاک نظر رہے۔ وہ زیادہ دیر تک کھڑی نہ رہ سکی بیٹھ بھی نہ سکی اس کی آنکھوں میں ندامت و رنج کا نظارہ بن گئی۔ اٹھ پانچوٹری ہی وہاں سے واپس ہوئی۔

دانش روئے گئے۔ انہیں بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ راجہ صاحب کے کسمی نوکر نے انکی عزیز بھائی پانچوٹری کا خون کر دیا ہے اور اس کے توجہ رشیاب پر خیر موت کا وارجل گیا

روتے روتے انہوں نے نوکر کو تھانہ میں بھجوا کر پولیس بلانیکا حکم دیا دُم کے دُم میں پولیس انسپکٹر طمعہ اپنے محلہ و قلعہ کے آمو جو دہوئے۔ انہوں نے موقع کو اچھی خرچ دیکھ بھال کر ایک خون سے تر نیز خیر ڈھونڈ نکالا۔ اس کے بعد نوکر سے پوچھنے لگے کہ تم نے دروازہ کب کھولا؟ نوکر نے صبح پانچ بجے میں روز اسی وقت آکر بابو کو آواز دینا تھا۔ میری آواز سنی تھی وہ دروازہ کھول دیتے تھے

انسپکٹر طمعہ بابو دروازہ بند کر کے بیٹھنے لگے نوکر نے۔ ہاں کل رات کو جب میں جا رہا تھا۔ تو میں نے بابو کو دروازہ بند کرتے

ہوئے غناختا۔

انسپکٹر دانیش کے چہرہ کی طرف دیکھ کر ابول: بیہوشی گھری کا کوئی معلوم ہوتا ہے اس کے اندر ہی اندر کوئی خچر سے خون کر کے پولیس کی آنکھوں میں دھنسل گانے کے لیے لاش اٹھا لے گیا۔ مگر خونی کوئی ایک شخص نہیں۔ بلکہ کئی ہیں۔ ایک شخص ایسی صفائی کا کام نہیں کر سکتا۔

”ذکیاب وہ نہیں لیکتا گا۔ لیکر دانیش وہاں گر پڑے۔“

انسپکٹر صاحب اپنا کام ختم کر کے دس بیس کے قریب چلے گئے۔

پولیس کے حکم سے وہاں کا خون دھو دیا۔ اور بستر پولیس اپنے ساتھ لے گئی دانیش کا دل بھائی کے لیے تڑپنے لگا۔ اتنے دنوں بعد! انہیں اپنا گالوں اور گالوں کا وہ گھر یاد آ گیا۔ سٹھ سٹھ ماں کی باتیں یاد آئیں۔ وہ بچہ کی طرح پھوٹا چھوٹ کر روئے گئے۔ روتے روتے بولے۔ ماں! ماں! اتھاری گود کا لعل یہ بہا۔ پانچوڑی اسوقت دنیا میں نہیں ہے۔ ماں! ماں! ایسے ایسے تمہیں یہ خبر ملے گی تو تمہاری کیا حالت ہوگی۔ ماں! ماں! ابیری ہی سہل انکا رہاں اور غفلت شکاروں میں تمہاری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔

عین اسی وقت چٹھی رساں نے آکر دو خط دیئے ایک گھر سے آیا تھا دوسرا انکے منفقہ کار ہاٹی کے زمیندار رام پراں بالو کا تھا۔ رام پراں نے بالو نے پوسٹ کارڈ لکھا تھا۔ اس بے سب سے پہلے دانیش نے اس کے طریق شروع کیا۔ لکھا تھا خط دیکھتے ہی آپ یہاں آئیے۔ ہمارے گھر میں ایک بستر موت پر پڑی ہے دیگر کام چھوڑ کر پہلے یہاں آئیے اگر آپ کا کوئی نقصان ہو گا تو اس کی کمی میں پوری کر دوں گا۔ آپ کی دوا سے ہمارے گھر کے آدمیوں کو صحت ہوئی۔ اس لیے سب کا اعتقاد آپ ہی پر ہے۔ جلد آئیے؟

اس کے بعد انہوں نے گھر کا خط کھولا۔ یہ خط وشنو سرکار نے بھیجا تھا۔
مصنوع یہ تھا۔ دانیلش اپنے گھر میں تم ہی تعلیم یافتہ ہو۔ تمہارے عزیز و کار
کی بہت سی امیدیں تمہاری ذات سے وابستہ تھیں۔ مگر تمہاری حالت بالکل
خراب ہو گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ تمہارا گھر بھی مٹی میں چھلکا۔ اس کے علاوہ
سب سے زیادہ مصیبت یہ آئی کہ چھوٹی بھو گھر چور کر کے نہ معلوم کہاں چلی گئی
ان کے اس طرح جانے سے لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ مگر تم نے پورا
پورا یقین ہے کہ وہ سستی ہٹ کر صرف گھر کے مظالم سے تنگ آکر اس نے گھر
چھوڑ دیا۔ تمہاری ماں کی حالت بہت ہی خراب اور نازک ہے خط پڑھتے
ہی گھر چلے آؤ۔ آتے وقت اپنے ساتھ پانچکوری کو بھی لیتے آنا۔

”و شنو سرکار“

چھوٹی بھو! چھوٹی بھو! کیا تو اپنے معیار سے گر گئی ہو؟ اے یہ نصیب دانیلش
اب تو کس منہ سے چھوٹی بھو کا نام لیتا ہے؟
دانیلش نے دل ہی دل میں مندرجہ بالا الفاظ کہے۔ اس کے بعد سوچا
کہ پانچکوری کو ساتھ لے جائیے۔ مگر اس وقت خیال آیا کہ پانچکوری کہاں ہے
دانیلش جھٹک کر کہہ اٹھے: اے پانچکوری تو کہاں ہے؟

پانچواں باب

سجلی گرس ہوئے درخت کی طرح دانیلش بیٹھ بیٹھ زمین آسمان کے
فلکیے لانے سے کبھی اپنے خاندان۔ کبھی اپنی بڑی حالت کبھی پانچکوری
کی موت کبھی چھوٹی بھو کے گھر چھوڑنے کی بات یاد کر کے دل بھل کر بک

کو اور بھی پریشان کرنے رہے اس کے دل ہی دل میں بولے۔ تا قابلِ دلش جن ہے کیا کریں۔ کہاں جایں۔ ریل کا سفر اور یا ہر کی اب وہ ہوا و بھو سے طبیعت پس جا لیگی۔ شاید وہاں کے لوگوں سے ملنے پر یہ آگ بھج جائیگی یہی سوچتے سوچتے داییش مکان کے اندر داخل ہوئے باورچی نے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ نہاد صوکر انہوں نے چند تھکے رہ رہ مار کئے۔ اس کے بعد نوکر سے چچا۔ یو تھکا نے کھانا کھایا یا نہیں؟

نوکر نے کہا: نہیں با بوجی! ان کی حالت بہت خراب ہے وہ پانچو باورچی طرح میں وہ اب کوفی رہی ہیں۔ پاگلوں سے بھی بدتر ان کی حالت ہے داییش:- کہاں ہیں با نوکر:- خوابکا میں؟

داییش:- نے کپڑے پہن کر اور یو تھکا کو دیکھنے کے لئے اوپر گئے۔ یو تھکا کی شکل بہت خوفناک ہو رہی تھی۔ بال بکھرے ہوئے۔ کپڑے نتر بتر ہو رہے تھے اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ فنی الحقیقت اس کی حالت پاگلوں جیسی تھی۔ وہ استقلال سے کہیں نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ نہ کھڑی ہو سکتی تھی۔ گاد اٹھتی تھی گا بیٹھتی تھی۔ اور کبھی ہلنے لگ جاتی تھی؟

داییش:- جو وقت کمرہ میں داخل ہوئے اسی وقت وہ اُنکے سامنے کھڑی ہوئی اور پاگلوں کی طرح عجیب و غریب ہنسی ہنسر بولی بد کہئے۔ ڈاکٹر حسنا کیسے چھوٹے بھائی کا نوان پی کر ابھی پیٹ نہیں بھرا۔ اب پیٹ کے بیٹے روپیہ کمانے جاتے ہو۔ ہا ہا ہا ہا ہا پانچو کڑی ہی ہی! ہی! ہی! میں اس کا کام کے قابل ہرگز نہیں؟

داییش:- اُسکی حالت دیکھ کر بیٹن معنوم و متفرد ہوئے بولے یو تھکا

کیا تم پانچوڑی کو پیار کرتی تھی؟

جو تمھیں کا۔ پانچوڑی طرح کوخت اچھ میں بولی :- ریم: بس سے پریم: پانچوڑی
سے پریم :- دو :- تم پاگل :- میں کم ظرف :- عالی ظرف میں پاپی وہ عجیب
اتما میں راکھشی وہ دیوتا :- کیا ہیں اُسے پیار کر سکتی ہوں :- اُسے پیار کرنے
کے بیٹے ہشتی دل کی ضرورت ہے :- میں نے اتنے ظلم کئے :- اُسے اپنا بنانے
کے لیے ردی چلائی اُسے پانے کے لیے آنسوؤں سے اُس کے ہاؤں دھوئے :- تب
بھی وہ سچا اور میل نہ ہوا :- ہونا کیوں با وہ پاک :- وہ دیوتا :- میں نے
اُس کا خون اپنے ہاتھ سے کیا :- مگر اُس نے میرے کھلک کی بات اُکدن بھی
اپنی زبان سے نہیں نکالی :-

دانیلش :- کاسر چکرانے لگا کرتے کرتے متھل کر بولے :- یونھکا اتم :-
راکھشی کی طرح بیتاک نکل بنا کر دہر آؤد لگا ہوں سے دانیلش کی طرف
دیکھ کر پانچوڑی مانتہ بین دیکھا کرتے ہوئے یونھکا نے کہا :- نہیں نہیں :- میں نہیں
سب بکواس :- مگر جانتی سب ہوں :- انتظار کرو :- ٹھہرو :- سوچتے دو
پانچوڑی کا تصور کرتے دو :- اس کے بعد سب کہنے لگیں :-

عین اسی وقت راجہ صاحب کے مکان میں بڑا گول مال ہوا :- ایک شخص
بازپتا ہوا آیا :- اور دانیلش سے کہنے لگا :- ڈاکٹر صاحب ڈاکٹر صاحب :-
آپ جلدی جلدی چلئے :- ہمارے مالک کی :- مالک کی بیوی نے :- چٹائی
لگائی بھانسی :- بہت دیر ہوئی :- بہت دیر :- معلوم ہوتا ہے مر گئی :- مرج
دانیلش چن :- راجہ صاحب کے مکان میں دوڑ گئے :- وہاں جا کر دیکھا
بڑی بیٹھ تھی :- لاش اُساری لگی تھی :-

پولیس والوں نے دانیلش سے پوچھا :- ڈاکٹر صاحب اس کی حالت

دیکھ کر آپ کیا کہتے ہیں بہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ ایک ہی دن میں اور ایک ہی مکان میں دو خون! معوم ہوتا ہے یہ دونوں خون ایک ہی سبب سے ہو رہے ہیں۔ دانیئل :- دیکھ کر شک ہوئے :- ظاہر انکار دیکھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود کشی کی گئی ہے۔ مگر جاسوس کی تحقیقات سے سب کچھ ظاہر ہو جائیگا۔ پولیس نے لاش ازائش کے لئے مسجد کی پولیس کو یہ یقین کامل ہو گیا تھا۔ ان دونوں خون میں کوئی خاص معاملہ پوشیدہ ہے اور اسی ایک بات کو دیکر انہوں نے تحقیقات کرنے کا ارادہ کیا۔ راجہ صاحب بہت گھبرائے تھے دانیئل سے بولے :-

ابھی آپ کہیں جائیے۔ سرنگساں کی رپورٹ دیکھ کر جائیے گا۔ ایک ہی دن میں دو خون! غضب ہے۔ میری طبیعت سخت گھبرا رہی ہے۔ پولیس انسپکٹر داں موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ راجہ صاحب بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔ انسپکٹر کو ان کی حالت دیکھ کر شک ہوا۔ انہوں نے سوچا کہ ممکن ہے کہ راجہ صاحب کی بیوی اور ڈاکٹر صاحب میں کوئی تعلق رہا ہو۔ اور اسکا لاش فاش ہونے پر راجہ صاحب نے کسی کے ذریعہ دونوں کا خون کرا دیا ہو۔ مگر یہ سوچ کر سرنگساں کی رپورٹ دیکھ کر بغیر کوئی بات قطعی طور پر نہیں کہی جاسکتی وہ چلے گئے۔ اور دو تین سپاہیوں کو گھر بھیج دئے۔

دانیئل :- کے دل میں بے الہامی کی ایک زبردست آگ شعلہ زن ہوئی۔ مگر وہ نہایت استعجال سے سرنگساں کی رپورٹ کا انتظار کرنے رہے بہت دیر بعد سرنگساں کی رپورٹ کا انتظار کرتے رہے۔ بہت دیر بعد سرنگساں کی رپورٹ ملی۔ اس نے خود کشی کی موت کا ذکر کیا تھا۔

دانیئل :- راجہ صاحب سے رخصت ہو کر اسٹیشن پہنچے اور کمار بھائی ٹاکٹ

لے کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اس وقت شام ہو نیوالی تھی۔ چار بج گئے تھے۔ اس وقت
میں دانش بکچے تھے۔ مزاروں افکار و آلام نے ان کے دل پر تسلط کر لیا تھا وہ
سوچنے لگے۔ مجھ کا کیا پاگل ہو گئی ہے۔ وہ کہتی تھی کہ پانچ گڑی سے۔ پاپ نہ کر لیں
کی۔ اس لیے اس کا خون کیا۔ آف بکسی بربادی و تباہی۔ تو کیا میرا بھائی
ایک پاپ سے بھری مونی آوارہ مزاج عورت کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسے اس
یہ بغیب سب بھو لکر اسی آوارہ مزاج عورت کے دام محبت میں پھنس
گیا۔ آف بکسی تباہی آگئی۔ میری ہی سہل انگاریوں اور آوارہ مزاجیوں سے
میری بیوی نے گھر چھوڑ دیا۔ اؤ ریا کار دل۔ تو یہ سب دیکھ کر بھی کیوں نہیں چور
چور ہو جاتا ہا۔ شائنی! شائنی! میں دیا کار میں مگر۔ اور پاپی نہایا۔ نہایت
نفسانی کا بنہ۔ انکر تم تو ہمت و کل کی کہو نہیں۔ تم نے ایسا ارتداد کیوں کیا۔ تم مجھے
چھوڑ کر کیوں چلی گئیں۔ کیوں اس جلع ہوئے دل کو اور بھی جلا کر تھما کر دیا۔ تم
نکستی کیوں نہیں دیا۔ ایسا بڑا کام کیا ہا۔

اسی خور و خور میں تھے کہ گاڑی کمار ہائی سٹیشن پر پہنچ گئی۔ اس وقت آفتاب
گوشہ مغرب میں اپنا شہ چھپا چکا تھا۔ تھل کی آواز سن کر دانش چوتھے۔ ولید
کوسینہ میں وہاں دانش چند رگاڑی سے اترے۔ اسٹیشن پر ان کے بیٹے
پاکلی بوجہ تھی۔ اسے سوار ہو کر گاؤں کی طرف روانہ ہوئے اسٹیشن سے گاؤں کا
فاصلہ ایک میل سے بھی کم تھا۔

چھٹا باب

رام پراں بابو کی حالت بہت اچھی تھی۔ زمیندار کی بھی اہانت معقول تھی نفذ

روپیہ بھی بہت تھا۔ زمینداری کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار روپیہ تھی اس کے علاوہ سود کی آمدنی بیس ہزار روپیہ سالانہ بھی معقول تھی
 رام پران باجو کا مکان بہت وسیع اور کشادہ تھا۔ اور تقریباً قبضہ کا آدھا حصہ بھروسے تھا۔ تین چار ملا لب۔ ان کے پاس ہی خوشنما باغیچہ۔ گلاب باری اس کوں پاٹھ شالا وغیرہ آدھے گھاؤں میں تھے۔

رام پران باجو نہایت ہی دھارمک اور بااصلی شخص تھے ان کی عمر سترس سے کسی قدر تجاوز کر گئی تھی۔ اولاد میں دو لڑکے اور دو بیٹیاں زندہ تھیں انوں لڑکے ان کی کورٹ کے رکھیں تھے۔ لڑکیوں کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ اور وہ بااولادوں دانیس چندر کی پالکی رام پران باجو کی تشنگاہ کے سامنے آٹاری گئی۔ وہ پالکی سے اتار کر تشنگاہ میں گئے۔ رام پران باجو کا انتظار کر رہے تھے۔ اس لیے انہیں دیکھتے انہیں دیکھتے ہی خوشی سے اٹھ کھڑے ہو گئے اور بولے:- ابید تھی کہ آپ دوبار کوئی آجائیکے نہ معلوم ہوتا ہے۔ کسی ضروری کام کی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی۔ خبر آئیے پہلے مریض کو دیکھ لیجئے

رام پران باجو نے ایک لڑکے سے آگے آگے لالین بے پلے کو کہا اور دانیس کو لے کر اندر چلے۔

دانیس نے پوچھا مریض کو کیا مرض ہے اس سے پہلے کسی کو دکھایا تھا؟
 رام پران:- مریض انہیں مریض ہے
 دانیس:- کیا مرض ہے؟

رام پران:- شہید بخورہ۔ اور سینہ میں درد

دانیس:- کسے دکھایا تھا؟

رام پران:- سفشی ڈاکٹر کو۔

دانیلش :- اُنہوں نے مرض کا نام کچھ بتایا تھا
 رام پران :- اُس پہلے اُنہوں نے کہا تھا کہ نو بیا ہے لیکن کل شام کو کہا
 ہے اچھی طرح مرض کا پتہ نہیں چلتا۔ اسی وجہ سے آپ کو تکلیف دینے کی ضرورت
 پڑی۔

دانیلش :- سمجھا گیا رہتا ہے ؟ معمولی یا بہت ؟
 رام پران :- نام دن بخار ایک سو تھ ڈگری ۔ ہوتا ہے ۔ شام کو کم ہونے لگتا ہے
 سینہ میں درد بہت زور کو رہتا ہے ۔ گھٹتی ۔ چڑھتی پھر کم ہو جاتا ہے ۔ بخار
 کی کمی کے ساتھ ساتھ درد بہت بڑھتا جاتا ہے

دانیلش :- مریض کو ہوش رہتا ہے ؟
 رام پران :- بخار کے وقت بالکل بے ہوش رہتی ہے ۔ مگر کم ہو جانے پر کچھ کچھ
 ہوش ہو جاتا ہے

اس طرح کی باتیں کرتے کرتے مریض کے مرتع کرد کے دروازہ پر پہنچے
 اس کے پتنگ کے پاس رام پران بائو کی بیوی خود موجود تھی ۔ اس کے علاوہ
 اور بھی تین چار غور تین میٹھی تھیں ۔ رام پران بائو پکار کر بولے :- تم لوگ ذرا
 ہٹ جاؤ اگر صاحب مریضہ کو دیکھیں گے ۔

رام پران بائو کی بیوی و دیگر اور غور تین پاس کے کمرے میں چلی گئیں
 کمرہ میں خوب روشنی ہو رہی تھی ۔ مریضہ کا تمام جسم ایک صاف شفاف چادر
 سے ڈھکے ہوا تھا ۔

رام پران بائو نے پکارا دینی بی بی ! کسی قدر ہوش آیا ؟
 ان کی بات کا کوئی جواب نہیں آیا اُنہوں نے دوسرے کمرے کی طرف تھوڑی
 دور چلی گئیں تھیں (کہہ سکتا تھا :- آج کب دینی تک ہوش نہیں آیا ؟)

رام پران۔ باؤ کی بیوی ایک دوسری عورت سے آہستہ آہستہ بولیں۔ کہو شام سے پہلے کسی قدر ہوش ہو اٹھا۔ مگر بعد میں دو اٹھانے پر پھر چپ ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ سو رہی ہے۔

دانش نے کہا:۔ تو آپ میں سے ایک کوئی مریضہ کے پاس آ جائے۔ میں فیض دیکھوں گا اور دل کا امتحان کروں گا۔

ایک بیوہ مگر ادھیڑ عورت نے مریضہ کے پاس آکر چادر سر کاٹی۔ اس نیر روشنی میں شام کے کل کی طرح وہی رنج و غم آلود اور فیر مردہ چہرہ دیکھا ڈاکٹر صاحب چونک اٹھے۔ انہیں غش سانس لگاہمت خشکوں سے اپنے آپ کو سنبھالا۔

اس ادھیڑ عورت نے مریضہ کو آواز دی۔ بیٹی کیا سو رہی ہو؟ مریضہ فی الحقیقت سو رہی تھی۔ آواز سنکر اس نے آنکھیں کھولیں۔ دیکھا اس نے اس کی جنم جمانتری پرستش کی مورتی دانش چند رکھڑے تھے۔ آہ! یہی ہوتا تھا میں جس کے تصور میں وہ مرحلہ دہانہ سے جوتھی۔ مریضہ سر نہایت تھی۔

دانش چندر۔ رام پران باؤ کی بیوی دیکھا کہ بولے۔ ہاں! افرا دیڑھڑ میں ابھی مریضہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ جھوٹی ہوا میں کسی کو شش کرنے لگی۔ مگر کمزوری کی وجہ سے پھر رینز پر گر پڑی سب تھیں۔ تان کر کے دوڑے۔ جھوٹی ہوا پاگلوں کی طرح بولیں آج۔ آج۔ میری۔ آخری۔ امید پوری ہوئی۔ اب میں شکہ شکہ سے۔ مر سکوں گی۔ ایک بار اور دکھا دو۔ ابھی ابھی طرح نہیں دیکھا۔ بہتوں نے سوچا کہ آج لڑکی کا مرض بڑھ گیا ہے۔ اسی لیے کہ اس کو یہی

ہے مگر دنیا کے سرد و گرم اثرات سے واقف اور جہانگیرہ بزرگ رام پران بابو سمجھ گئے کہ اس لڑکی اور ڈاکٹر صاحب میں کوئی خاص تعلق ہے۔ انہیں بات کا پورا یقین ہو گیا۔

ڈاکٹر صاحب اس وقت برآمدہ میں پہنچ چکے تھے رام پران بابو نے انہیں پکار کر کہا:- ڈاکٹر صاحب! ذرا واپس آئیے۔ مریضہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے جلد دوا دینی چاہیئے۔ دیر کرنا مناسب نہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب انہیں لوٹے۔ وہ بیتابی اور بیچینی سے اپنے پریشان کلو مائے ہوئے نشت گاہ میں چلے گئے۔

سائلواں باب

تھوڑی دیر بعد دانیس پھرائے اور مریضہ کو دیکھ کر بیٹھک میں چلے گئے رام پران بابو بھی آئے اور دونوں میں بات چیت شروع ہوئی رام پران بابو نے مریضہ کو جب تک پورے طور پر صحت نہیں کی آپ کو یہاں ہی رہنا پڑے گا۔ دانیس:- معاف کیجیگا۔ میں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکتا۔ کلکتہ میں ہے کئی مریض دیکھتے ہیں۔ علی الصبح ہی مجھے کلکتہ پہنچنا ہے۔ کوئی خوف نہ کیجیگا آپ کی مریضہ اچھی ہو جائے گی۔ پالی میں ڈوبنے کی وجہ سے بہت پالی پی گئی ہے کچھ تو نسل گیا کچھ رہ گیا۔ جلد رہ گیا۔ اسی کی خرابی سے بخار آنے لگا۔ اب جو دوا دی ہے اس سے بخار جاتا مینگا

رام پران:- بابو! ڈاکٹر صاحب صبح کیجیگا یہ مریضہ آپ کو کون

دانیس:- میری بہ میری۔ تو۔ کوئی۔ نہیں۔

رام پران :- نہیں کوئی کوہر و رہے معلوم ہوتا ہے۔ یہ آپ کی بیوی ہے
 وائیش :- میری بیوی آپ نے کہاں پائی۔
 رام پران :- کہاؤ کہ باہر سے کشتی پر آکر آگھا۔ رات کو یکایک دریا میں کسی
 کے کودنے کی آواز آئی۔ میں کشتی کو اسی جگہ سے گیا وہاں تلاش کرتے پڑے یہ علی
 مگر میں نے اسے بیم مردہ سمجھا تھا اس سے کشتی میں رکھ کر یہاں لا آیا۔ لڑکی ابھی
 ٹنک میپوشن رہی۔ اس سے کوئی بات نہیں بنا سکی۔ مگر حالت غیر ہیں جو کچھ
 کہتی رہی۔ اس سے ظاہر ہوگا۔ کہ لڑکی بنی سادھوی ہے۔ اور اس نے یہ کام
 کسی دنیاوی دلچسپی سے مجھ سے مجبور ہو کر کیا ہے؟

وائیش کی آنکھوں سے آگ برسنے لگی وہ میں ہزاروں طرح کے فیال آئے
 لگے۔ بولے نہیں۔ یہ میری کوئی نہیں ہے۔

اتنے میں داسی نے آکر کہا۔ باؤ بھئی اذرا آپ اندر آئیے۔
 رام پران بابو نے وائیش سے کہا۔ آپ ذرا ٹھہریے۔ میں اندر ہواؤں۔
 پھر آپ کے جانے کا انتظام کروں۔ یہ کہہ کر رام پران بابو اندر چلے گئے۔
 مریضہ کے سر پر بیٹھی ہوئی رام پران بابو کی بیوی مسکرا رہی تھیں۔ رام پران
 بابو وہاں پہنچ کر بولے۔ کیوں بلایا تھا تم اس وقت کیسے خوش معلوم ہوتی ہو
 مریضہ کی حالت اس وقت بہتر معلوم ہوتی ہے۔ کیوں؟

مالکن بولیں۔ بہت اچھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی دوائے جفہ زہ فائدہ دے رہی ہیں
 اس سے کہیں زیادہ ان کے درشن سے بہتر ہے۔ یہ لڑکی کون ہے؟ جانتی ہو
 رام پران :- کیسے جان سکتے ہیں؟

مالکہ :- یہ میری بھانجی ہے سنا متی؟

رام پران :- تو یہ کی کوئی نہیں کی لڑکی ہے۔

مالک :- میری اور کون سی بہن ہے ۔ میں تو دوسری بہن تھی ۔

رام پران :- سر مٹھی اور تبین تھی ۔

مالک :- میری ماں کے کوئی لڑکا نہیں ہو ا تھا ۔ ہم ہی دو لڑکیاں تھیں ۔ دیدی کی شادی شبنم سنگھ سے ہوئی تھی ۔ وہ کسی میں ہی بیوہ ہو گئی تھیں ۔ غصہ طر سے دنوں پہنچ رہی وہ مر گئیں ۔ اسی وقت میں نے اس شادی کا نام سنا تھا ۔ مگر دیکھا ۔ میں تو ۔ تمہارے پرناپ سے لڑکی اور داماد دونوں کو دیکھا ۔ اب سمجھ ۔

شادی :- یہ کی جھانجی اور لڑکا اکر صاحب داماد ہیں ۔

رام پران :- شادی کو کیا پوچھنا کر یا ہے ؟

مالک :- ہاں میرے دریا خیز کرنے پر اس نے اپنی ماں کا نام لگاؤں ۔ سرسری وغیرہ سب بتا دے ۔ میں بد نصیب ہوں ۔ میرے باپ کے خاندان میں کوئی نہیں رہا ۔ دیدی بھی نہیں رہیں ۔

رام پران :- لڑکی سے پوچھنا تھا ۔ کہ وہ کیوں دریا میں ڈوبی تھی ؟ جس گھاؤں کے دریا میں کوئی نہ تھی ۔ وہ گنگا رام پور ہے ۔ اور ان کی سرسری سوئی پور ہے ۔ یہ گنگا رام پور کیو مکی آئی ہے ۔

شادی کروٹ بد لکر اٹھنے لگی ۔ معلوم ہوتا تھا ۔ کہ رام پران بابو کے سوال کا جواب دینے کے لئے اٹھتی تھی ۔ مگر مالک نے انہیں مٹھنے نہیں دیا ۔ بولیں ۔ ابھی بات کرنے سے دل پر زور پڑیگا ۔ کل سب سن لینگے ۔

شادی :- پھر لیٹ رہی ۔ کوئی جواب نہیں دیا ۔

رام پران بابو کچھ سوچ کر بولے ۔ بڑی خوشی کی بات ہے ۔ مگر یہ ہنسی ہنسی ۔

مالک نے نہ جھپٹی ہو کر کہا :- مگر کیا ؟

رام پران :- لڑکا اکر صاحب کے دل میں بڑا شک ہے ۔ مگر مجھے تیرے بھائی :-

کہ ہماری بیٹی شادی نہایت بڑے جلن اور پاکیزہ صفات ہے۔ بھر جب انشور نے یہ سب ملایا ہے۔ تو سب اچھا ہی اچھا ہو گا۔ یہ کہکر رام پران باجو باہر چلے گئے۔ دانیل اس وقت دریائے تفکرات میں غوطہ زن تھے۔ ان کی فکر حساب تمی بھیجی کاربج۔ اپنے بے نامزدہ اور لا حاصل محبت کی جلن۔ اور سب سے پیار کی شادی کی بات وہ دل میں کہہ رہے تھے۔ تم سر کہیں نہ گئیں بہ تمہیں میں لے کیوں دیکھا بیاچو کر گیا۔ تم بھی مر جاتیں۔ تو میں بھی شکر سے مر جاتا۔ شادی کیا تم نے الحقیقت سن سکتی ہو۔ نہیں۔ نہیں۔ میری شادی ناپاک نہیں پالی نہیں۔ میں ناپاک ہوں۔ شادی نہایت ہی پاک۔ سادہ جوی ہے۔ مگر وہ مگر سے کیوں بوجا گی بہ مگر میں نہیں بولتا دھک ملے

یہ سن اسی وقت رام پران باجو ہنستے ہنستے آ موجود ہوئے۔ انکو دیکھ کر دانیل کی نیت گولی۔ گھڑی دیکھ کر بولے۔ مجھے اسی وقت سٹیٹن پر جانا چاہیے۔ ویر بوجانے سے تو بھر گاڑی نہیں لے گی۔

رام پران باجو مسک کر بولے۔ رات کو ٹھکانا جانا نہیں ہو گا۔ گو رام پران باجو دانیل سے ہر بات میں بڑے نچھے۔ تاہم انہوں نے دانیل کو کبھی قصور نہ سمجھا۔ کہہ کر بات نہیں کی تھی۔ دیکھا کہ اس طرح انہوں نے کیوں کہا۔ دانیل کے بقید۔ بڑا بچھوتہ ہو کر بولے۔ نہیں ہمارے مجھے جانا ہو گا۔ رام چاہا باجو مسک کر بولے۔ میری بیوی نہیں چھوڑنا نہیں چاہتی۔ میں کیا کروں۔ اس۔ اس۔ پوچھو۔ اگر وہ کہدے تو چلے جاؤ۔

دانیل اور بھی چکرے۔ کہ یہ بات کی ہے۔ کہیں بڑھتا پاگل تو نہیں ہو گیا ہا۔ تو اچھی بٹلا غما۔ یہ غھڑی ہی دیر میں کیا ہو گیا۔ اس مکان میں سب مریض ہی مریض نظر آتے ہیں۔ دانیل رام پران باجو کا ہنسنے تاکنے لگے ہ

دائیش :- ابھی پالیس کی گڑبڑ نہیں مٹی۔ اس پر پل جانا ضرور ہی ہے۔
 رام پان :- تو اس حالت میں میں تمہیں نہیں رکھا کرتا۔ تمہاری ساس سے یہ
 بات کہوں :-

دائیش :- پوشیدہ طور پر کہیگا۔ مریضہ نیکی تو ہے، ڈاکھ ہونا اور
 ایسا ہونے سے مرض بڑھ جانے کا خوف ہے
 رام پان :- ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔

اس کے بعد انہوں نے دائیش کو فیس دینے کے لیے سو روپے مسکائے۔ بالائی
 سہی تیار ہوئی۔ دائیش نے کہا ابھی رستے دیکھئے۔ اگلی ہی لے لوں گا؟

رام پان بالو مسکرا کر بولے۔ لڑکی اگر آپ کے گھر بیمار ہو۔ اور داماد فیروز
 تو جرمی بات نہیں۔ یہ قاعدہ نوکلنہ کے ڈاکٹروں میں بہت وقور ہے۔ ایسے
 دائیش نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف مسکرا دیتے۔ بالائی آگئی تھی
 اس لیے اس پر سوار ہو کر سیشن کی طرف چلے گئے۔

آٹھواں باب

رام سیوک کی ماں اس وقت گھر کی مالکہ تھیں۔ اور رام سیوک، گھر کے کزن اور عمر
 مضبوطی ہو پہلے بھی کچھ نہیں کرتی تھی اور اس وقت بھی کسی کام کی بظرف توجہ نہیں دیتی
 جتنی چنر کی ماں یا گلوں کی طرح ہونگئی تھیں۔ اگر اچھی بھی ہو تھیں تو بھی کسی
 بین تیرہ میں نہ تھی۔ وہ تنہائی میں خاموش بیٹھی ہوئیں زمین آسمان کے قلابے ملایا
 کرتی تھیں کبھی آنکھیں خشک ہو جاتی تھیں۔ اور ان میں آنسو نام کو بھی نہیں پہنچتے
 تھے۔ اور کبھی آنسوؤں کا سیلاب جاری رہتا تھا۔ لستار جو قسٹ نہ لادیتی تھی

رام پران بابو بولے : تم متعجب نہ ہو۔ تمہیں ابھی معلوم نہیں۔ مگر اب کان کو ٹکڑے
 سٹن ہو۔ کہ شانتی ہماری بیوی کی بھانجی ہے۔ اور تم ہمارے داماد ہو۔ یہ کہہ کر
 رام پران بابو نے جو کچھ مالک سے سنا تھا۔ وہ سب کہہ سنا دیا
 دانیسٹ بولے جی ہاں! سنا تو میں نے بھی تھا۔ کہ میرے سسرال میں میری
 ایک موسیاساس ہیں۔ مگر فیضی طور پر کچھ نہیں معلوم ہوا تھا۔
 رام پران بابو ہنسنے ہوئے بولے۔ ہم لوگ بھی نہیں نہیں جانتے تھے۔ اچھا
 اب اندر چلو۔

دانیسٹ بڑا سوقت تو مجھے معاف کیجئے۔ میں اسی گاڈی سے کلنت جاؤنگا
 اب میں آپ کی اولاد ہوں۔ اگر آپ حکم دینگے۔ تو رہنمائی پڑیگا۔ مگر بات
 کاٹ کر رام پران بابو نے کہا۔ تم کوئی شک نہ کرو۔ ہماری لڑکی کا چال چلن نہایت
 پاکیزہ ہے۔ بہہ میں دعوت کے ساتھ اور قریب کہہ سکتا ہوں۔ یاد رکھو کلنتی
 کبھی زندگی کو بھر یاد کہنے کا حوصلہ نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ جو حالت بغیر میں
 بھی صرف شہر کا ہی نام رٹے وہ کیسے کلنتی ہو سکتی ہے۔ ابی سنی لڑکی شک
 کرنے کے قابل ہرگز نہیں۔

دانیسٹ چند ایک بات سانس لے کر بولے۔ جبر۔ یہ باتیں بعد میں کچھ جانی
 سوقت ایک نئی مصیبت اڑی ہے

رام پران :- بابو کچھ گھبرا کر بولے۔ کون سی مصیبت ؟
 دانیسٹ :- میرا چھوٹا بھائی میرے پاس رہتا تھا۔ کل رات کو اس کا خون ہو گیا
 رام پران :- بابو چونک اٹھے۔ ”خون ؟“

دانیسٹ :- جی ہاں ؟

رام پران :- اوف بڑا غصہ ہوا

ہنہا لینی تھیں۔ اگر نستانہ نہ ہلاتی تو نہیں ہناتی تھیں کھانا وغیرہ پکانے کا کام
 رام سیوک کی ماں کے سپرد تھا۔ جو قند اور جوہر دیتی تھیں وہی نستانہ
 نہیں کھلا دیتی تھی۔ انہیں کھانے پینے تک کی بھی سہ نہ تھی۔
 اُس دن دس بجے کے قریب رام سیوک کی ماں کھانا پکا رہی تھیں۔ رام سیوک
 رسوئیں خانہ کے دروازے پر پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے ماں کے ساتھ خوش گھبرا
 کر رہے تھے۔ ماں کھانا پکاتی جاتی تھی۔ او بیٹے کے منہ سے اُسکی نرتی اور ناموں کی
 کی باتیں سن کر پھولی نہیں سکتی تھی۔ باتیں کرنے کرنے رام سیوک نے کہا
 سبھی ماں! جب کسی کی نرتی کا وقت آتا ہے۔ تو اُس کا ہی حال ہوتا ہے۔
 ماں نے تھاخاندانہ سے کہا۔ تیرے لیے نہ معلوم کتنے دیوی دیوتاؤں کی
 منتیں مانی تھیں۔ تب جا کر توبہ ہوا۔ تیری عمر دراز ہو۔ خاندان کا نام
 روشن رہے گا۔ میں تجھے چھوڑ کر دنیا سے جاؤں سہمی میرا پرار غنائے۔
 رام سیوک :- ماں میں جھوٹ نہیں کہتا۔ اب میری خوش آئیاں
 کا زمانہ نزدیک آگیا۔ ذرا غور تو کرو۔ ادھر تھوڑے دنوں کے دو اعلان
 سے میری کس قدر شہرت ہو گئی۔ اس جینے تین چار روپے بھی کمایئے۔ اور
 کسان تو تمام میرے معتقد بن کر رہیں۔ جس سے جو کتنا ہوں فوراً کر دیتے
 ہیں۔ اور ایک خبر سن۔

ماں :- کیا بیٹا!

رام سیوک :- بدی مانگہ پور میں ایک بھلے مانس کی لڑکی ہے۔ آگ۔ لڑکی
 کیا ہے مجھ پر ہے۔ اُس کا باپ کہیں کا افسر ہے وہ میرے ساتھ شادی
 کرنے کے لیے بہت زور دے رہے ہیں۔
 ماں :- بیٹا! اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوگی بھگت پور پکڑا اور

خسرت وغیرہ کا انتظام کیے ہوگا؟

رام سیوک :- اوہو یہی تو تم سمجھی نہیں۔ اگر اپنے پاس سے زیور اور خراج دیا تو پھر بات ہی کیا رہی۔ اچی امیر انام شکرتو دے زیور بھی دینگے اور دونوں طرف کا خرچ بھی۔ اور کیا بہ اور اس کے بغیر میں شادی کب کرے والا ہوں۔ وہ دینگے جھک مار کر دینگے اور وہ بیچارے کیا دینگے۔ میرا نام دلیہ لگا۔ اگر کہیں لڑکی نے مجھے دیکھ لیا۔ تو میری کسی دوسرے کے ساتھ شادی کرے گی ہی نہیں۔ سیر دن میل پلا پلا کر جو بال بڑھائے ہیں وہ کدن کے بیٹے یا ماں :- ماں بیٹا تیرے جیسے بال تو میں نے کسی کے نہیں دیکھے۔

رام سیوک :- اچی میں تو خاص طور سے خوب نہیں دیکھتا نہ معلوم کیا کیا کر دکھاؤں ماں :- اور انہیں بھی ایسا خاندان نہ لگے۔ خواہ کچھ ہی کریں۔

رام سیوک :- تم مجھ کی کہتی ہو میں کہتا ہوں۔ ایسا خاندان اور لڑکا اگر کہیں ملے تو ٹانگ کے نیچے سے نکل جاؤں؟

عین اسی گاؤں کا چوکبہ راجی وردی پہنے۔ پکڑے جمائے ایک بڑا سا لٹائیے ہوئے۔ گھر میں آکر پکارنے لگا مالک! اڈرا باہر آؤ۔ داروغہ صاحب بتاتے ہیں داروغہ کا نام سنتے ہی رام سیوک کے دیوتا کو جھک کر گئے۔ وہ کانپ اٹھے ملام خوش گیتیاں بھول گئیں۔ کانپتے کانپتے باہر نکلے۔

رام سیوک کی ماں بیٹے کو پکار کر پوچھیں۔ رامو کپڑے پہنتے جا! رام سیوک :- پکڑے نہیں پہنوں گا۔

ماں :- ابھا ذرا ٹھہر جا! رائی نوں، اُتار کر بھینک دوں۔ اور تھوڑے سے بال کاٹ دے۔ تیرے جیسے بال نہیں دیکھے کہیں نظر نہ لگجائے؟ چوکیدار نے ہنس کر کہا۔ کیوں ماں جی۔ بال کاٹنے سے کیا ہوگا؟

رام سیوک کی ماں نے کہا: لڑکے پر حاکم کی نظر پڑی ہے میرا بیٹا اتنا نامی ہوا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کچھ شادی کے متعلق بات چیت کرنے آئے ہیں۔
چوکیدار بہت ہنسنا۔ رام سیوک چلا جا رہا تھا۔ ماں کی بات سن کر کچھ لڑکا اُس کے سکتے ہی چوکیدار نے گردن میں ہاتھ دے کر ایک دھکا مارا۔ اور بولاسیدھے چلے چلو۔

داروغہ صاحب تمہارے باپ کے نوکر نہیں ہیں۔ جو گھنٹوں کھڑے رہینگے حاکم کے موٹیوں نے خیالی داماد کے ساتھ، بیاہتاؤں کی طرح بہت جھکائیں اور حال دیکھنے کے لیے آکر دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔ رام سیوک داروغہ کے روبرو کھڑے کئے گئے داروغہ صاحب نے اُنہیں لال کر کے رام سیوک پر سر سے پانچ تک نظر ڈالی رام سیوک کا کلیجہ دھڑکنے لگا۔

داروغہ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

رام سیوک نے کانپتے کانپتے کہا: رام سیوک۔
داروغہ صاحب نے ایک چوکیدار کی طرف دیکھ کر کہا: تم کھڑی لگاؤ۔
پسٹنر پانڈے جی نے فوراً جھولی سے ہتھکڑی نکالی۔ اور اُنہوں میں کس دی۔ گال پر ایک زور کا تھپتھپ کر لگا کر لگ بھگ کہہ دیا۔
یہ دیکھ کر رام سیوک کی ماں چُنا چُنا کر رونے لگیں۔

دور۔ راستہ میں کھڑے ہوئے، وشنو سرکار یہ سب دیکھ کر مسکرا رہے تھے ایک چوکیدار جو گاؤں کے چند شریف لوگوں کو بلانے گیا تھا وہ اُسی وقت اُنہیں ساندے کر لوٹ آیا۔ اُن لوگوں نے وشنو سرکار سے پوچھا: کیا کیا؟
وشنو سرکار نے مسکراتے ہوئے کہا: بات کچھ نہیں۔ سنا ہے۔ اس گھر کی چھوٹی بھو کہیں چلیں گی۔ یہ سچے یقین والی بات ہے۔ کہ اس بد معاش کے مظالم سے

تنگ آکر اس بیجاری نے گھر چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے ہر چند دریافت کیا۔ مگر اس نے اصل بات نہیں بتائی مجبور میں نے داروغہ صاحب سے مدد مانگی۔ آپ لوگ کہیں رہیئے۔ آج یہ اصل بات ضرور بتا بیگا۔ اُن لوگوں نے ہنسنے کہا۔ اچھا تو یہ دام آپکا ہی بچھایا ہوا ہے۔ سب لوگ ہنسنے لگے اسوقت دشمن سرکار اُن لوگوں کو بیکر داروغہ صاحب کے پاس آئے۔ اور بولے داروغہ صاحب! یہ بیچارہ ہنایت شریف شخص ہے آپ نے اسے کیوں گرفتار کیا؟

داروغہ سرکار کی بات سنکر رام سیوک چلا چلا کر دوتے لگا۔ رونے رونے بولا۔ دیکھیے صاحب! یہ جانتے ہیں۔ کہ میں کس قدر شریف شخص ہوں۔ آپ نے مجھے کیوں پکڑا؟ دروازے میں سے رام سیوک کی ماں بھی بولیں۔ میرا لڑکا ہنایت شریف ہے۔ دوکائی داروغہ صاحب کی۔ اسے چھوڑ دیجئے یہ بڑا بھلا مانس ہے۔

داروغہ نے کہا۔ بھلا مانس تو خون نہیں کڑنا؟
رام سیوک ہنستے ہی خوف ہو کر کانپتی ہوئی آواز سے بولا۔ میں خون اب میں نے کیسے خون کیا؟

رام سیوک کی ماں نے کہا۔ اس نے خون کیا ہے؟
دشمن سرکار نے ہنسنے ہنسنے پوچھا تو خون کیا؟ داروغہ صاحب رام سیوک نے کہ خون کیا؟

داروغہ نے اس گھر کی چھوٹی ہو کا۔
رام سیوک نے۔ اب نہیں سنا جاتا۔ وہ تو بھال گئی ہے اور مجھے مفت میں طرز بنا رہی ہے
داروغہ نے۔ چپ بے پائی! جب بھانسی کے تخت پر بھلیکا تو معلوم ہو گا۔

رام سیوک کی ماں چلا اٹھیں۔ اسے سے مل کر کیا ہو گا ہو گیا اس گھر میں مرنے آئی تھی میرا سب کچھ یہی ہے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر رام سیوک کی ماں چلا چلا کر رونے لگیں رام سیوک بھی سر میں سر مل کر بولا۔ کیوں اس گھر میں مرنے کے بیٹے آیا تھا اب اسے! ہمارا کوئی جیساں حال نہیں۔

دشمنو سرکار کا داروغہ صاحب کی طرف دیکھ کر ہنسنے ہنسنے باوا زبند بولے۔ بیج ہے اس کا کوئی نہیں اچھا! اگر یہ بیج کھدے تو اسے چھوڑ دیکھو گا۔

داروغہ صاحب ہنسر بولے:- ہاں! اگر یہ صاف صاف باتیں بتا دے تو اسے چھوڑ دینگے۔ مگر یہ بڑا پاجی ہے بیج کبھی نہ کھینکا۔

رام سیوک کی ماں نے روتے روتے کہا:- اس کے خاندان میں کوئی پاجی بد معاش نہیں ہے۔ وہ تمہو پاجی بد معاش تھی۔ اسی وجہ سے یہ سب ہوا۔ دشمنو سرکار رام سیوک کی ماں کو دھمکا کر بولے تمہیں نے اپنے لڑکے کو تمہارے پاجی بد معاش بنا دیا۔ تمہارے ہی یہودہ لاڈ پیار سے۔ اس کی یہ خرابی ہوئی اب بھی اسے بیج کھنے دو۔ ورنہ کسی طرح نہیں بچے گا۔ (رام سیوک سے) رام سیوک! جو کچھ جانتے ہو۔ بیج کھدو۔ چھوڑ دے جاؤ گے۔ ورنہ یاد رکھو۔ کہ اگر ذرا بھی جھوٹ۔

بات کا لہکر رام سیوک نے روتے روتے کہا۔ سب کہنا ہوں۔ بیج کھنا ہوں ماں تو کچھ پچانسی پر نہیں چڑھیں گی۔ پچانسی تو مجھ کو ہی ہوگی۔ ماں کے کہنے سے کیا جھوٹ بولوں گا اور اس کے علاوہ میرے گے میں کتنی بھی ہے۔ داروغہ:- بول۔ بیج کھ بول چھوٹی ہو کہاں گئی گا رام سیوک۔ یہ حضور بیج کھنا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم۔ وہ کہاں گئی ہیں نے

ہر چند تلاش کرائی۔ مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔
 داروغہ :- اگر ذرا بھی تجھوٹ بولے۔ تو بھانسی پر لٹکائے جاؤ گے۔ بہ یاد
 رکھنا اچھا وہ گھر سے کیوں بھاگ گئی؟
 رام سیوک :- میں نے مذاق میں دو ایک باتیں کہی تھیں۔
 رام سیوک کی ماں بولیں۔ میرا لڑکا مذاق پسند طبیعت رکھتا ہے میں
 نے ہر چند کہا۔ کہ ہر شخص سے مذاق کرنا اچھا نہیں۔ سب کو تو مذاق پسند نہیں
 آتا۔ مگر لڑکا ابھی بے سمجھ ہے۔ اور پھلے مانس مہی بے سمجھ ہوتے ہیں۔
 وشنو سرکار پھر دھماکا کر لے۔ تم کیا چپ نہ رہو گی؟ لڑکے کو بھانسی دلوانا
 چاہتی ہو کیا؟

رام سیوک کی ماں خاموش ہو گئیں
 داروغہ نے پوچھا۔ ہاں جی رام سیوک! تم نے کیا مذاق کیا تھا؟
 رام سیوک :- وہ میرے ساتھ بات چیت نہیں کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے
 میں کبھی کبھی اس سے تنسوانہ گفتگو کرتا تھا؟
 داروغہ اچھا تو وہ کیا کہتی تھی؟
 رام سیوک :- بہری پوار سے کہہ دیتی تھی۔ کبھی کبھی بوا مجھے کہتی تھی جی نہیں
 کبھی کبھی اُسی کو ڈانٹ ڈپٹ کرتی تھیں۔ اور عمو! اسی وجہ سے وہ روتی
 رہتی تھی۔

داروغہ۔ اچھا پھر؟

رام سیوک :- پھر صاحب میں نے ایک دن کہا مگر بالکل مذاق مذاق
 میں قسیمہ کہنا ہوں۔ مذاق میں کہا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ میں کسی دن تمہارے
 ستنی بن کو لگا کر دوں گا۔ گاؤں کے کسانوں کے ذریعہ اٹھوا لے جاؤں گا۔ پھر

نہیں کوئی نہیں رکھیگا۔ وہ ایسی پالکی تھی کہ میرے اس قدر کہنے سے وہ اسی رات کو قرار ہو گئی۔

دارو نے دشنو سرکار کے منہ کی طرف دیکھا۔ دشنو سرکار کا منہ غصہ سے لال ہو رہا تھا۔ عینا کہ لہجہ میں بولے۔ سنو رام سیوک! اتم کن تک گاؤں میں کیا کہتے پھرتے تھے کچھ یاد ہے؟

رام سیوک کی ماں پھر بولی اُنھیں۔ تم تو نہ معلوم کیسے آدمی ہو۔ کچھ سمجھتے ہی نہیں کیا اپنا عیب کوئی کہہ دیتا ہے۔ اب اس وقت بغیر کسے کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ دارو صاحب نے رام سیوک کی ماں کو دھمکا کر چپ کرادیا۔

رام سیوک نے کہا۔ ماں یاد کیوں نہیں ہے۔ میں نے کہا تھا۔ کہ ایک لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔

دشنو:- وہ بات کیا جھوٹ ہے

رام سیوک:- ماں جھوٹی بات ہے۔

دشنو:- کون سی بات جھوٹ ہے

رام سیوک:- پہلے والی بات!

دشنو:- پہلے والی بات جھوٹ ہے۔ یا بعد کی۔ اس کا ثبوت کیا ہے؟

رام سیوک:- اس کا ثبوت میری ماما ہے۔ جس دن اس سے میں کچھ کہنا تھا۔ اسی دن وہ ماما سے جا کر کہہ دیتی تھی۔

دشنو:- بس اگر وہ آپ کے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیسے کہہ رہی ہوں نے ایک لڑکے سے رستہ کو بلوایا۔ رستہ آکر دروازہ پر کھڑی ہو گئی۔ دشنو سرکار

نے پوچھا۔ تو کیا یہیں تھیں؟

رستہ:- ماں! میں سب سن رہی تھی۔

وشنو:۔ اچھا بھلی ہوئے تمام باتیں پوچھ آ۔ کہ جو کچھ رام سیوک نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ یا جھوٹ؟

نشتر چلی گئی۔ سب بے قراری سے اسکی واپسی کا انتظار کرنے لگے بھوڑکی ویر بعد ستار آئی۔ اور کہنے لگی مٹھی ہو گئی ہیں۔ میں جانتی ہوں۔ جھوٹی ٹہر کا کوئی قصہ نہیں ہے۔ رام سیوک کے مظالم کے خوف سے وہ گھر چھوڑ گئی ہے۔ اگر میں پہلے غافل درہتی۔ تو یہ بربادی نہ آتی

یہ سنکر وشنو سرکار نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ آپ جانتے ہیں کہ کتنی کشمی کے نام پر کھنک لگا یا گیا ہے۔ اب آپ ان کھوکھن لیں کہ وہ سچی ہے یا پالی کے ظلم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے کھجور اس ساس اور بھلی ہوئے سے کہنے کا بھی جب کوئی فائدہ نہ ہوا۔ شوہر سے کہنے کی تدبیر نہ آئی تب ماؤں اور ہمسایاں ہو کر اپنی عقبت و عصمت کو محفوظ رکھنے کی خاطر گھر سے نکل گئی

پھر شک سب کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ داروغہ صاحب کے حکم سے رام سیوک کی تھکڑیاں کھول دی گئیں۔ سب رام سیوک کے نام پر عصمت و عزت سمجھتے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے رام سیوک بھی رونا رونا اندر گیا

نواں باب

غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی زرتین شعاعیں درخت اور درخت کے ایک ایک پتے مکانوں کی چھتوں اور بانس کے جھاڑوں پر تلائی لگا لگا کر رہی تھیں نسیم و نوح شمیم بچوں کی خوشبو سے معطر و مہینہ ہو کر طراوت

پھیلنا ہی تھی۔ اور پرند زمین پر بیٹھے ہوئے دانہ میچنے میں مصروف نظر آ رہے تھے۔
 دوسرے محلے کے رائے ہاشمے کے کن لڑکی سارو اسے اکڑ سنبھلی ہو کر دیکھا۔
 اسی شب تو کہاں گئی بہت دنوں سے تنگے نہیں دیکھا۔ میں کل سسرال جا کر
 عورتوں کے مقدس تبرجہ سسرال کو جائے گی۔ تیرا درشن کرنے میں بھی بیٹھے ہے
 سنبھلی ہو۔ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ پہلے ہی اس کا چہرہ متفکر۔ سنبھلی ہو۔
 اور دل تلکین تھا۔

سارو دانے لکھا۔ اسی تو سسرال کی جلگت کب سے ہوئی یا تو تو سسرال کے نام
 سے پڑھتی تھی۔ تیرا چہرہ کہوں استغدر آڑا ہو۔
 سنبھلی ہو۔ چل گھر چل۔ سب کہو گئی۔ کتنے دنوں سے تنگے نہیں دیکھا اس
 دل میں کیسی زبردست آگ مشتعل ہے۔ جب تو آئی ہی ہے۔ تو تنگے سب سناؤ گی
 سارو کا چہرہ بھی اتر گیا۔ بولی۔ چل نہیں۔ تیری حالت دیکھ کر مجھے خوف مظلوم
 ہو رہا ہے۔ کیا بات ہے۔ صاف صاف کہا!
 سنبھلی ہو جلدی جلدی کام ختم کر کے سارو کو لیکر ایک تنہا کمرے میں گئیں
 سارو دانے لکھا۔ تیری بڑی جہت آئی ہے۔ کیا؟ میں نے سنا۔ اسے آئے ہوئے
 ایک مہینہ ہو گیا۔

سنبھلی ہو۔ دیدی کے ماں لڑکا ہو تو والا ہے۔ وہ بڑے گری ہو ہے۔ اٹھ کر
 پانی بھی جبین پیتی۔ میں پانسیب۔ میرا شوہر مغانس۔ اس کا اور م کے لڑکے
 بالوں کا کام مجھ ہی کرنا پڑتا ہے۔ نہیں کرتی رہوں۔ تو سینکڑوں باتیں سننے میں
 آتی ہیں۔ ماں جیسی جلی گئی سنانی ہیں۔ وہ اب بخٹ۔ کیا کہوں؟
 سارو اب میں نے نہیں جانتی تھی کہ شوہر کے قدموں کے نیچے وہ کہی عورت
 کو کٹھ مٹا ہے جس سے لے کر دس بجے رات تک کام کر کے مری ہوئی۔ کوئی

بات بھی نہیں پوچھتا۔ یہ بھی خبر نہیں لیتا۔ کہ سٹیوٹ نے کھایا یا پیا بھی ہے۔ یا نہیں
 کئے یا میں نصیبوں صلی۔ میں پاپنی اتھیں جانتی تھی۔ کہ ماں ہو۔ بہن ہو۔ بھائی
 ہو خواہ کوئی ہو۔ اس قدر محبت اور پیا رکھی کو نہیں۔ حقیقتہً کہ اپنے شوہر کو
 اس انہوں نے جاکر تکلیف۔ اٹھا کر میرا دوا علاج کیا مجھے دو بارہ زندگی
 بخشی۔ مگر مجھے متعینارنی نے اس کی خدمتوں کا حقوڑا سا معاوضہ بھی نہیں ادا کیا
 گرا بے رحم۔ مر۔ دن زور سے تار تیا۔ اس دن تک۔ بڑی رہی کسی نے
 پانی کا۔ کو بھی نہ پوچھا۔ کھانے پینے کا نوکیا ذکر باب یہ دیکھ نہیں سہا جانتا کئے
 کیا اب وہ نہیں ملیں گے؟

جیسے موسم برسات میں چھوٹوں پر کھٹا ہوئے پانی کے قطرات بواکے جھونکوں
 سے گر پڑتے ہیں۔ اسی طرح سخی شہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار تے اپنی دلی
 سے انکا تمام سینہ تر بتر کر دیا۔ بھڑائی ہوئی آواز سے بولی۔ سن سار دامن نصیبوں
 علی ہوں۔ بڑی پاپی۔ پاپ کی زیر دست آگ سینہ میں مشتعل ہے مہری بات یاد بھڑا
 شوہر اور سسرال ہی عودت کی دنیا ہے۔ یہی عورت کا شکہ ہے۔ او وہی سب
 شکہ ہے۔ شوہر اور سسرال والوں کی خدمت کرنے سے دنیا کے تمام نقص
 تیر آتھوں کا پھل ملتا ہے۔

سار داک کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے۔ بھڑائی ہوئی آواز سے بولی۔ رائے
 مہاشے کی کوئی خبر نہیں ملی۔

سکھلی بھون۔ نہیں ایسورمان کی عمر داز کرے۔ مجھے وہ اپنے سے زیادہ پیار
 کرتے تھے۔ مگر میں بد نصیب ہوں۔ مہری بد نصیبی کی اتھنا نہیں ہے۔ میں نے
 نے اس سے جو کہا انہوں نے وہی کیا۔ میرے شکہ کے لئے گرمی سردی۔ آگ
 پانی سب کچھ برداشت کیا۔ کئے۔ میرے کہنے سے ماں بھائی۔ بھو آونج اور عزیز

واقار بہ بہ کہ چوڑ ویا۔ بینہ تم سے ہوں۔ یہ سوچ کر یہاں کس قدر بیخود فی کوارا
کی۔ اس کے معاوضہ میں نے کیا کیا؟ ان کی خدمت نمودر کنار۔ میں نے جو
کچھ کیا لیکن وہ تم سے کیا کہوں۔ مگر اس اچھ کچھ کیا۔ اب اس کا یہ ٹیپٹ ہو رہا ہے
سار و اکا اب وہ انہیں ٹیپٹ نہ کیا اس طرح کوئی مجھ سے اب پیار نہ کرت
گا۔ میں ابھی بھری یاد رکھتی ہوں۔ اس وقت دوست و و آبدیدہ نگاہیں
وہ ہاتھ اس اور غموں پر۔ جو وقت آتو وہ اسے لبریز نگاہوں سے دیکھ کر غصہ
ہاتھی تھکتے۔

بہارِ حیات -
تجلی شد اور سچو نہ کہ سکرپس - و سچو کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں
ملا کہ یہ کیا ہو رہی ہے -

ساروانے کہیں سے لہجہ میں کہا کہ سو فیصد تو کسے ملے گی جا۔ وہ کہی جانے سے
 منجمد بہت کچھ شاعری کے لیے

گنگا سناٹ کر کے بھجلی چھوٹے کہاں۔ سار دایا میرے پاپوں سے ہی میرا گھر ٹھیکر
خاک ہو گیا۔ نہتہ سناٹا، دوزخ سے بدتر ہو گیا۔ اب وہاں جیا کر کے کوئی نہ ہو سکتا ہے
سار دانے کہاں۔ اس قدر نہ گھیرا۔ ایشور پر بھر دوسرے کہ اس کی دیا چوٹی
تو بھر سب دیسے ہی ہو جائے گا۔ رائے نہاٹے گھر آیا بیٹھے۔ نوے سال جلا جاتا
بے رحمی چھوٹے۔ میں پانی ایشور کا نام نہیں مٹے سے توں ہا جس بد بخت نے ستون کو
ٹھک دیا جلا یا۔ وہ ایشور کا نام لینے کے قابل نہیں۔ جیسے برے کام میں نہ گئے
ہیں ویسا ہی چھین بھی بھوک رہی ہوں۔ اور ابھی نہ معلوم کس تک اس طرح لٹتی
رہو تھی۔ عین اسی وقت ہر چہن ایک خط لکھا میں پیشہ ہوئے سننے سننے لگے ہیں
داخل ہوئے۔ ماں اور بہن کو آواز دی۔ ماں کے ساتھ ان کی بڑی لڑکی اس وقت
کے ساتھ سار داکر ان کے پاس ہی کھڑی ہو گئی۔

ہری چرن :- ہنتے ہوئے طعن آمیز لہجہ میں بولے۔ ماں! قسمت پھری نصیب
سے پڑا تھا یا۔ تمہاری چھوٹی لڑکی کر لینے کے بیٹے اس کی سسرال سے گھڑی اور
خط آیا ہے

ہرچرن کی ماں بھی ہنس کر بولیں :- میری قسمت! بڑے باپ کے بیٹے کیا گھر
آگئے! انہیں خط کا مضمون سنو! یہ لکھ کر ہرچرن خط سنانے لگے۔ لکھا تھا۔
ہرچرن :- بیٹا! تم نے میرے گھر کی بڑی حالت کا حال سنا ہو گا۔ رام سیک
اور اس کی ماں یہاں سے چلی گئیں۔ ابھی تک رام سیک کی ماں بڑا بھلا کھانا
پکا کر کھلا دیتی تھی۔ اب ایک مٹھی چاول پکانے والا بھی کوئی نہیں رہا۔ جتنے دنوں
تک زندہ ہوں جتنے دن پاؤں کا پھل بھوگنا ہے اتنے دنوں تک تو بیٹ بھرنا
ای پڑیگا۔ مگر کسے کون بہن بھئی بیٹے کے سوگ میں مٹے لیٹے پڑی رہتی ہے
بھو راکھی بھیجی ہوں بھئی ہو کو ضرور بھیج دوں ستار بھی جا رہی ہے جیتے
کا حال معلوم ہوا۔ ستیش - دائیش اور یا پچھوڑی کی کوئی خبر نہیں۔ میں کس طاق
میں ہوں۔ اس کا اندازہ خود ہی لگا لینا۔ دعا گو و غیر طلب تمہاری ماں
ہرچرن کی ماں گرج کر بولیں۔ ہاں جائے گی کیوں۔ انہیں بہ میری بیٹی داسی
کا کام کرنے جائے گی۔ اور یں ستار راڈ کون ہے؟

آنے تو دو اسے کیسی بڑی بھلی سنائی ہوں؟

سارہ انولی :- چاچی۔ ماں سمجھ دو۔ بیٹھنے میں کوئی بڑائی انہیں ہے ساس کا درجہ
بھی تو ماں کے برابر ہے۔ ساس کی خدمت کا موقع چند خوش نصیب لہوؤں
کو ملتا ہے

ہرچرن کی ماما بلند آواز سے گرفت لہجہ میں بولیں :- واہ رے میری خدمت
کرنا والی بھی ایک کبریاں نہیں؟ اب میری بڑی لڑکی آئی ہے آجکل میں اُس کے رکھا

ہو نہ بولا ہے۔ اُسے سہرا ال بھیج دوں۔ تو یہاں کا کام کون کرے گا؟
 بھئی بھئی ہو۔ عاجزانہ مگر پراسرار ہجے میں بولیں :- میں جاؤں
 گی۔

ماں :- حاتی ہے۔ تو جا۔ لیکن اگر روتی ہوئی پھر ٹوٹ کر آئی۔ تو اس
 گھر میں نہ ٹھہرنے دوں گی۔ یہ یاد رکھنا۔

بھئی بھئی نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ دل ہی دل میں بولی۔ ایسا
 ہی ہو گا۔ اگر اس مقدس تیرتھ میں می ٹھکانہ نہ ملے تو دریا میں تو ملیگا
 نثار آگئی۔ وہ تالاب میں ماتھ مٹھ دھونے لگی تھی۔

رات بہت جاتے دیکھ کر سار دانے بھئی بھئی سے کہنا۔ شب بواب
 میں جاتی ہوں گی

بھئی بھئی نے آبدیدہ نگاہوں سے سار دا کی طرف دیکھا۔ سار دا چلتے۔
 وقت اشاروں سے کہتی گئی۔ جانا کسی طرح نہ رہنا



ساتواں حصہ

پہلا باب

جنت دوزخ کی سنگتی ہوئی ایک اور منہوا ترنا امید یوں نے یو ٹھک کے دل میں
 جو جنس پیدا کر دی تھی۔ وہ جلیں پانچکڑی کا خون ہونے سے اور بھی ناقابل برداشت
 اور خوفناک ہو گئی۔ وہ اتنے دلیں رنگ گنڈ کی پر شور روانی میں حریصانہ طور پر
 غصے لکھا رہی تھی اور دشمنی مجتہد کو اپنے ناپاک باؤں سے اچھی طرح سے مسل
 پہنچ گئی۔ اس کے بحر دل میں صرف یہ نفس پرستی کی ترنگیں موجزن رہتی تھیں۔ صغیر
 دل پر حسرت پانچکڑی کی تصویر نقش تھی۔ وہ خود انہیں سمجھتی تھی۔ کہ میں پانچکڑی
 کو کس قدر سیار کرتی ہوں بہر طور اپنی جنت کا اندازہ لگاتے ہیں نا کامیاب رہتی تھی
 پہلے تو تھکا نہیں جانتی تھی کہ وہ پانچکڑی کے بغیر یا گل ہو جائے گی۔ کاش اسے
 یہ معلوم ہوتا۔ تو وہ پانچکڑی کا خون کبھی نہ کراتی۔ اس وقت اس نے یہ سوچا تھا
 کہ پانچکڑی کے خاتمہ کے ساتھ میری تمام تکالیف کا خاتمہ ہو جائے گا۔ نام آگ
 بجھ جائے گی اس نے نہیں سوچا۔ کہ جس آگ میں پانچکڑی جلیگا۔ اسی شعلہ
 زب آگ میں ہی جلینا پڑے گا۔ اور پانچکڑی کا خاتمہ ہونے ہی جگہ نہیں بنایا کا
 ساڑ لڑ لڑ پٹا سے لگا ہوا تھکا کسی طرح مطمئن نہ ہو سکی تو کرتے اندازے کے بیٹے
 خوار کیا۔ برہمن نے کھاتے کے بیٹے خورشاد کی۔ مگر وہ جو فی توں بیٹھی رہی
 انہیں جگہ جگہ ہوتی تھیں۔ بال بکھرے ہوئے۔ اور لباس بے ترتیب تھا

وانیش کے جانے کے بعد یو تھکا نے راجہ صاحب کے حالات معلوم کر لیا۔
آدمی بھیجا۔ اس نے لوٹ کر جواب دیا کہ راجہ صاحب کی بیوی نے چھاتی لگا کر

اپنی جاندیدی

یو تھکا کا نگین اور بے چین دل اور بھی بنی رہا۔ ہو گیا تین پرگز رحمانی پر
نور نے بڑی کوششوں اور محنت و توشہ وں سے اسے کچھ تھوڑا سا کھانا کھلایا
شام کی وقت یو تھکا نے نوکر کو غف نہیں بھیج کر لیا۔ چنانچہ نوکر کو لایا۔ غفلت میں ٹھہرا
یو تھکا کا پریشان اور ڈھرائی ہوئی شکل دیکھ کر اس نے کھانے سوچا۔ اس کا دل نہ
یا تو خود ہی خون کیا ہے۔ یا اس کے شعاع تمام حالات سے واقفیت رکھتی ہے
یو تھکا سناتا امیر انداز سے مگر مایوسانہ لہجہ میں بولی۔ داروغہ صاحب۔ انہی
اب ہمیں آئے گا۔ جس سے قاتل گرفتار ہو۔ آپ مہی کیجئے۔ میری بڑی خواہش
ہے کہ قاتل سزا پائے۔

داروغہ :- مہری بھی خواہش ہے۔ مگر بغیر کوئی ثبوت یا چتہ پاس ہو۔ تو لی کیجئے
گرفتار کیا جائے

یو تھکا حوصلہ ہی کیوں ہے میں آپ کو قاتل کا پتہ تک بتا دیتی ہوں
داروغہ :- اگر ایسا ہو۔ تو خوشی ابھی گرفتار ہو جائے گا۔ بتائیے گے

یو تھکا راجہ صاحب :-

داروغہ۔ مارو ڈری !

یو تھکا۔ ہاں !

داروغہ۔ خود۔

یو تھکا :- یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ انہوں نے خود ہی خون کیا۔ یا کسی دوسرے
سے کرایا مگر انہیں گرفتار کرنے سے تمام راز فاش ہو جائے گا۔

داروغہ بد ذرا مفصل طور پر سب حال کہتے۔

یو تھکا:۔ راجہ صاحب کی بیوی کے ساتھ پانچکوتری کا تعلق تھا۔ حسن افغان راجہ صاحب کو یہ بات معلوم ہو گئی اور انہوں نے پانچکوتری کا خون کر دیا۔ ان کی بیوی نے خوف اور شرم سے خود کشی کر لی ہے۔

داروغہ:۔ بجا ہے۔ میرا بھی یہی خیال تھا۔ مگر مجبور اس بیٹے تھا۔ کہ بغیر کسی ثبوت کے گرفتاری نہیں ہو سکتی
یو تھکا:۔ ثبوت تو بہت سے ہیں۔

داروغہ:۔ ذرا بتائیے تو؟

یو تھکا نے ثبوت کے متعلق بہت سی باتیں داروغہ صاحب سے کہیں اُسکی باتوں میں زیادہ تر چمٹ تھا۔ اُف رکھتے ہی یو تھکا نے پانچکوتری کا خون کرنے کے بیٹے کہتے پونج میچے۔ اور اب اُسی کے قاتل کو پھنسانے کے بڑے سپر کنفر مجھوٹ اور غلط بیانی سے کام لے رہی ہے۔ سچ ہے۔ انسان کے دل میں جب ایک۔ بار پاپ داخل ہو جاتا ہے۔ تو رفتہ رفتہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ تمام باتیں سن کر داروغہ صاحب نے کہا:۔ میں آپ کے کہنے کے ہو جب تحقیقات کرونگا۔ اور انشا اللہ جلد ہی قاتل کو گرفتار کر کے آپ کو خوشخبری سناؤں گا۔ کہہ کر داروغہ صاحب چلے گئے۔

دوسرا باب

رات تھوڑی سی باقی تھی۔ دانیس چند رکلت واپس آئے جس کمرے میں یو تھکا کی خواہنگاہ تھی۔ وہاں جا کر دیکھا۔ کہ یو تھکا یا انہوں کی طرف ایک پلنگ پر چڑی ہوئی سو رہی ہے۔ مگر اُسکی نیند سکھ اور اطمینان کی نیند نہیں تھی۔ اس کا ہر پھل

پوتھکا اپنی لال لال آنکھیں چھاڑ کر بولی کیا سوچتے ہو یا میری بات انہیں۔
 سمجھ لو کہ پوتھکا مر گئی۔ میرے پاس اب زمانہ سنا ہے۔ تمہاری بیوی بہت
 اسی کے پاس جاؤ۔ دواخانہ میں نہیں چاہتی۔ اسے بھی لیجاؤ میرے پاس جو
 روپے ہیں۔ انہیں سے بسراوقات کرو گی۔ صاف کتنی ہوں کہ میرے پاس کتنا
 میرے زخم دل پر تک پاشی نہ کرنا۔ جاؤ چلے جاؤ۔ اب کسی دانا۔ (دانت پھیلے)
 اگر آؤ گے تو تمہارے لیے اچھا نہ ہو گا۔ جاؤ میرے سامنے سے مٹ جاؤ۔ پانچو پانچو
 دھیان کرتے دو۔ پانچو پانچو

دائیں کے دل میں اسوقت۔ بیچ و غم کی آگ مشتعل تھی۔ انہیں اسوقت نام
 دینا گناہ ہی آگ کا ایک ٹوہ آ رہی تھی۔ انسان اپنی نام زندگی قفق و فوج میں
 بسر کر کے دم بیک کے لئے اپنے آپ پر لعنت و نفرین کے غم سے بلند کرتا ہے
 مایہ سواہ کی دھندھکتی ہوئی آگ میں دم بجھ میں جل مرتا۔ زندگی بھر کا نام نہ
 زندہ دم کے دم میں زہر کی ایک گھوٹ پی کر نہ ہوش ہو جاتا ہے۔ اس کی
 زندگی کا مبارک وقت گپ آویگا یا کوئی نہیں کہہ سکتا جسوقت آتا ہے
 اسوقت انسان مایا مود میں اندھا ہو کر توجہ نہیں دیتا

دائیں کی زندگی کی مبارک گھڑی آگئی۔ پوتھکا ان کی نگاہوں میں بالکل
 رکھنسی ہی نظر آنے لگی۔ انہیں پوتھکا سے عزت ہو گئی۔ وہ پوتھکا کے کمرے
 سے چلے گئے عرصہ دراز کا جاں نہ کرے پھر اسے کمرے کے دواخانہ میں گئے۔ اور اس
 آفات و مصائب کی رات کا خاتمہ کر کے علی السبیل کراہی کی طرف چل گئے

تیسرا باب

کراہی پہنچے پہنچے آئے تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ شانتی کی حالت

اب پہلے سے بہتر ہے۔ اس سے پہلے اسے شدید بخار رہتا ہے۔ گرائڈ بالکل نہیں تھا۔ وہ بھی ہوئی دیگر عورتوں کے ساتھ بات چیت کر رہی تھی۔ اس نے دہلیز کینچا طرہ و مدارت اسی طرح ہوئی جیسی عمہ ماسٹرال میں داماد کی ہوتی ہے۔ بالخصوص ایسی کسٹرال میں جہاں ساس اور کسٹر دولوں روکشن حوالہ تعلیم یافتہ اور ذی فہم ہوں گے۔

موسم نسبت میں نیم سہری کے طرب نیز جھونکے جیسے کچ ہیں رہنے ہوئے بھی سرور شاد کام اور چرخوش دل میں بھی لایوسی کی جھلک پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اس میل ملاپ میں بھی شانتی کا کوئی قصور ہے کہ نہیں۔ اسی فکر اور رنج و غم نے دانیس کے دل میں اہل چل بچا دی۔

اس میل و ملاپ میں دانیس نے کسی قسم کا شکم محسوس نہیں کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے دل میں پانچ گوری کی موت کا غم بھرا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ شانتی کے باعث ہونے میں بھی انہیں شک تھا اس خشک کو وہ اپنے دل ہی دل میں مبالغے ہوئے منفک و محکمین رہتے تھے۔ کبھی کبھی رام پرائن بالو کی باتیں یاد کر کے دم بھر کے لیے اٹکا خشک دور ہو جاتا ہے۔ مگر پھر یہ سوچ کر کے رام پرائن بالو کے گھرنے سے پیشتر شانتی کہاں رہی؟ ان کا دل پھر شک و شبہ سے بھر پور ہو جاتا تھا رام پرائن بالو مقرر اور رتبہ کار شخص تھے۔ ان کے بال دھوپ میں انہیں سفید چمکے تھے اس لیے دانیس کی یہ فکر ان سے پوشیدہ نہ رہی۔

کھانا وغیرہ کھا کر رام پرائن بالو نے دانیس سے کہا۔ بیٹا! اب ایک کام کرنا ہو گا دانیس :- کیا؟

رام پرائن :- شوہر و بیوی کا تعلق بہت نازک و پاک ہوتا ہے۔ اس تعلق میں ایک دوسرے پر یقین ہی سب کچھ ہے۔ یہ بھی، ور خشک کا ذرا سا بھی خیال رہنے سے شک نہیں

بنا۔ اس لیے میں نے اس کی ایک تجویز کی ہے،

دانش

رام پران۔ شانتی کا چال چلن نہایت ہی پاک صاف اور قابل توصیف ہے۔ وہ اپنی عظمت و عصمت کو اُن کے لیے زندگی تک کو غیر یاد کرنے کے لیے تیار ہوئی تھی۔ مگر ابھی تھما سے دل سے شک دُور نہیں ہوا۔ اور جیتک یہ شک دُور نہیں ہو گا شانتی نہیں ملے گی۔

دانش :- آپ جیانی ہیں۔ آپ کا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا۔

رام پران :- اب یہ تھما سے بھی خواہوں کا فرض ہے۔ کہ وہ نہیں شانتی کی پاک نفسی کا ثبوت دیں۔ اس لیے میں تمہیں گنگا رام پورے چلنا چاہتا ہوں۔

دانش :- دلوں جا کر کیا ہو گا؟

رام پران :- شانتی نے جو جو واقعات اپنی موت سے بیان کئے ہیں وہ نرسع میں باجھوٹ اس کی تحقیقات کرنی ہوگی

دانش :- آپ ہم دونوں کے بچے بھی خواہ ہیں اس لیے جو آپ مناسب سمجھیں کریں اور یا میں رام پران بابو کی کشتی ہر وقت تیار رکھڑی رہتی تھی۔ رام پران بابو نے اُس پر ضروری سامان رکھنے کا حکم دیا اُس کے بعد چار طاقتور سپاہی۔ ایک نوکر اور ایک برہمن کو لیکر دانش کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے۔ ملاحوں نے کشتی کھواری اور ڈانڈ چلانا شروع کیا۔

دانش اور شانتی سے میل ملاپ ابھی نہیں ہو ا تھا۔ رام پران بابو اور انکی بیوی نے بہر مشورہ کیا تھا۔ کہ جب تک ثبوت نہ پہنچا کر دانش کا شک قطعی طور پر رفع نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ان کا میل ملاپ نہ کرایا جائے۔ کیونکہ جب تک دل میں شک رہے گا۔ اس وقت تک اس میل ملاپ میں کوئی خوشی اور شگے نہ ہو گا

شانتی کا علاج قصبہ کے ایک ڈاکٹر صاحب وائیش چندر کی ہدایت کے بموجب کرتے گئے۔

چوتھا باب

کمار ہٹی سے گنگا رام پور کا راستہ کشتیہ لکا تھا۔ وہ دن منواتر چلکر تیسرے دن شام کو کشتی گنگا رام پور کے گھاٹ پر جا لگی۔ رام پران باجوہ وائیش کو لے کر کنارے آئے دو سپاہی بھی ساتھ ہوئے گوپال دے کا مکان دریافت کر کے وہاں پہنچے۔ دے ہاشے ہسوقت خفہ سچا رہے تھے بکا ایک لال پٹری سر پر چالے ہوئے سپاہیوں کے ساتھ دو تیرپن اشخاص کو دیکھ کر ڈر گئے اور جلدی سے خفہ چوڑ کر ان کے پاس آکھڑے ہوئے۔

رام پران باجوہ نے پوچھا: ہاشے! آپ کا نام کیا ہے؟

دے گوپال چپہہ دے۔

• رام پران:- کئی دن ہوسے ایک لڑکی تمہارے یہاں آئی تھی؟

دے:- (گھبرائے) جی نہیں۔ تو نہیں۔ ہم غریب۔

جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی خوف کی بات نہیں ہے۔ اگر جھوٹ بولو گے تو مصیبت میں پڑو گے۔

گوپال دے منہ موم صورت بنا کر بولے: ہاشے! اس لڑکی کی وجہ سے میرا سناٹا سن ہو نہوا لہے۔

رام پران:- کیوں کیا ہو؟

گوپال:- خفہ رائے ہاشے نے عہد کیا ہے۔ کہ بغیر بچے بناو گئے ہوئے میرا بیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

رام پران :- اُخربانت تو بناؤ کیا ہے ؟
 گوپال :- وہ لڑکی ایک دن صبح دریا کے کنارے بیٹھی رو رہی تھی۔ میری بیوی
 نے اسے دیکھا۔ وہ رنرٹس کھا کر اسے اپنے ساتھ لھرے آئی۔ رات میں اسے ہواشہ
 نے لڑکی کو دیکھا۔ اُسکا چال چلن اچھا نہیں۔ بڑے آدمی ہو کر نہ معلوم ایسی خاسرہ بیٹ
 کیوں ہے۔ اُنہوں نے ایک عورت کو ہمارے گھر بھیجا میری بیوی اس کی باتیں سنکر
 جل مٹتی۔ لڑکی بہت بھلی۔ سخی کشمی تھی۔ وہ رونے لگی اور رائے جیاشہ کو تباہیلا کہنے
 لگی۔ دائیش ایک سر وہ بھر کر دوڑ جا کر ٹپس ہوئے۔

دس :- عورت نے لڑکی کو رائے جیاشہ سے غلام حال کہا۔ اُنہوں نے مجھے بلانے کہا
 کہ لڑکی ہیں دیدو۔ انہیں دو گئے۔ تو تھارے لئے اچھا نہ ہو گا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر
 تم باسانی نہ دو گئے۔ تو آدمی بھگدڑ بردستی پکڑاؤ اسکا بیٹے۔ میں نے گھر آکر سب حال
 اپنی بیوی سے کہا۔ اس کی لڑکی پر تم کھائیں بیوی نے اسے دینا قبول نہیں کیا
 پھر اس کے بعد وہ لڑکی کہاں چلی گئی؟ مجھے کوئی علم نہیں !
 رام پران :- تم نے کہا کہ اس لڑکی کے پیچھے تمہارا ستیا ناس ہو نہ لائے۔ یہ کہا
 ہوتا ہے ؟

دس :- دوسرے دن رائے جیاشہ بولے :- تمہیں نے مجھے کہیں چھپا دیا۔ اس کے
 بعد اُنہوں نے میرے اوپر ایک جہنم داغ سے دائرہ کر دیا
 فیڈا تم ڈرو انہیں۔ ہم کمال لڑکی کے رام پران چوہدری ہیں۔ اس باپ سے
 راجی نہیں بیٹے۔ تمہارے مفدہ کا فیصلہ بھی ہمیں کر دیجئے اور اس باپ کو سنل
 بھی دیجئے۔

لام پران بائو کے نام سے عمو نا نام لڑکے دانمب فیڈے۔ گوپال دس نے بھی اُنہیں
 جھک کر پر نام کیا اور انہیں جھانے کی۔ فرسٹ کرتے۔ لکھے۔

گردہ نہیں بیٹھے۔ اور گھاٹ کی طرف چلے گئے۔ تھوڑی دیر چل کر رام پران بالو نے۔
 دانیلش سے پوچھا۔ تم نے کبھی گنگا رام پور کا نام سنا تھا۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا گائوں
 یہاں بجے دُور نہیں ہے۔ شانتی رات بھر میں ہی وہاں سے یہاں آگئی تھی۔
 دانیلش:- رات بھر میں ابہہ آپ نے کبہ نکر جانا۔
 رام پران:- شانتی تو دکھتی تھی۔

دانیلش:- میں بچپن سے ہی کلند رام ہوں۔ اس لئے ادھر کے گاؤں سے نا آشنا
 ہوں۔ رام پران نے پیلاسی کو بھیج کر گویاں دے کر گویاں۔
 دے:- ہمارے کئے آئے پوچھا۔ سون پور یہاں سے کتنی دُور ہے
 دے:- سون پور بہہ پاس ہی ہے۔ کوئی تین چار کوس ہو گا۔
 رام پران:- کتنی سے کتنی دُور کا راست ہو گا۔
 دے:- ابھی چل ڈھکیگا۔ تو آدھی رات تک پہنچ جائیگا۔

رام پران بالو سب لوگوں کو لے کر کشتی پر سوار ہوئے۔ علاؤ کو سون پور چلے کا حکم دیا
 اسوقت رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ سون پور میں بلا کا سناٹا مچا یا ہوا تھا
 ہوا کے طرب نیز جھونکے بھولہ کی عنبریز شبہ میں بے ہوش چاند کی ٹھہرتی ہوئی پرتو
 روشنی میں دریا کی لہروں سے ہم آغوش ہو رہی تھی۔ تب ہجیر کی آگ سے جلتا ہوا پیپا
 درخت کی شاخ پر بیٹھا ہوا۔ اپنی حسرت بھری داستان نام دینا کو سن رہا تھا۔

پانچواں باب

تقریباً تین بجے رات کو کشتی سون پور پہنچی۔ رام پران بالو۔ دانیلش اور وہ دونوں
 سپاہی اتر کر دانیلش چند رکے گھر کی طرف چلے ہر چار طرف سناٹا مچا ہوا تھا۔ رُو رُو
 کدو راز سے پوچھتے ہوئے پتوں کی آہستہ سے چونک کر بھٹکتے گئے تھے۔

بہت دنوں بعد دانیلش نے اپنی مکتبہ میں انرجیٹوئی کے درشن کئے۔ گھر کا صدر دروازہ بند تھا۔ دانیلش نے دروازے کو دھک دے کر جھکا کر گھوٹا مارا۔

گھر میں اس وقت چراغ جل رہا تھا۔ دانیلش کی ماں۔ بڑی لمبی۔ سنھلی۔ بھینچا ہوا نشانہ سب جاگ رہی تھیں۔ اس وقت وہ بیکے سہی پر گنگا سنان کرنے جا رہی تھیں کہ ہم ہی تھیں۔ مشن سرکار اپنی بیوی لڑکی دہسن وغیرہ کو گنگا سنان کے پلے لے چلے تھے۔ اس لیے انہیں کے ساتھ ساتھ یہ سب بھی جا رہی تھیں۔ دانیلش اس وقت سر پہ تھے۔ یکایک ہمیشہ کی جانی بچانی پیاری آواز میں ماں کا لفظ مسکراہٹ مالک کے کان کھڑے ہوئے۔ جس طرح گائے اپنے بچہ کے کی آواز سے مسکراہٹ بیتاب ہو جاتی ہے اسی طرح دانیلش کی ماں بیتا یا نہ انداز سے بولیں

اری ستار! دیکھ تو سہی میرا دانیلش آیا ہے کیا؟
انہیں میں پھر وہی ماں کا لفظ تمام گھر میں گونج اٹھا۔
جنتی لے کہا۔ ماں! دانیلش ہی تو ہے۔

نستار نے دوڑ کر دروازہ کھولا۔ دانیلش سب کو لے کر اندر داخل ہوئے۔ نشانہ سب کے بیٹھنے کے آسن پچھا دیا دانیلش نے دوڑ کر ماں کے پاؤں کو ہوس دیا۔ ماں فرط خوشی سے چھوٹ۔ چھوٹ کر رونے لگی۔ دانیلش بھی روتے لگے۔ انہیں اور چھوٹے بچوں کے لیے روٹی تھیں۔ اور دانیلش پانچوڑی کے لیے آٹنہ بنا رہے تھے۔ گھر پانچوڑی کے قتل کا حال نہیں بتایا۔ ماں نے سوچا۔ کہ دانیلش پچھیں اور چھوٹی بچوں کے لیے روٹا بنے یا آخر انہوں نے پانچوڑی کی بات پوچھی۔ دانیلش کا پتی ہوئی آواز میں جا بیدیا۔ اچھا ہے یا تم لوں ماں مسکراہٹ دانیلش بھی جاگ پڑے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ آسے رام پان بچوں کا نام اور ان کی تعریف مسکراہٹ آداب بھلائے۔ اپنا تمام سال سنات سناتے انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ سب مسکراہٹ پر ان بچوں

نے کہا۔ تمہاری سہل انگاریوں اور غلطیوں سے ہی تمہارے گھر کی یہ حالت ہوئی
وہاں میں موقع مینی اور استقلال سے کام نہ لینے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ خبر۔ جو ہوا
سو ہوا اب محتاط رہنا۔

جیتیش چندر ایک لمبا سانس لے کر بولے۔ بچے ہوئے چراغ میں تیل ڈالنے سے
کیا حاصل؟

عین اسی وقت وشنو سرکار بھی ایک ملاج کو لے کر آ پہنچے۔ گھر میں دانیس
کو تین چار شریف شخص کے ساتھ آیا دیکھ کر سوچنے لگے۔ اب انہیں گھر میں قفل
لگا کر جانے کی ضرورت نہیں۔

وشنو سرکار کو دیکھ کر جیتیش چندر بولے۔ چاچا جی ابھی کمار لائی کے زمیندار
بابو رام پران چودھری ہیں۔

وشنو سرکار تجھے آمیز انداز سے بولے شہید یہاں کہاں؟

جیتیش :-۔ رشتہ میں یہ دانیس کے سر ہونے ہیں۔

وشنو :- ٹھیک مگر تھو تو پہلے معلوم نہیں تھا۔ آج ہم لوگوں کی بڑی خوش نصیبی ہے
کہ آپ کے پاک قدموں سے یہ مکان پاک ہوا۔ مگر ایک ڈکھ کی ۔۔ رام پران بابو وشنو
سرکار کا ماشی الضمیر سمجھ گئے۔ ہاتھ کاٹ کر بولے۔ ہماری رٹ کی ہمارے ہی گھر کی
ہے اس کے لئے کوئی تودہ نہ سمجھے۔ میں اسی لئے یہاں آیا ہوں یہ خوشخبری سن کر
سب لوگ پھوٹے نہ سمائے۔ رام پران بابو نے کام جوں کی۔ ستایا۔ وشنو سرکار
مسرت آمیز لہجہ میں بولے دھرم کی جے جو دھرم کی حفاظت کرتا ہے۔ دھرم
بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اس کے بعد وشنو سرکار نے رام سینگ کے منظر کا نام پڑھ کر کہہ دیا
رام پران بابو دانیس کی طرف دیکھ کر بولے۔ ستایا۔

دائیش نے سہنچا کر لیا۔ کوئی جواب نہ دیا۔ سب لوگ رام سیوک کے نام پرعت
و نظریں بھیجے تھے۔
و مشنہ کار نے جوش چن۔ ر سے کہا۔ اپنی ماں کو گنگا سنلان کے بیٹے ہاں سے
بھجھ دیکو نہ کہ تم لوگ تو آج نہیں چل سکو گے۔
رام پران یا تو بول اٹھے۔ سب چلنے لگے۔ یہی تو موقعہ ملا۔ کھٹ جاتے ہوئے کمار
ہوئی راستہ میں چڑھتا ہے۔ ہماری کشتی پر ہی آئے ہیں۔ آج صبح ملک چل دینا مناسب ہے
گھر پر ایک دن خوشی منائیں۔ اس کے بعد اگر کھٹ جانا چاہیں۔ تو پہلے جائے گا۔
ورنہ کمار ہاں میں رہے دسمی کھجیگا۔ ہاں بھی تو گنگا جی ہیں۔
سب نے رام پران باجو کے مشرے کو پسند کیا۔ کچھ ناشتہ کرنے کے بعد سب لوگ
کشتی پر سوار ہوئے۔ آگے تھجے دو کشیناں کمار ہاں کی کیطرف چلیں۔

چھٹا باب

پہلے صبح دو دن کشیناں کمار ہاں کی پہنچیں۔ سب لوگ مگر کمار پران باجو کے مکان
پر پہنچے وہ بڑی خوشی کا دن تھا۔ شانتی آسودت اچھی ہو گئی تھی سب کی آمد خیر شکراتی
اور وہ ایک ایک کے پاؤں پر گری عینتی سے پٹ کر سچو کی طرح پھوٹ پھوٹ
کرتے تھے۔ عینتی بھی اپنے آئندوں کو روک سکی۔ رام پران باجو کی بیوی نے سب کی
خاطر و مدارت اچھی طرح سے کی۔ مگر دائیش اب بھی خوش نہیں تھے۔ پانچوڑی
یا دہرہ کران دل چھیدتی تھی انہیں اس بات کی بڑی فکر رہتی تھی۔ کہ جب ان کی
ماں کو یہ خبر ملے گی۔ تو نہ معلوم کیا کر لیاں گی۔
دائیش ماں کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تھے۔ ماں نے انہیں پکارا۔ کہ بھجھا۔ بیٹے
جہاں سے کلنہ کشتی دور ہے۔

دائیش نے یہ سن کر نہیں کیوں بہ
ماں :- پانچوڑی کو بھجھتوں سے اسے نہیں دیکھا۔

دانیلش :- بھائیو!

ماں :- اچھا سٹیش کی کوئی خبر ملی؟

دانیلش :- نہیں کلکتہ میں کوئی جگہ دریافت کیا۔ مجھے یقین نہیں چلا۔ موسم ہوتا ہے وہ بھی کلکتہ نہیں آئے

ماں نے آبدیدہ ہو کر اسے یہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ میرا بیٹا وہاں نہیں کون جانے اور سے بھٹکی ہوئی ساس کی یہ بات سن کر آنکھوں سے آنسو بہنے لگا۔ والدین دو تین نشستگاہ پر بیٹے کے وہاں جا کر سٹیش کے متعلق سوچنے لگے۔ باپ نے سٹیش بھی زندہ نہیں مگر پانچلو کی کاحال سن کر ماں کیا کہہ سکی۔ اُن کی کیا حالت ہو گی؟ آف اسوچتے سے ہی بکھیر شق ہوتا ہے۔ رام پران بائو کے کوئی انگریزی اخبارات آئے ہوئے رکھے تھے تو کرتے تمام لاگرو دانیلش کے سامنے رکھ دیئے۔

دانیلش ایک اخبار پڑھنے لگے۔ یکایک ایک مضمون پر نظر پڑھتے ہی وہ چونک پڑے اس خبر کو نہیں بار بار پڑھا اس کے بعد اخبارات میں بیک وقت شش گاہ سے لے کر ہفتے پڑے کرے میں آئے۔ یہاں رام پران بائو جیش اور دیشوہر کارو وغیرہ بیٹھے تھے۔

دانیلش :- رام پران بائو کے ہاتھ میں اخبار لے کر بولے۔ دیکھئے ایک عجیب بزرگ پڑھئے یہ کہہ کر انہوں نے انگلی سے وہ جگہ بتائی۔ جہاں وہ خچر چڑھی ہوئی تھی رام پران بائو نے اس خبر کو بغور پڑھا۔ اور بولے سٹیش چند رہے۔ تمہارے کون ہیں؟

دانیلش :- بھٹکے دادا!

جیش چند سٹیش کا نام سن کر سمجھے۔ کہ انہیں کے متعلق کوئی بڑی بھلی خبر ہے۔ انہوں نے جینا بانہ انداز سے دانیلش کو کیا پوچھا

دانیلش نے خبر پڑھ کر ششمالی لکھا تھا۔ گذشتہ پیرچہ میں ہم نہایت ہی دلی انہوں سے اپنے ہمعصر ایڈیٹر سٹون کی موت کی خبر شائع کر چکے ہیں انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔ ہمیشہ آزادانہ طور پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کی پیدائش ۱۸۵۰ء کی تعداد اتنی ہزار ہے۔ مرتے وقت وہ ایک وصیت نامہ کر گئے تھے۔ انکار و پیداوار وصیت نامہ ان کے ایڈیٹر کے پاس کلکتہ میں ہے۔ اسی ہزار میں سے انہوں نے چالیس

ہزار ہا دن کے خواب کے لیے دیئے ہیں۔ وہ جو وقت اور یہ لے کے قحط میں قحط زدہ نکلیا
 کو دیکھ گئے تھے۔ انہیں ایام میں ایک دن کھیت کے قریب سائیکل سے گر پڑے
 تھے۔ اور غصہ جوڑ آئی تھی۔ اسی وقت بغیر مشائخہ طور پر ایک بنگالی بالو نے ان کی بڑی خدمت
 و تہوار داری کی تھی۔ ان کی خدمتوں اور کوششوں سے انہیں از سر نو زندگی ملی تھی
 اس لیے انہیں بنگالی بالو کے نام وہ بیس ہزار روپیہ کی وہ وصیت کر گئے ہیں۔ بنگالی
 بالو کا نام ستیش چندر رائے ہے وہ سو ن پور کے رہنے والے ہیں یا تو میں ہزار میں سے
 دس ہزار خیرات خاندان کو اور دس ہزار ششتری فنڈ کو دے گئے ہیں۔ ایسا نیکے روح کشا تھی
 عطا کرے۔

سب سنے کے بعد خلیش چندر نے کہا۔ ستیش کہاں ہے؟ کیا وہ روپے لے آیا؟
 دانییش :- اس اجلاسے ان باتوں کا پتہ نہیں چسکتا۔ میں دوپہر کی گاڑی سے
 کھٹے حائل اور اریٹری سے دریافت کر لوں کہ ستیش روپیہ لے گئے ہیں یا نہیں۔
 اگر لے گئے ہوں گے تو پتہ چل جائے گا۔
 جتیش :- ہاں ضرور چلوں میں بھی چلوں گا۔

بین اسی وقت نوکرنے آکر کہا کہ ایک بھیلے مانس باہر کھڑے ہیں۔ وہ ڈاکٹر
 صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔ رام پران بالو نے پوچھا۔ کیا کوئی پڑوسی ہیں؟
 نوکر :- یہ تو مجھے معلوم نہیں۔

رام پران :- اچھا اندر بلا لو۔
 نوکر :- میں نے بلا یا تھا۔ مگر وہ انہیں آئے کہنے لگے۔ کہ میں بھی ملکر واپس چلا
 دانییش اٹھ کر باہر کے صدر دروازہ کے پاس ایک شریف شخص دوسری طرف
 منہ کئے ہوئے دانییش کا انتظار کر رہے تھے۔

دانییش یا جا کر بولے آپ کون ہیں؟
 اس شریف شخص نے منہ پیر کر دانییش کی طرف دیکھا۔ دانییش انہیں دیکھتے
 ہی دوڑ کر ان کے قدموں پر گر پڑے اور مسرت آمیز آواز سے بولے :- بھیلے دانا
 میں چھوڑ کر آپ کہاں چلے گئے تھے؟

ستیش چندر کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہو گئیں۔ بوسے بہت دھڑ دھڑ گھٹا۔ پھر۔ روپیہ پیدا کرنے کی تلاش میں نکلا تھا۔ مگر اس کی شکل تمکین نہ کھائی دی۔ بالآخر گلہ آیا۔ وہاں بھو بازار میں غنہا سے نام کا ساٹن بورڈ دیہندہ دریا کرنے کے لیے اندر گیا۔ گڑم ہی ہو۔ مگر وہاں ایک اور جنت اثر فرشتی رہنا۔

پانچوڑی لاکھی نے خون کر دیا ہے۔ ما سے کیسی تباہی اور برباد آگئی؟
وانیش :- دادا چپ رہیے۔ ماں بڑی بھو۔ ٹپے دادا وغیرہ سب یہاں آئے ہیں ابھی انہوں نے یہ بڑی خبر نہیں سنی۔ اگر وہ لوگ سبیلے تو ابھی شور و شریع جلا بگاڑا اور ماں تو جان ہی دیدیگی؟

ستیش :- اس یہاں کپڑے کڑے؟
وانیش :- اس مکان کے مالک رام پان یا بومیرے سسر ہوتے ہیں۔ چلیے سب سبیلے۔ بسے بوسے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ آپ نے یہاں کا پتہ دواظف سے ہی پایا ہوگا۔

ستیش :- ہاں ایک کھمبہ ڈرنے بنا باکو ڈاکٹر صاحب کمار مٹی کے رام پان یا بکو کے یہاں رہیں دیکھئے تھے ہیں۔ یسٹن کو میں ادھر جلا آیا
وانیش :- دادا کیا اڑیہ کہہ رہے تھے

ستیش :- صرف اٹلیپ ہی کہیں؟ ہندوستان کے مختلف مقامات کا چکر لگایا
وانیش :- اٹلیپ کے کسی گاؤں میں کوئی صاحب سائیکل پر سے گر پڑے تھے
ستیش :- ہاں انہیں میں نے ہی اٹھایا تھا۔ پھر دونوں اسی گاؤں میں رات بسر رہے تھے العباس انہیں پوری بھیج دیا تھا۔

وانیش :- وہ صاحب مر گئے؟
ستیش :- میں امر گئے۔ رام رام۔ وہ نہایت مغرب شخص تھے۔ میری بڑی ہی طرح طرح کی خوابیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے گلہ میں ملازمت دلانے کا وعدہ کیا تھا۔ گلہ بکریں نے تھوڑا ضرر پائی۔ صاحب سے ملاقات کرنے کا موقع نہ ملا۔ پھر انہوں نے کہنے لگا ایک یہاں چلا آیا۔ معلوم ہوتا ہے صاحب

سے تباہی طاقات تھی۔ انہیں نے دوران گفتگو میں یہ بھی ذکر کیا ہو گا کہ
 ڈانیش نہیں وہ مرنے وقت آپ کو بیس ہزار روپے دیے گئے ہیں۔ میں نے
 یہ خبر آج ہی اخبار میں دیکھی ہے۔ اسی میں اڑیہ کے حالات کا بھی ذکر تھا
 سیکھیں :- ان کی فیاضی قابل تحسین ہے۔ اس مجلس کی یاد انہیں مرنے مرنے ہی
 ڈانیش :- آئیے۔ اندر آئیے بیٹھے دادا۔ وشتہ چا چا سب نشستگاہ ہیں
 ہیں۔ ماں آپ کے لیے بہت فکری ہیں۔ کھالی کرد و ہر کو ہم اور آپ کھانہ چل کر
 روٹی لایا تھا انتظام کر بیٹھے :-

نیتش چند روز ڈانیش کے پیچھے پیچھے چل کر کھڑے ہو گئے۔ جیتش کو دیکھتے ہی بیٹس
 بھائی کے قدموں پر گرے۔ جیتش نے انہیں اپنے سینے سے لپکا۔ مسرت کے آنسو
 کی دھار رواں ہوئی۔ رام پان بابو اور وشنو سرکار بھی اس میں ٹاپ سے بہت خوش
 ہوئے۔ مکان کے دروازے کی مسرت بلائیں سے ہی تھی۔ نیتش نے اندر جا کر ان کے
 قدموں میں پر نام کیا۔ ان نے بھی مسرت کے آنسوؤں سے میٹھے کے سر پر دست بستہ
 پھیر کر اس شیر باد کی :-

رام پان جیسے بلند فطر : در فرشتہ سیرت شخص نئے۔ دیت ہی ان کے یہ کی تھیں
 انہوں نے سوچا کہ اس نے کون تک۔ یہ کی آگ میں جل کر شوہر و بیوی اور بھائی بھائی
 جسے لے کر سب انتظام کر دینا نہایت ضروری ہے :-

نیتش جو وقت ان۔ ڈانیش کی اس۔ بیٹھی ہو و غیرہ کو یہ نام کر کے لڑتے رہے
 تھے۔ اسی وقت ایک داسی نے اگر ان سے کہا :- ذرا آپ اندر آئیے :-

نیتش :- بیٹھے بلائی ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ تم بھولتی ہو
 درسی آنکھیں مل کر اور آنکھیاں پھا کر بولی۔ باگوا برس فھر میں تو کہہ چکی ہو بھولنا
 کیا دیکھی ہے۔ آپ چلے آپ ہی کو بلائی ہیں۔

نیتش کمرے کے اندر گئے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سمجھتی آج وہ دروازے کے
 پردوں پر گر گئیں اور روٹی ہوئی ہوئیں۔ کیا بھٹے معاف نہیں کر دے :-
 نیتش :- بھائی ہو اتم۔ تم مجھ سے معافی کیوں مانگتی ہو ؟ تمہارے بھائی کی حالت

اجتی ہے۔ میں متعلق ہوں۔ تمہیں تو میرے پاس آنے میں بھی نفرت معلوم ہوتی ہوگی
 شخص علی کہو: ناخدا! میں عورت ذات۔ عقل سے خالی۔ پہلے کہا تھا مجھے کہ تمہاری
 تمہی۔ تمہیں جانتی تھی۔ کہ عورت شکہ شوہر کے بچوں کے نیچے بہت ہے شوہر کی
 خوشی اور ناخوشی پر عورت کے دکھ شکہ کا انحصار ہے۔ میں تمہاری بیواہ میں کی
 ہوں۔ تم دانا ہو۔ معاف کرو۔ ایک مرتبہ پھر اسی پر مجھ میں کہو کہ معاف کیا؟
 سنیتیش: یہ تلام باقی نہیں کہس نے سکھائیں؟

شخص علی کہو: نہیں پڑھا تھا کسی نے نہیں سکھا یا۔ یہ سب میرے دل کی باتیں
 ہیں۔ میں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ عورت کی دنیا اس شوہر تک محدود ہے
 اس کے بغیر کس ٹھکانا نہیں۔ سسرال کی بزرگی اچھی طرح ذہن نشین ہو گئی تھی
 وجہ سے وہاں سے یہاں چلی آئی۔ سسرال آئے کے مہینہ سے ہی مجھے تمہارے
 درشن ملے۔

سنیتیش: مگر میں تو وہی شخص سنیتیش ہوں؟
 شخص علی کہو: تم میرے راجیشور۔ دل کے دیوتا ہو۔ ایک پیرا اچھا لڑکے دو لونہ بننے
 ایک ہی وقت کھا کر بیٹھے۔ اس میں بھی شکہ ہے۔ اس میں بھی مان ہے؟
 بہت دنوں کا وہاں چھوڑا چھوڑا محبت پھر ایل پڑا۔ سنیتیش اس چشمہ کی روانی کو
 روک نہیں سکے۔ بیوی کو سینہ سے لگا کر۔ اس کے گلاب جیسے گالوں پر طاب کا
 نشان بنا دیا؟

ساتواں باب

اسی دن دانیش اور سنیتیش کلکتہ جا کر اجزاء کے دفتر میں پہنچے۔ یہاں انہیں چکر پڑتی
 کے دفتر کا پتہ معلوم کیا۔ وہ سٹاں جا کر اپنا نام بتایا۔ ایسٹرنی کے کلکتہ کے ایک نامی
 رئیس کی ضاقیت کے کریس ہزار روپے لاکھ کا چک کاٹ دیا۔
 دانیش کی خواہش ہوئی کہ دو اخذ کی حالت بھی دیکھنے چلیں۔ مگر پھر سوچا کہ

کہ ایسا نہ ہو۔ ہمیں یوں غصا آکر ادا کے ساتھ سن سب باتوں کا تذکرہ کرنے لگے ہوا
ایسا ہوا تو بہت شرمندگی اٹھتی بڑی اس پر اس وقت وہاں جانا کسی طرح مناسب
نہیں۔ پھر وہاں سے تنہا واپس کر دیکھا جاتا ہوا شام کی گھڑی سے دونوں بھائی
کھانا کھا کر بیٹھے۔ اسی وقت پر اتر سے توڑ پھوٹ کر آسمان کے کسے بادلوں کی گھنٹھو گھٹ
چھائی ہوئی ہے اور ہر چار طرف نایکی کا پردہ چھبوا ہے۔

رام بران بابو بیش پردہ طاقت ور گھوڑے کھاتی بیٹھے تھے دونوں جلدی سے
سوار ہو کر تیزی سے گھوڑے سے چلانے ہوئے چلے گھوڑے ہوا سے بانیں کرے گئے تاہم
وہ بارش شروع ہونے سے پیشتر گھر پر نہ پہنچ سکے۔

کھانا کھا کر بیٹھے ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ نادرم انہیں ایک مندر میں ٹھہرنا
پڑا بادلوں کی ٹھنڈی کرن و بجلی کی مینڈک چمک سے دل دہل جاتا تھا۔ آدھی گھنٹی
زور سے چلتے گئے۔ کچھ عرصہ بعد آدھی گھنٹی۔ مگر باجوں کی ول ہلائی والی کرن دہلا
کم نہ ہوئی۔

سٹیشن اور وائیش اس وقت بھی پانچ گھنٹی کی وفات کا تذکرہ کر رہے
تھے۔ کہ ناگہان کسی نے باہر سے آواز دی: مندر کون ہے ذرا دروازہ کھول
دیکھیے میں مصیبت زدہ ہوں اس آواز کو مندر سٹیشن نے حیران و خوف نگاہوں
سے وائیش کی طرف دیکھ کر استغنی سے کہا: وائیش! آواز تو پانچ گھنٹی ہی معلوم ہوئی ہے
وائیش چند نے جلدی سے جا کر دروازہ کھولا دروازہ پر جو نظارہ آگئی گھوڑوں
نے دیکھا۔ اس سے اُن کا تمام جسم بیہ کھرج کا مینے لگد سٹیشن بھی خوف و متحجہ ہو کر
ستے ہوئے پتہ کی طرح کانپنے لگے۔ انہوں نے دیکھا دروازہ پر پانچ گھنٹی چھٹی
کو گود میں بیٹے ہوئے کھڑے دو لوں پانی سے تر بہ تر ہوئے۔

وائیش چند کا بیٹھک منی آواز میں بولے: پانچ گھنٹی کہا میں تمہارا بھوت دیکھتا
ہوں۔ کیا تم مجھے پر لوک سے ملے کے بیٹے آئے ہو۔ وائیش کی یہ بات سن کر کھٹکھٹا کر
پڑا۔ بولا: نہیں دادا میں نکلنے سے خبر نہ لگتا تھا۔ وہاں سنا کہ آپ اس گاہک
میں آئے ہیں۔ اسی وجہ سے یہاں چلا آیا۔ گو وہاں میرا کھوٹا ہوا اعلیٰ ہے بہا کیش ہے

میں بہت بھید کیا ہوں۔ میرا شیش بھی بھیگتا ہے۔ آپ اسے کوئی لپٹا ہوا دیکھئے۔
پانچو ٹری :- ہندو کے اندر داخل ہوا۔ وہ شیش کو گودے اٹھا کر تھپتھپاتے پھرتے لگا
دائیں نے دڑنے دڑنے شیش کے جسم میں ہاتھ لگایا۔ شیش دھڑکنے سے لپٹ
گیا۔ دائیں کو وہ اچھی طرح نہیں پہچانتا تھا۔

اس وقت شیش اور دائیں سمجھے کہ انہو الا صرف کوئی مٹیالی تصور نہیں ہے بلکہ
جسم گوشت و پوست رکھنے والا انسان ہے۔

دائیں نے کہا :- پانچو ٹری! پران سے پیارے پانچو ٹری! کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں
پانچو ٹری :- نہیں داد :- خواب نہیں۔ میں مر رہا نہیں۔ حالت سنے :- مجھے تو
تیرے مرنے کو لے کے لیے طرح طرح کے سمجھائے تھے۔ راج صاحب نے اپنے باپ کو
گودہ وغیرہ روپیے دیکر میرے قتل کا بار سسکا ہوا تھا۔ وہ برعین خلقی طور پر شیش کو
اس نے خون کن اس سب نہیں سمجھا۔ مگر وہ یہ کہ اس سے شہداء اس کے بعد مجھے دہشت کی کہ
میں نے جتنے دیکھے ہیں۔ اور تمام حال میں وہ سنایا۔ اس کے بعد مجھے دہشت کی کہ
میں کچھ دلوں کے لیے یہاں سے غائب ہو جاؤں۔ اگر ایسا نہ کروں گا تو مجھے کھانے پینے سے
بھی چھٹکارا نصیب نہ ہو گا۔ تمام بائیں لشکر میں نے طوعا و کرہاں سے جانا ہی نہ
چاہا تھا۔ اس نے مجھے دوا خانہ سے نکال دیا۔ اسی وقت ایک بڑی ذبح کی اور اس کا
خون میرے تیرے ڈاکٹر کی کاجسم لیکر باہر چلا گیا۔

دائیں :- افسوس کی بنا ہی !! وہ براہیں کہاں ہے؟
پانچو ٹری :- وہ روپے لیکر دوسرے دن اپنے دیس چلا گیا۔
دائیں :- جبریت تمام حالات بعد میں بیٹھے۔ پہلے تو یہ بتاؤ کہ شیش کو کہاں پایا میں نے
سننا تھا۔ کہ شیش کی لاش شیشان میں پھینک دی گئی تھی۔

پانچو ٹری :- کہتا ہوں۔ سنئے میں اسی رات کو سیالہ شیش پر گیا۔ ایک بار دل
میں آیا کہ گھر واپس چلوں۔ مگر خیال آیا کہ گھر جا کر بھی طرح طرح کی پریشانیوں کا
شکار ہونا پڑے گا۔ تھوڑے دن اوچھڑا دیکر لو۔ مگر کہاں جاؤں۔ اسیشن سے چل کر
سیکھت رہا اور کنارے کنارے پہنچنے لگا۔ اسی وقت ایک شریف شخص کے ساتھ

گھٹنگ ہوئی وہ باندہ ٹانگ جانے والے تھے کشتی کی تلاش کر رہے تھے۔ میں نے بھی ان کے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے بخوشی منظر پر کو بیٹا۔ ٹھوڑی دیر بعد ایک کشتی کو لے کر کے ہم لوگ باندہ کی طرف چلے۔

اب نے سترام پور کا نام سننا ہے؟ اسی مقام پر جنوہر کے راجہ برہناب اونیہ سے فرما کر وائے دہلی کی جنگ ہوئی تھی اور اس لڑائی میں دہلی کی فوج کو شکست کاٹھس عجیب ہوئی تھی۔ ہم جس دن سترام پور سے آئے چلے۔ اس دن آج ہی جیسی بارش ہوئی تھی۔ بدیہی سے ہماری کشتی ڈوب گئی۔ تلخ وغیرہ نہ معلوم ڈوب گئے یا نہ گئے کچھ کوئی علم نہیں میں پھر کر باہر نکل آیا۔ جہاں میں نکلا وہ ایک خوفناک محل تھا۔ ہر جہاں طرف ہتھاک درندہ اپنی خوفناک آواز سے شور مچا رہے تھے۔ یہ دیکھ سن کر میں نے اپنی زندگی کی رہی اسی امید بھی ترک کر دی۔ ٹھوڑی ہی دیر پر یہ وحشی دھماکی پڑی۔ اس کی جھلک دیکھ کر دل میں برقی آئینہ کی تھی تو ٹھکان ہوئی۔ پھر ٹھوڑی دیر بعد ٹھٹھنے کی آواز کانوں میں گونجنے لگی۔ میں سمجھ گیا کہ یہاں کوئی انسان بھی رہتا ہے۔

میں اسی وقت کی طرف آئے۔ گئے بڑھا۔ پاس جا کر دیکھا ایک مندر بنا ہوا ہے۔ مندر کے اندر چارے جل رہے تھے۔ اسی چراغ کی روشنی میں دیکھا کہ مندر والی ماسا کی تصویر تھی اور مورتی کے آگے ایک سنیاسی دو زانو بیٹھ ہوئے عبادت میں مصروف ہیں آگے دو حوٹلی جل رہی تھی۔ اس کا دھواں تمام مندر کو مٹھ کر وجہ بنا رہا تھا۔ میں نے اتنا کہے چرندوں میں پر تمام کیا۔

درائش۔ سچیش کو کہاں پایا؟ پہلے یہ بتاؤ گے
پانچو ٹوڑی: وہ تو کوہ رہا ہوں۔ سنے۔ یہاں دیر بعد سنیاسی جی کی سواہی
ڈولی۔ سنیاسی نے پوچھا کہ بھری طرف نگاہ پھیری اور میرا نام وغیرہ پوچھنے لگے جس
نے تمام حال کہہ سنایا۔ مندر کے پاس ایک اور مکان تھا سنیاسی کے پکارنے پر ایک
شخص باہر آیا۔ سنیاسی کے حکم سے مجھ اس نے ایک سوکھا کپڑا پہنے کو دیا۔ سنیاسی نے
پرسود دیا۔ وہ کھلی گئیں رات کو وہاں سو رہے۔

دوسرے دن صبح اٹھ کر سنیاسی سے رخصت ہونے لگا وہاں جا کر دیکھا کہ شیش ٹھن
کی گود میں بیٹھا ہے۔ میں مصوڑہ کی بنائی ہوئی تصویر کی طرح بت بہ دیوار بن گیا جرت کی

انتہا زبردستی شیش بچہ دیکھتے ہی چھوٹے کا لالہ کہہ کر دوٹا۔ اور مجھ سے لپٹ گیا
میں نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ وہ گھر جاؤنگا لکڑی روئے لکڑی یہ واقعہ کیسا عجیب اور
حیرت انگیز ہے۔ اس کا اندازہ آپ خود ہی کیجئے۔ جس شیش کے جسم کو میں اپنے اٹھ سے
شیش میں چھبک آیا تھا۔ وہی شیش پھر چھوٹے کا لالہ کہہ کر گھر چلنے کے لیے
رو رہا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ شیش یہاں آیا؟

بقیہ مگر مسرور ہو کر سنیاسی کے قدموں پر گر پڑا اور انہیں تمام باتیں کہہ سنیں
سنیاسی جی ہنس کر بولے۔ اچھا مائی مائے اس اچھا سے کیا کرتی ہیں یہ سب میں کہیں
انتہا۔ تم لوگ جمدن اسے شیش میں بندھیں گئے تھے اس دن میں شیش میں بندھا ہوا ایک
مشرسہ حد تک ایک لاش کی ضرورت تھی اس لیے تم لوگوں کے چلے جانے پر میں
اس بچہ کی لاش بنے گیا۔ لاش کو دیکھنے پر حلقہ ہوگا۔ کہ بچہ بھی تک ہمارے طور پر مرنا نہیں
پان دو بتو ابھی تک اس کے جسم میں سو جو ہے۔ ساپ کے زہر کی وجہ سے اس کا
جسم مردہ کی طرح ہو گیا تھا۔ تم لوگوں نے سجدہ کر کے مر گیا جس طرح دور میں بندھا ہوا پان
آسان میں اڑ جانے پر بھی دور کے ذریعہ سے پہنچے ہمارا جا سکتا ہے اسی طرح پان
دلو کی مدد سے پان بچھنے جا سکتا ہے یعنی جسم میں پان دلو کی موجودگی سے انسان پھر
زندہ ہو سکتا ہے۔ میں سناپ کا علاج جانتا ہوں۔ اس بچہ کو میں نے وہی دو پلائی
اور تھوڑی سی دیر بعد پھر یہ زندہ ہو گیا۔ ایک بار خیال آیا۔ کہ لاش کر کے بچہ کو اس کے
ہاں آپ کو دیوں پھر یہ سمجھ کر کہ وہ لوگ اس کی محبت ترک کر چکے ہوں گے میں نے
اسے اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ بچہ بھی ایک لڑکے کی ضرورت ہے۔ میں ہانا کا سیوک ہوں
میرے بعد دوسرے سیوک کی ضرورت ہوگی۔ اس بچہ کو دیکھا تو تعلیم دے کر ہانا کا
سیوک بنا جاؤنگا۔ میں نے ان کے قدموں پر لوٹ کر کہا:۔ تیرا ہوا اگر شیش کو زندہ کر دیتی
ہے تو اسے گھر جانے کی اجازت دینے پر بچہ ہمارے خاندان کا چوراغہ ہے اس کے بغیر ہمارا
گھر ظلمت تک رہے گا۔

سنیاسی جی ہنستے ہوئے بولے:- اے بابا موہ میں چھنے ہوئے انسان ہوں مگر
اس قدر گمراہی بہ کون کر سکتا ہے شیش جب گیا جب تک نہیں گئے اور لوٹ آیا تو گلیا

نہیں تھا۔ پھر اس قدر جیٹا مانیت کیوں؟

میں ہمارے شو ہو گیا اور زخم امیٹر لگا ہوں سے سنیا سی جی کا نڈہ تاکنے لگا۔
سنیا سی جی نے کہا۔ اچھا ہے جاؤ۔ ماں کی بھی اچھیا ہے۔ میں جاؤنگا۔
میں نے پوچھا۔ بھگوان! آپ کہاں جائیے؟

سنیا سی جی بولے :- پر لوگ۔ آج ہی رات کو طائر روح اس غالب خاکی
سے پرواز کریں گے۔ ہماری اس قسم کی عمر کا خاتمہ ہوئے پیش کی پرورش کی ہے اس لئے
اسے کچھ دولت دینا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا پیش آ پکا داس ہے۔ جوجی میں اُسے کچھ سکراپ کے پر لوگ باس
کی بات مسکر بڑا دکھ ہوگا۔ مہری خواہش تھی کہ آپ کی سیوا میں رہ کر کچھ گیان
میں لیتا

سنیا سی :- میں بھی تمہیں تعلیم دوں گا اور ماں کی سیوا کا بار تمہیں کوسو فیہ
جاؤنگا۔ مانا کی بھی اچھیا ہے

میں آپ کی گفتگو سے فکر بہت محفوظ ہو گیا۔ دل میں عقیدت اور ٹھیکتی کا دریا
جوش زن ہے۔ مگر میں آپ کے دو بائیں دریا ہفت کرنا چاہتا ہوں۔

سنیا سی :- پوچھو!

میں :- پہلی بات یہ کہ آپ کی باتوں سے معلوم ہوا کہ موت کا انحصار آپ کی مرضی
پر ہے اس لئے اگر آپ کچھ عرصہ اور اس غالب خاکی کو ترک نہ کریں تو بہتر ہے۔

سنیا سی :- نہیں۔ نہیں ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ ارشد کے ذریعہ موت
کی خبر ملی ہے۔ موت واقع ہونے پر روح سمرتی یان کے راستے سے جا کر دیوی یان
کے راستے سے جائے۔ اس کے لئے یوگ کرنا پڑتا ہے۔ شام کے بعد ہم بھی کر رہے

ہم مرنے سے پیشتر انسان کے مزاج میں خرابی آ جاتی ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ طرح طرح کی
جسمانی اور روحانی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ اس نڈی یا تبدیلیاں ہو جاتی ہیں اس خرابی یا
تبدیلی کو ہم نہیں سمجھ سکتے مگر حقیر کامل ہیں جو کہ ہیں۔ وہ خود ہی سمجھ جاتے ہیں۔ نہیں موت کی خبر دینے
والی خرابیوں و دشائروں کی اصطلاح میں "ارشد" کہتے ہیں۔

اور کیا پوچھتے تھے

میں :- آپ سے آپریش سے کرماتا کی سبوا کروں۔ یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے
مگر پر مجبور آپ کی طرح میرے پاس کوئی طاقت نہیں اس لیے اس خوفناک جنگل
میں میں کیونکر رہوں گا

سنیاسی :- تاکہ اچھا ہے کہ ان کی موت کی گڑبستی کے گھر میں رہے اس
لیے تم اس موت کی کوئے کہ اپنے گھر میں ٹھہرتے ہو۔ اچھا چلو ہمیں سیدھی کی
جاگڑا دکھا دیں۔ یہ کہہ کر سنیاسی جی نے مجھے ساتھ لیا اور جنگل میں گھسے ٹھوڑی
دور جا کر ایک بہت پڑنے درخت کی جگہ کے پاس کھوکھڑے چنیل کے ساتھ ٹھہرے
دکھائے۔ اور بولے :- اس میں پانچ دیوتا کے ہیں اور وہ ہمارے۔ ہمارے دو بچھڑ
کو دینا اور پانچ دیوتا کے نام میں لگاؤ۔ اس قدر کہنے کے بعد انہیں پھر زمین پر
کر دیا اور زمین ہموار کر کے مندر بولٹ آئے

مندر واپس آئے پر سنیاسی جی نے مجھے بنانے کا حکم دیا نہانے کے مائلے چروں
کے پاس بیٹھ کر سنیاسی جی نے مجھے تعلیم دی میں نے جی رنڈ کی پالی اس کے بعد میرا نام
گاؤں کا نام باپ کا نام وغیرہ پوچھ کر سنیاسی جی کہیں چلے گئے شام سے کچھ دیر پہلے
اگر انہوں نے نہ گئے ایک رجسٹری شدہ وجہ نامہ دیا۔ اس میں انہوں نے کافی مانتا
کی موت کی اور سات ٹکڑے دولت کا دان دینے کا تذکرہ کیا تھا

شام کے بعد سنیاسی جی نے آرتی کی۔ اور اپنے ہاتھوں سے مانتا کا بھوک بنا کر ان کے
آگے رکھا۔ اس کے بعد میرے گورو۔ مانتا کے سیوک وہی سنیاسی جی ہمارا جی ام آسن
لگا کر بیٹھ گئے۔ دو پہر رات گزر جاتے ہیں نے دیکھا کہ ان کی پاک روض نفس منہری
کو چھوڑ کر ماترہام کو چلی گئی ہے

دوسرے دن علی الصباح میں نے اپنے پاک جسم کا سنگار کیا۔ اس کے بعد مجھے بنگر
ہوئی۔ کہ اس دولت [مانتا کی موت] کو کھربے ٹکڑے جاؤں۔ بالآخر میں نے پولیس سے
مدد مانگی۔ اپنا وصیت نامہ دکھا کر اس مندر اور مانتا کی موت کی کار پولیس کو سپ
دیا۔ اور خوشی پیش کوئے کر کلکتہ آیا۔ وہاں سنا کہ آپ کمار کوئی گئے ہیں۔ پوچھا کہ اپنی

ماں کے گھر چلی گئی۔ راجہ صاحب کو پولیس بہت تکلیف دے رہی تھی۔ اس بیٹے انکی تکلیف کم کرنے کے لیے میں پولیس میں گیا۔ اور خود کو زندہ ٹھانے کے لیے راجہ صاحب کی مفکرت لائی کی۔

سب باتیں آپ سے کہیں۔ اب آپ جو مناسب سمجھیں۔ وہی کہیں گے۔
سینٹش۔ میں بھی آج ہی آیا ہوں۔ کیا سنیاسی کی پوشیدہ دولت نوٹنے پولیس کو دکھا۔
۔۔۔ دی گئی

پانچکھوڑی :- نہیں۔
سینٹش :- صرف میں ہی یہاں نہیں ہوں۔ ماں بڑے حادثہ بڑی بڑی سنبھلی ہوئی سنبھلی ہوئی
چھوٹی ہوئی۔ منتار۔ ورنہ چاہا۔ انکی بیوی منظر سب ہیں۔
پانچکھوڑی :- کہیں؟

سینٹش چند رنے تمام حال کو سنایا۔ سسک پانچکھوڑی ہنسا۔ بولا۔ ماں دنیا کو معلوم
کس طرح مان بچا یا کرتی ہیں۔ ان کی تمنا وہی جانیں۔ تو اب چلو بیٹے کو کھڑی ہوئی
ماں کی گود میں اس کو بیا۔ اہیٹا دے کر اسے نئی زندگی دیں گے
پانچکھوڑی نے عیش کو گود میں لے لیا۔ تینوں جمائی مندر سے نکھر کر ام پان بابو کے
گھر پہنچے۔

پچیس کو پاکر اور تمام وہ نعمات شکر جو خوشی اس خاندان میں ہوئی وہ احاطہ تحریر
سے باہر ہے۔ ناظرین اس کا اندازہ خود ہی لگائیں گے
رام پان بابو نے اسی رات کو دو کشتیاں تیار کرائیں۔
جن میں چند سینٹش چند ر اور پانچکھوڑی کالی مانتا کی مورتی اور وہ سات گھڑے
رہنے کے لیے سنیاسی جی کے آخرم کی طرف چلے گئے۔

چلتے وقت پچیس چھوٹے کاکے چھانچہ جاؤنگا اور کھنکھ پانچکھوڑی سے لپٹ گیا۔ پچیس
کی ماں نے کہا۔ پانچکھوڑی تم سے بچاؤ۔ پچیس میرا تھکا تھا۔ اب ہے۔ ایک مرتبہ اپنا
ہاتھ اسے کھڑکی سے لے کر دے۔ تم کو بھرنا۔ اہیٹا میں اسے اپنا نہیں کہتا۔ وہ
سب کہتے ہیں۔

کپڑا پانچویں سوچ کر کوشش کو تکلیف ہو گئی تھی۔ یہ سب دیکھ کر شکر رام پران
بائو بہت خوش ہوئے۔ دو دن تک اس گھر میں میل ملاپ کے جلے رہے۔ وشنو سرکار اس
جلے کے خاص رکن تھے۔

چار پانچ دن بعد وشنو سرکار نے کہا کہ تو اب ہم لوگ گھر جا بیٹھے۔ گنگا سلسا
کے علاوہ ایک تباہ حال غربت زدہ اور کچھڑے ہوئے خاندان کا ملاپ ہو گیا۔ بڑی خوشی
کی بات ہوئی۔

رام پران باؤ آبگوں نگاہوں سے دلچسپ کر لے۔ ایشوہ کی کہ پاس اس خاندان کا
ایسا طعنے سے بھر پور ملاپ ہو گا۔ یہ خیال خواب میں بھی نہیں تھا ایسا غیر ممکن واقعہ
کے خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ سب ماں کی اچھٹا سے ہوا غیر آپ لوگوں کو بھی گھر بار کا کام
ہو گا۔ اس بیٹے اب میں بھی آپ سے ٹھہرنے کے لیے زیادہ اصرار نہیں کر سکتا۔

رام پران باؤ نے اسی دن دو کشتیاں تیار کروائیں۔ طے انصاف لگنا نہا کر کھانا وغیرہ
کھائے گئے بعد سب لوگ زحمت ہو گئی۔ جیش کی ماں رام پران باؤ اور رام کی بیوی
سے بولیں۔ سنا ہے کہ پانچوڑی کالی ماما کی موڑتی لاکر گھر میں پرتشٹھا کر لگا۔ اس
بیوی میری یہ درخواست ہے کہ آپ سب افسوس میں تشریف لاکر اس گھر کو پاکسہ کر لیا۔

رام پران باؤ نے منظور کر لیا۔

شناختی چلتے وقت اپنی موسیٰ سے پٹ کر روئے لگی۔ موسیٰ نے اس کی پیشانی چوم کر
آشیر باد دیا۔ ورنیش نے رام پران باؤ کو یہ دھام کیا۔ رام پران باؤ نے ورنیش کو ایک بیڑی
شدہ وصیت نامہ دیا۔ ورنیش تجھے ہر گز لے۔ یہ کہنا

رام پران باؤ نے کہا کہ داماد اور بیوی کا دھن "تھارے گاؤں کے اطراف کے کئی
گاؤں میں میری زمین ہے۔ ماں گزاری اور کر کے اس کی سالانہ مدنی پانچ سو روپے
ہے۔ یہ گاؤں جہاں تھے نہیں۔ جہیز نہیں دئیے۔ اور یہ کاغذات انہیں کا وصیت نامہ ہے
ورنیش تجھے ورنیش بدندان اور حلیہ ات لگا ہوں سے رام پران باؤ کی طرف سے
لے، وشنو سرکار اسی جگہ کھڑے تھے۔ بولے یہ جیسے آپ بہت خیال بزرگ ہیں
اسی طرح آپ کے کام بھی اہم عجیب شاق رکھتے ہیں۔

رام پران یا جو ہنس کر ہوئے۔ میں بت خیال۔ یہ کیا با اگر کسی راہ گیر کو دنیا تو آپ ایسا کہہ سکتے تھے۔ میرے لئے سب کلمے کھلے ہیں۔ ان کی مجھے کوئی فکر نہیں۔ کہ میری آمدنی چالیس ہزار سالانہ سے بھی زیادہ ہے۔ پیش ہزار نوہ و توں کو کہیو کہ۔ دس ہزار۔ شانتی کو پانچ ہزار جو کچھ سچا وہ میں کہہ رہے ہیں بہت ہے کہ اس کے بعد سب کا بدیدہ نگاہوں سے کشتیوں پر سوار ہو کر سون پو کی طرف روانہ ہوئے گئے

آٹھواں باب

سون پور کا وہ تاریک اور غم غمیب مکان آج خوشیوں کی دھوم فٹفتے چھوڑے سے گونج رہا تھا۔ تمام گھر میں ایک نئی زندگی آگئی۔ تمام مکان میں سفیدی گور کا دریا بہا رہی تھی۔ چاروں بھائی ایک جان ہو کر گھر کا انتظام کر رہے تھے۔ سب بھائیوں کی جو گھر کا کام کاج کرتے تھے۔ سنی عورتوں کا پاک پریم دریا نے بیکان کی خاموشی روالی کی طرح چپ چاپ بننا ہوا نظر آتا تھا۔

پانچ گھڑی کی شادی کے لیے سب پر بھڑھوئے۔ مگر پانچ گھڑی نے منظور نہیں کیا۔ بولا مانتا ہے جب کامی روپ تیار کر کے اپنے اصلی روپ میں درشن دیا تو اب شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں شادی نہیں کروں گا۔ مجھے ماما کی خدمت کر کے پانچ گھڑی کے سامنے دو شیخیش میرا خاندانی چران ہے۔ وہی بنس صا ہے۔ شیخیش کو سات گھڑی میں سے جو دو گھڑے دولت کے لئے تھے۔ اس سے بے باب نے زمینداری خریدنی شروع کی گئی

پانچ گھڑے ماں کے تھے۔ پانچ گھڑی نے ان سے ایک خوبصورت مندر بنوایا مندر میں ہماںی خانہ۔ خیرات خانہ۔ دوا خانہ و غیرہ بھی تعمیر کر لئے۔ خود گھر والیاس زیب تن کیا۔ گوراکش کی ملازمت محلو کی جسم میں بھیجھوت ملی سر پر جٹا بڑائی آتا کی میت خدمت کرنے کے لیے کچھ زمینداری فریہ کر مندر میں لگا دی۔ اور خود مغل

مہاتوں اور مہاتما کی سیوا کرتے ہوئے خوشی سے اپنی زندگی بسر کر لے لگے
اپنے پچھڑے ہوئے خاندان بالخصوص کچھ بچوں کے لئے کی یادگار تازہ رکھنے کے لئے اس
مندر پر مشہری حروفوں میں۔

ملن مندر

لکھا دیا۔ ایک برس بعد ملن مندر کا مہا اُتسو کے موقع پر نام پران اور ان کی بیوی
بھی آئیں۔ اس کے علاوہ جہاں جہاں ان کے رشتہ دار اور عزیز اقارب تھے یہ
لگائے گئے۔ ہر چہ ان کی بیوی اور ان کی ماں بھی آئیں۔
رام پران بابو کالی مانا کے بھکت تھے وہ اس پاک نظارہ کو دیکھ کر بخود ہوئے
ملن مندر کی خوبصورت چمکیلی کالی مورتی و گہری گہکت کیشی کی اینگورسہ مڑتے چاروں
والی کالی کی پرستش مورتی کے روبرو ہم آسن لگائے ہاتھ لڑی۔ اس کے چانداری
کیس جسم پر گہر والاس۔ بدن پر بھوت۔ گئے میں رودر اکش کی مالہ پیشانی پر مہر
چندن کا ٹھک۔ پانچوڑی کے دائیں طرف بچوں کا اشار۔ بائیں جانب بونگی
ساگری۔ ہر چار طرف لمبی کے چراغ جل رہے تھے۔ گیلی کی و صوپ۔ دھونی کی ہونے
خوش سے تمام مندر معین و معطر ہو رہا تھا۔ باہر پتوں کی کثیر تعداد کالی مانا کی سستی
یا وارین کر رہی تھی کوئی بچھن کا نا تھا۔ کوئی بون کرنا تھا۔ اور بعض مانا کے تصویریں ستری
نظر آ رہے تھے اور کوئی کوئی چٹائی کا یاٹ نہایت ہی خوش الحانی سے گر رہے تھے مٹھلیہ
ورنقیروں سے تمام مکان بھر پور تھا اور بچھن کا نا پکائے میں مشغول تھیں گویا
داروہار ہے تھا۔ رام پران بابو کھوم پھر کر یہ کام نظارہ دیکھ رہے تھے گھومتے گھومتے
ایک سٹری کے پاس پہنچے۔ ایک بھکت باؤ و حدانہ کا جام نوش لگے ہوئے منہ پر ہاتھ مار
تھا۔ وہ بھکت ہونکروں ہی ٹھہر گئے۔ اور کہا کہ سنئے ہیں غور ہو گئے
ہاں سنئے جانتے تھے اور انھوں سے آگے پر پہنچتے جاتے تھے۔ اس کے بعد وہ وہاں
لگے۔ یہاں پر سادہ تقسیم ہوئے تھا مفلوسوں سے گھر بھرا ہوا تھا۔ بڑی بھو۔ مٹھلی بھو۔

چھوٹی بہن کے پڑا کے ہوئے پر سادہ رہی تھیں۔ قینش۔ تیش اور دافیش تعلیم کو رہے

ایسی طرح وہ مٹا اُتو بسنی دلوں تک رہا۔ آہستہ آہستہ عزیز و اقارب جانے لگے
آج رام پران باپ کو مٹا بیٹے۔ انہوں نے چاروں بھائیوں اور بہنوں کو بل کر کہا آج میں
گھر جاتا ہوں۔ تمہارے ساتھ بڑے شکم میں تھا۔ مگر کیا کروں۔ وہوں کے بغیر بھی نہیں
بننا جو ہوا اب تم سے تنہا تیں کہتا ہوں غور سے سنتا۔ دیکھو تم لوگوں نے اپنے اپنے
مقتضیٰ حل کرنے کے لیے اس گھر کو کیسی بڑی حالت میں پہنچا دیا۔ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ بھائی
بھائی علیحدہ رہ کر ہی مستحکم ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط ہے منفرد طاقت سے ایک
نہر دستِ فاتحی کو بھی زیر کر سکتے ہیں۔ مگر نا اتفاقی سے ایک چڑیا بھی نہیں بندھ سکتی۔ یہ نہ سمجھنا
کہ تباہی اس حد اور ذوقِ غرضی کے سبب سے ہی آج فہار ی یہ نرقی ہوئی ہے ہمیں کیا
ہرگز نہیں ہے۔ جسک ہے۔ کہ کوئی یہ خیال کرے۔ کہ اگر ہم لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ
نہ ہوتے تو آج ہماری یہ نرقی نہ ہوتی۔ یہ خیال بالکل غلط اور فضول ہے۔ تم نے جو پایا یہ
کئے اس کا مدقول ٹیکل ملا۔ جب اُن پاپونکا پر الٹھن ہو گیا۔ تب جو جسکی جست تھا وہ اس
نے پایا۔

عجیبش نے ہر کرم کو لوگوں کو یہ بات بنیادی کرکسی کے لیے دولت، اکٹھا کرنا سہو
 ہے۔ کیونکہ جس کے لیے کرتے ہیں۔ وہ دوم بھر میں انھیں چھوڑ کر چلا جاسکتا ہے
 اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ جو جس کے غیب میں ہوتا ہے۔ وہ اسے خود چھوڑتا
 ہے دیکھو عجیبش کو دو مقرر دولت مل گئی تم لوگوں نے کیا یہ دولت مل گئی ہم لوگوں
 نے کیا یہ دولت اس کے لیے اکٹھا کرکسی نہی۔ یا نیکو طبعی تمہارے خاندان کا رنگ ہے
 اسی کے پڑناپ سے آج سائنات کافی مانتا ہے تمہارے گھر میں براجمان ہیں۔

بہرہ کہ ہر رام پران یا گونے سب سے رجعت مانگی۔ سب نے آئیدہ نگاہوں سے
ان کی حرف و کلمہ کو پر نام کیا۔ رام پران یا گونے سب کا شیر باد دیتے ہوئے اپنے
کاؤن کی طرف روانہ ہوئے۔

نواں باب

چڑی جھونے باقاعدہ طور پر دیوہی مندر کا بار اپنے سر پر لیا۔ اگرچہ مندر میں کہتے ہی نوکر چاکر تھے۔ تاہم اس کی صفائی مریضوں کے لیے کھانا پکانے وغیرہ کی خدمات بخشن و خوبی دی۔ اسجام دیتی تھیں یا شیخ کوڑی مانا کالی کی اپنا ہمیشہ کرتا رہتا تھا۔ مگر ایک سچاڑی برہمن بھی مغرورہ کر دیا تھا۔ ایک دن پانچوڑی نے دانیس سے کہا۔ چھوٹے دادا امانا کی اچھیا سے پانچوڑی رو پے سالانہ کی جائداد ملی ہے۔ خواہش اور لالچ بڑی بڑی ہے اسے جتنی تر جھانکے جاؤ بڑھتی جائے گی۔ اب نوکر کی کرے کی ضرورت نہیں۔ ماما کے کچھ روپے لے کر کلکتہ جائیے اور مندر کے دو اخانہ کے بیٹے دو ایکیاں اور آٹھ جات لاکھ دو سو ستائیس روپے مریضوں کی خدمت کیجیے۔ دانیس نے منظور کر لیا اور کلکتہ جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔

شام کے بعد دانیس کو اپنے کمرہ میں پا کر چھوٹی جھونے مٹاتے ہوئے کہا کیا رات کی گاڑی سے ہی کلکتہ جاؤ گے؟
دانیس نے مسکرا کر کہا۔ ہاں کوئی روک ٹوک ہے کیا؟
چھوٹی جھونے۔ روک ٹوک نہیں مگر خوف ہے۔
دانیس۔ کس کا؟

چھوٹی جھونے۔ کل کے پانی کا شناہ ہے کہ وہ بہت ہوتا ہے
دانیس۔ کل کا پانی واقعی بہت صاف ہوتا ہے۔ لیکن وہ اثر سے خالی رہتا ہے۔ مگر ایسا نہ ہو۔ ندی کا پانی اپنا گل چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے
بھی خوف ہے۔
چھوٹی جھونے۔ جب اس مندر اس کی طرف مخاطب نہ ہوگا اس وقت وہ ضرور تڑپا

لا پیکر مرقوم لسانوں حصہ

اپنا کس جھوٹا کو سند سے بیٹے کے بیٹے پر ہوتا ہے۔ اگر وہ نہ جانتا تو کون لانا
سند کو کس کے پانی کی اطلاع سے چھڑانے کی طاقت کس میں تھی؟
دانش نے اس بھول سے دیکھ کر ہلکا سا خفا کو چھم کر کہا۔ اگر مریض نہ جانتا
تو تھیر کی بجائے بھونک کا اثر کس پر ہوتا؟

جھوٹی ٹیپو ہنسے۔ ہنسنے سننے بولیں۔ کب آئیں گے؟
 وائیش :- کل رات کی گاڑی سے آؤں گا۔
 جھوٹی پہون :- اپنا دواخانہ اٹھاؤ گے کیا؟
 وائیش :- ایک بار دوس کی حالت دیکھ آؤں۔ سو فیصد پورا توڑ ٹاڑ ہوئے۔
 جھوٹی ٹیپو :- وہاں جو مریض ہے۔ اسے بھی دوا دے گے؟
 وائیش :- وہ مریض ڈاکڑی دوا نہیں چاہتا۔ وہ صرف پانچھڑی نوچا ہوتا ہے
 احتیاج ملائی کا وقت آگیا۔ چلتا ہوں۔

و انیش رخصت ہوئے جہنمی بہر کی انہیں آجکوں میں گئیں۔ وہ بددیلطی
مباکر بشیر پڑھ رہی تھی۔

کھوڑا جاؤں گا۔ نوکر نے سلام کیا۔ ایک کمپوٹر بھی دیا۔

وانیش نے کیونکہ اسے دواخانہ کی حالت دریافت کی۔ اس نے کہا۔ آپ آئے نہیں۔ دو تین خط بھی کہے۔ مگر جواب نہیں ملا۔ بالآخر میں نے دیگر ملازمین کو نصحت کر دیا۔ اور صرف اس نوکر کو کہ کہ دواخانہ کا کام جلتا تا رہا مگر وہ لوگوں کی تنخواہ نکال کر سو روپے بچے ہیں۔ آپ نے سنا ہونگا۔ جو غصہ لی لی اس دن یہاں سے چلے گئے تھے۔

وایمنس نے دواخانہ کا معائنہ کیا۔ انہوں نے دیکھ کر یہ معلوم کر لیا کہ اس دواخانہ کی دوائیوں سے ملحق مشہور کے دواخانہ کا کام بہ نسبتاً خیر حال کے ساتھ چل رہا ہے۔ کیمیکلر اور ملازم سے پتہ کے لیے دریافت کیا۔ دونوں راضی ہو گئے۔ اس کے بعد وہ دوائیوں کے بند میں بند کرنے کی مشق کر رہے تھے۔

یہ تمام انتظام کر کے دانیس ایک گاڑی پر سوار ہو کر گنگا سنان کرنے
پہلے سنان کر کے واپسی کے موقع پر جب گاڑی پر چڑھنے لگے تو انہوں نے
دیکھا کہ گنگا کے کنارے ایک بچی عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کے ہر چہرہ
طرف مختلف لڑکے لڑکیاں کھڑے ہوئے جیسے وہ ہے ہیں۔ دانیس نے اسے
دیکھتے ہی پہچان لیا۔ وہ یونٹھا۔

یونٹھا بے یلگی۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور سر شہر سے
نکل رہے تھے۔ سونے جیسا آب و تاب والا جسم گل پڑ مڑ وہ کی طرح کھڑا تھا
وہ بیچ لطیف اور نازک جسم خشک ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی حق
کی مہارت اور علم موسیقی کا کمال۔ قوت سامعہ۔ لامعہ۔ باصرہ۔ غیر بھی جانی رہی
تھیں۔ نام طاقتیں ذلیل ہو چکی تھیں۔ دانیس اسے پاس کیے۔ پھر بھی اس نے نہیں
پہچانا۔ اگر پہچانتی تو ضرور کچھ نہ سمجھ لیتی۔ اور اپنے دلی جذبات کو اظہار کرتی
مگر اس نے ان کے ساتھ کوئی بات چیت نہیں کی۔ اُن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی
نہیں دیکھا۔

وہ پانچ لطیف دھڑکتے سے پھر پھر کھڑا۔ گنگا کنارے مغدس گھاٹ پر
کھڑے ہوئے یونٹھا کو دیکھ کر دانیس کے دل میں گیان کی لہر دوڑ گئی۔ وہ سوچنے
لگے وہ پیار وہ محبت کہاں؟ جس حسن کی ایک دلغزب جھلک اور دلہن
گہیت لے پہنچے اور رفتہ رفتہ بنا دیا تھا۔ جلی سلیخہ شکاری دیکھ کر میں مغنہ ہو گیا تھا
وہ سب کہاں گئے؟ یونٹھا میں حسن تھا شباب کی توہمیز دلاوری باں تھیں۔ یہی
چند تھیں تھیں باتوں میں قند و نبات کی سی سٹھاس اور ان میں دلکشی و دلاوری
کی تابش مٹھ کر اسی وجہ سے حسہ پیار کرنا تھا اس وقت وہ سب حاسر ہو چکے تھے
کا ذر ہو گیا۔ ہنر بھی جاتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میرا پیار و محبت بھی چلا
گیا تیب کیا کیا محبت میں استحکام نہیں گنگا کے کنارے کی اُداس ہونے
گواہوں کے اس سوال کا جواب اس طرح دیا کہ روپ بھی جڑ پھٹے۔ اور گن بھی جڑ پھٹے
طرف آج نہیں ہے پھر بھلا جڑ پھٹیں کو کہہ کر اپنی طرف کھنچ سکتا ہے۔ روپ

دیکھ کر بالکل ہونے لگے۔ لیکن دلچسپہ کہ جو دھوکے لگے۔ دونوں ہی جڑ ہیں۔ جڑ یہ
 مادہ کی کسی چیز کا انہیں بس میں کر سکتا ہے۔ کیسی نہیں اس جڑ کے اندر ایسا بڑی
 کی لہر بہہ رہی ہے اسے انسان ابراہیم کہہ۔ جب یہ اسرار خفیہ میری سمجھ میں آئیگی
 کو وہ ایک زبردست عقائد طیس ہے۔ اور تو لوہے کا چور تو ہمیشہ اس کی کشش
 سے ہی کھینچتا ہے۔ سب اسے پانی کی خواہش کرتے ہیں۔ مگر انسان اور اس شمشکی کے
 اور میں اس سے بڑا ہے اور اس لمحہ کا یہ وہ بڑا رہنا ہے جسے ن یہ یہ وہ اس طرح بیان کیا
 اس کی تو کسی اس شمشکی سے دامن میں چلے رہی تھی

[illegible][illegible]

علم و اخلاق کے موتیوں کی لڑی میں ایک سیوا نہ
 یہ گوہر نایاب موتی لڑی کے عین مریدان کا بیڑا موتی ہے
 ناول یعنی

چمک دار موتی

یہ موتیوں کی لڑی سب سے مشہور زمانہ ادیب ہمارا تاشیو بلال
 جی ورمین گو مدھ ہے ہیں

چشم بینیت سے دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ اس بڑے موتی
 نے سب موتیوں کو مات کر دیا ہے۔ خدا چاہنے والا جی موصوف
 لکھبری کمال کے کس سمت سے اس چمکدار موتی کو نکال کر لاتے ہیں یہ

موتی ہاتھ میں اٹھا کر یہ نظر غور مطالعہ کرو۔ جام جہاد کی طرح اس میں مایا کا سروپ
 کھیلتا نظر آئیگا۔ بھگوان کے دربار میں مایا کی نرت کاری اس خوبی سے بطور ناول لکھائی گئی ہے
 کہ آسمان سے دیر تا لوگ صبح و شام اس کی کھانگہ دل میں کر رہے ہیں۔ ناول کیلئے دہرہ و رات
 کی مہتی بھیمتوں کا چوڑ ہے۔ تیار اس دہلی کی زبان میں جو ق سے ساس و بوس کے سوا اور میں جلیہ
 یعنی سزا آجایا ناول کا سرفروغ و نواک سے عزیز ہے اسکی لکھائی جیانی و عزیزیت علم
 جگتہ کا ہے

جے ابرہہ نے لکھا ہے سنہ پندرہ و ماہ ارجن کتب چمکدار موتی ہاگرت

دہرم و اخلاق کے سنہ کی غلط فہمی میں تھما نسل کا ایک نیا

قیستی موتی

یہ علم و گیان کا دکنار گوہر نایاب

ناول

دکنار موتی

مہاتما شیو برت لال صاحب رمن ایم اے کے ذہنی و دماغی کمال کا زندہ چرچہ ہے
 سولہ کلاسیمین بھگوان کرشن چندری ہمارے جہان میں فکر کالی کو تھلائے تھے
 ہمارے صوبہ کے مایہ ناز لڑییری سادھو

مہاتما شیو برت لال جی تھے دہرم و اخلاق کے علمی سنہ میں غوطہ کھا کر دکنار موتی دنیا کی انکلی
 کو خیرہ کرنے کے لئے ڈھونڈ نکالا ہے۔ کہنے کو تو یہ غریب برت فوڈ بلاک سے مزین ایک
 اخلاقی ناول ہے۔ مگر دہرم و اخلاق کا سبق سکھانے کے لئے رات بکشتن۔ سیتا اور
 زولا کا جو سروپا انہوں نے کھینچا ہے ایڈیٹر و جوب کیلے ایڈیٹر و مایا کا کیا تعلق ہے ہر دو
 و عورت کی کتنی یکساںیت ہے؟ یہ سب تھیلے جو عریض ضلع کر نیلے باجو و انسانیت سے حل نہیں
 ہوتے۔ آپ ان لاکھ مسائل کو اس ناول کے تحت کاغذ پر بخوبی سمجھا تھا پانچویں ناول کی لکھانی
 چھاپی و دیدہ زیب اور کاغذ عمدہ و لاریب ہے۔ قیمت فی جلد ۵۰

جے ایس سنت شگلہ انڈین سنسریٹیشنز و ہجران کتب چوک مٹی روٹری

پریم دہرم اور اخلاق کے انمول موتی تلاش کرنے والو
موتی کی لڑائیوں کے ناول کے سلسلہ میں

ناول شناہوار موتی

مصنفہ

یا پو شیبورت لعل صاحب ورنن ایم اے

یہ اخلاق کا بھرپور بھنڈا پریم مئے ناول آجکی پہلی انگریز نگار مطالعہ کرو
محکم دہرم سو روپ فاضل اہل مہاتما شیبورت لال جیبا ورنن ایم اے کے قلم گد
رقم کا شرمندہ احسان ہے جس میں مصیبت زدہ

روح کو رہنمائی دیتا ہے ہر ایت اور دعوت جی ہمارا ج اپنے سچے اہل پیش سے آئندہ زندگی گزارنے
اور بعد از مرگ مسکھش دھام کو چاہت کرنے کا راستہ بتاتے ہیں۔ سوتیلی ماؤں کے ظلم و جبر۔
والدہ کی بے بسی اور معصوم لڑکے و لڑکی کی جھڑپوں کی بجائے خود سبق آموز ہیں۔ مہاس
رام گمانی کو بیان کرنے میں فاضل مصنف نے جو گونا گون اقسام کی دیہی بیاں پیدا
کی ہیں۔ انہی قصیدہ زبان قلم سے کھینچی بہت مشکل ہے۔ ناول کی لکھائی چھپائی
دیہہ تزیب اور کار کا غذ نفیس و لاریب ہے۔ قیمت فی جلد ۱۱/-

جے ایس منٹ گک انڈیا سنٹر پبلیشرز و ڈسٹری بیوٹرز
دروازہ عظیم

مشہور عالمی پبلشرز کے سروس اور دیگر ناشرانہ خدمات کے ساتھ ساتھ